قرآن حدیث اور فقہ کی روشنی میں

حقوق العباد
اور اُن کی اہمیت

- والدین کے اولاد پر حقوق
- شوہر کے بیوی پر حقوق
- بیوی کے شوہر پر حقوق
- اولاد کے والدین پر حقوق
- تاجروں کے آپس میں حقوق
- پڑوسیوں کے آپس میں حقوق
- اساتذہ کے شاگردوں پر حقوق
- شاگردوں کے اساتذہ پر حقوق
- عام مسلمانوں کے حقوق

پسند فرمودہ

مفتی انعام الحق قاسمی صاحب

مولانا محمد زکریا صاحب
مہتمم مدرسہ عربیہ مریم مسجد آدم جی نگر، کراچی

ڈاکٹر مولانا منظور احمد مینگل صاحب
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

مؤلف
مولانا محمد الیاس ولد مولانا محمد زکریا صاحب (میمن)

مکتبہ الیاس

فہرست

والدین کے حقوق

حقوق زوجین

شوہر پر بیوی کے حقوق

متفرق مسائل

متفرق مسائل

اولاد کے حقوق

کچھ حقوق واجب ہیں اور کچھ سنت ہیں

چلنے پھرنے کے آداب

پڑوسی کے حقوق

تاجروں کے حقوق وآداب

استادوں کے حقوق

شاگردوں کے حقوق

عام مسلمانوں کے حقوق

☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، امّا بعد!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے جو حق وہدایت لے کر اس دنیا میں تشریف لائے اس میں سب سے پہلی چیز ایمان وتوحید کی دعوت تھی، پھر جو لوگ آپ ﷺ کی اس دعوت کو قبول کر لیتے انکو آپ ﷺ عملی زندگی گزارنے کیلئے ہدایات دیتے تھے، آپ ﷺ کی اس ہدایت کو بنیادی طور پر دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ایک وہ جس کا تعلق بندوں پر اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہے جس میں آپ ﷺ نے بتلایا کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق ہیں اور اس باب میں انکے فرائض کیا ہیں؟ اور حقوق و فرائض کی ادئیگی کیلئے انہیں کیا کرنا چاہئے؟

دوسرا حصّہ آپ کی تعلیم کا وہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ بندوں پر دوسرے بندوں اور عام مخلوقات کے کیا حقوق ہیں اور اس باب میں اللہ تعالیٰ کے احکام کیا ہیں؟

حقوق العباد کا مسئلہ اس اعتبار سے زیادہ اہم اور قابل فکر ہے کہ اس میں تقصیر اور کوتاہی ہو جائے یعنی کسی بندہ کی حق تلفی یا اس پر ظلم وزیادتی ہو جائے تو اسکی معافی اور نجات اور سبکدوشی کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے (جو رحیم وکریم ہے) اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا بلکہ اس کی صورت یہی ہے کہ یا تو اس دنیا میں اسکا حق ادا کر دیا جائے یا اس سے معافی حاصل کر لی جائے اگر ان دونوں میں سے کوئی بات بھی یہاں نہ ہو سکی تو آخرت میں لازماً اس کا معاوضہ ادا کرنا ہوگا اور وہ بے حد مہنگا پڑیگا یا اس کے حساب میں آخرت میں سخت عذاب بھگتنا پڑیگا۔

اور اگر غور کیا جائے تو زندگی سے بھرپور فائدہ اٹھانا، خاطر خواہ لطف اندوز ہونا اور کامیاب زندگی گزارنا اس وقت ممکن ہے جبکہ انسان ادب وسلیقہ وقار وشائستگی نظافت و پاکیزگی عالی ظرف وشرافت طبع ہمدردی وخیر خواہی نرم خوئی اور شیریں کلامی تواضع وانکساری ایثار وقربانی بے غرضی وخلوص خدا ترسی وپرہیزگاری جیسے عالی اوصاف سے متصف ہو اور

حقیقتاً یہ باتیں اسلامی زندگی کے وہ دلکش خدوخال ہیں جن کی بدولت مومن کی بنی سنوری زندگی میں وہ غیر معمولی کشش اور جاذبیت پیدا ہوجاتی ہے کہ نہ صرف اہل اسلام بلکہ اسلام سے ناآشنا بندگان خدا بھی بے اختیار اس کی طرف کھینچنے لگتے ہیں اور دنیا کی زندگی بھی راحت وسکون عیش ونشاط اور امن وعافیت کا گہوارہ بن جاتی ہے اور انسان کو وہ سب کچھ حاصل ہوتا ہے جو ایک کامیاب اور فلاح یافتہ زندگی کیلئے ضروری ہے۔

آج امت مسلمہ کی ان حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی اور لاپرواہی نے آپس کی محبتوں الفتوں، چین اور سکون کو سلب کرلیا ہے اور انکی معاشرت جہنم نظیر بنتی چلی جارہی ہے اور یہی بات حقیقتاً امت مسلمہ کی پسپائی کا سبب ہے۔

پیش نظر کتاب حقوق العباد کی اہمیت میں انہیں حقوق کی اہمیت وتفصیل کو کتاب اللہ، اسوۂ رسول اکرم ﷺ اور اسلاف کے زندہ وجاوید آثار کی رہنمائی میں اور اسلامی فروق ومزاج کی روشنی میں مرتب کیا جارہا ہے جس میں بالخصوص ماں باپ کے حقوق، اولاد کی تربیت، زوجین کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق اور تاجروں کے حقوق اور اساتذہ کے حقوق اور شاگردوں کے حقوق کو موثر ترتیب اور سہل اور سادہ زبان دلنشین تشریحات اور بصیرت افروز دلائل کے ساتھ واضح کرنے کی کوشش کی جائیگی۔

توقع ہے کہ یہ مجموعہ ہر طبقے اور ہر عمر کے شائقین کیلئے خدا کے فضل وکرم سے خاطر خواہ مفید ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے آج بروز جمعہ بیت اللہ کے سامنے دعا ہے کہ میری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نواز کر اس کی برکت سے امت مسلمہ کے اندر حقوق العباد کی اہمیت پیدا فرمادے اور معاشرہ کی تباہی اور بربادی کو محبتوں، الفتوں، سکون اور اطمینان سے بدل دے۔

اور یہ مجموعہ بندگانِ خدا کو خدا کے سچے دین کی طرف کھینچ لانے میں ایک موثر ذریعہ اور مرتب اور انکے والدین واساتذہ کیلئے بہانہ مغفرت ثابت ہو۔ آمین یارب العالمین۔

محمد الیاس غفرلہٗ

۲۶ نومبر ۲۰۱۰ء بروز جمعہ
قُبیل الجمعہ بوقت ۱۱:۰۰

Dr. MANZOOR AHMED MAINGAL
Lecturer Of Hadith,
Farooqia Islamic University, Karachi
Ph.D. Jamshoro University, Sindh
Phone: 021-4596834
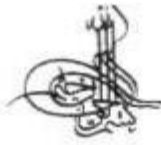
مولانا منظور احمد مینگل
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی
0321-2147393

الحمدلولیه والصلوٰۃ علی نبیه اما بعد

دین اسلام دین فطرت ہے۔اور اپنی جامعیت اور اعتدال کی وجہ سے دوسرے مذاہب سے ممتاز ہے اسمیں جہاں اللہ رب العزت نے اپنے حقوق اور احکام بندوں کو بیان فرمائے ہیں وھاں اپنے بندوں کے حقوق جن سے انسان انسانیت والی زندگی گزارنے سے حیوان سے ممتاز ہوں زیادہ اہتمام سے بیان فرمائے ہیں اور اپنی محبوبیت ،اپنے حبیب ﷺ کی محبوبیت اور میزان عدل کے وزن کا سبب حسن اخلاق کوقرار دیا ہے۔اوراپنے حقوق کی کوتاھی کی معافی سے ناامید نہیں کیا البتہ مخلوق کی حق تلفی کی معافی سے ناامید کردیا اسکے باوجود آج امت مسلمہ بندوں کے حقوق تلفی کو نہ صرف یہ کہ بے دینی نہیں سمجھ رھی بلکہ فخر سمجھ رھی ہے جس کی وجہ سے دین دنیا وآخرت کی بربادی اور نامرادی اس کے مقدر آرہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ھمارے شاگرد رشید مولانا مفتی الیاس زکریا صاحب کے علم وعمل وقبولیت میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیں وہ اس جیسے اھم موضوعات پر قلم اٹھا رکرامت کی مردہ روح زندہ کرنے کی کوشش وسعی کرتے رہتے ہیں انہوں نے وقت کے اس اھم موضوع پر ”حقوق العباد اور اُنکی اھمیت“ کے نام سے ایک اھم جامع تالیف فرمائی ہے جس میں ہر طبقہ کے لوگوں کو بیک وقت اپنی ذمہ داری کا احساس دلایا ہے آج تک ایسی جامع کتاب میری نظر سے نہیں گزری اللہ تعالیٰ اس کتاب کو پوری امت کیلئے ذریعہ آخرت بنائے آمین

منظور احمد مینگل
جامعہ فاروقیہ کراچی
۱۴ فروری ۲۰۱۱ء

تقریظ: استاذ العلماء حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم

اللہ پاک نے ہمیں دونوں جہانوں میں کامیاب اور خوشحال رکھنے کیلئے اپنا مبارک دین دیا یعنی کچھ اپنے حقوق بتلائے کچھ مخلوق کے حقوق بتلائے۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ انبیاء علی نبیاء علیہم الصلوت والتسلیمات کو عملی زندگی دے کر انسانوں کو سدھارنے کے لئے بھیجا۔ چونکہ اللہ رب العالمین ہیں اسلئے ہر طبقہ والوں کو ایسے حقوق ادا کرنے کا مکلّف بنایا جسمیں دوسرے طبقے کا فائدہ ہے۔ انبیاء علیہم الصلوت التسلیمات کی حسن معاشرت حسن معاملات اور حسن اخلاق کو عملی طور پر دیکھ کر انکی دعوت سے بآسانی سلیم الفطرت انسان رذائل اور بری عادت کو چھوڑ دیتے تھے اور اپنے آپ کو سنوار لیتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جہاں عقائد اور ایمانیات اور عبادات کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے تھے وہاں رسول پاک ﷺ کے حسین رہن سہن اور معاملات اور ادائیگی حقوق اور اعلیٰ اخلاق کے ساتھ زندگی گزارنے کو دیکھ کر یہ تمام حضرات رضی اللہ عنہم بھی آپ کے رنگ میں رنگ گئے تھے۔ اسی وجہ سے جہاں اللہ پاک نے آپ ﷺ کے اخلاق کی تعریف فرمائی صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی تعریف فرمائی۔ اسلئے میری تمام مسلمانوں سے درخواست ہے کہ صرف معلومات میں اضافہ کے بجائے اپنی زندگی کو اس کے مطابق بنانے کی نیت اور عزم کر کے اس کتاب کو پڑھئے اور جو حقوق، ذمہ داریاں آپ کے ذمہ واجب ہیں اپنی کامیابی اور خوشحالی اور رضائے الٰہی کے حصول کیلئے ان کو ادا کیجئے اپنی اولاد کو بچپن سے ہی ان حقوق کا علم دیجئے اور زندگی اس کے مطابق گذارنے کا عادی بنائے۔ اس طرح پورے معاشرے کی اصلاح ہو جائے گی اور ہر شخص بے ضرر بن کر زندگی گذارے گا بلکہ خیر الناس من ینفع الناس کا مصداق بن جائے گا یعنی تم میں سب سے زیادہ اچھا اللہ پاک کے نزدیک وہ شخص ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔

لیکن ان حقوق کی ادائیگی وہی کر سکے گا جس کو آخرت میں حساب کا خوف اور سزاء کا خوف ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام امت مسلمہ کو اپنا خوف نصیب فرما کر ان حقوق کی ادائیگی کے ساتھ اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور عزیزم کی اس کوشش کو امت مسلمہ کی رہنمائی اور بیداری کا ذریعہ بنائے اور موصوف کے علم وعمل میں برکت نصیب فرمائے۔آمین

من العبد الضعیف
ابوالیاس محمد زکریا بن عبدالعزیز

☆☆☆☆

تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد انعام الحق قاسمی دامت برکاتہم

نحمدہٗ و نصلی علی رسوله الكريم و علی اله و اصحابه اجمعين

امابعد: دین اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، جولوگ دین پر عمل کرتے ہیں ان کی زندگی ہمیشہ متوازن اور ظلم وستم سے پاک ہوتی ہے، افراط وتفریط سے ہٹ کر اعتدال کے راستے پر ہوتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے خیر رکھی ہے

انسان پر دوطرح کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ایک تو اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنا، دوسرا اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا، جو بھی شخص دونوں قسم کے حقوق ادا کرتا ہے، وہی شخص دوسرے لوگوں کے لیے ماڈل اور نمونہ ہوسکتا ہے، اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں دونوں قسم کے حقوق ادا کر کے دکھائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی زندگی ہو یا گھر کی معاشرتی زندگی، سفر کی زندگی ہو یا حضر کی، جنگ کی زندگی ہو یا امن کی، سب کے پورے پورے حقوق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے۔

بعض لوگ عبادت پر بہت توجہ دیتے ہیں مگر ان کے عمل اور بات سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے، دوسرں کے دلوں پر چھری پھیر رہے ہوتے ہیں، دکھ دے رہے ہوتے

ہیں، ذلیل کر رہے ہوتے ہیں۔

بعض لوگ بڑے خوش اخلاق ہوتے ہیں، لوگوں کو ان سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی، مگر نماز کی فرصت نہیں، تلاوت کے لیے وقت نہیں، ایک نے بندے کے حقوق کا خیال نہیں رکھا، تو دوسرے نے اللہ کے حقوق کا لحاظ نہیں کیا۔ یہ لوگ اگر اچھے ہوتے تو دونوں حقوق کا ایک وقت میں خیال کرتے، اس لے اللہ سے یہ توفیق مانگنی چاہیے کہ وہ ہمیں اللہ اور بندے کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر ۳ تین حقوق ہیں

❶ فائدہ نہ دے سکے تو نقصان بھی نہ دے۔ ❷ اگر کسی مسلمان کو خوشی نہیں دے سکے تو رنج وغم بھی نہ دیا کرے۔ ❸ اگر کسی کی تعریف نہ کر سکے تو برائی بھی بیان نہ کرے۔

جو لوگ آج کسی کا دل جلانے والی باتیں کرتے ہیں وہ کل قیامت میں اپنے آپ کو جہنم کی آگ میں جلانے کا بندوبست کر رہے ہیں

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پکار کر فرمائیں گے کہ میں منصف بادشاہ ہوں، کوئی جنتی جنت میں اور کوئی دوزخی دوزخ میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ خود پر آنے والے دوسرے کے حق کو ادا نہ کردے۔ یہاں تک کہ ایک تھپڑ کا بدلہ بھی دینا ہوگا۔

ایک اور جگہ پر ہے، جب تک لوگ دوسروں کے حقوق واپس نہیں کرتے دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ نے حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کہ تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ فرمایا ہم مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس درہم اور ساز وسامان نہ ہو، فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز اس حال میں آئے کہ اس کے پاس نماز، زکوٰہ اور روزہ ہو، لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، اس پر تہمت لگائی ہوگی، اس کا مال کھایا ہوگا، اس کا خون بہایا ہوگا اور اس کو مارا ہوگا، چنانچہ اس کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی، پھر اگر اس کی نیکیاں اس سے پہلے ختم ہوجائیں گی کہ اس سے اس کے ساتھی کا بدلہ لیا جائے، تو اس کے گناہوں کو اس پر ڈال دیا جائے گا، پھر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا،

ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت کے دن حقداروں کو ان کا حق ضرور دلایا جائے گا کہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے بھی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جس کے ذمہ اس کے کسی بھائی کا عزت وآبرو یا مال کے بارے میں کوئی حق آتا ہو، وہ اس سے اس دن کے آنے سے پہلے معافی تلافی کرالے جس دن درہم نہ دینار ہوگا، نہ مال ودولت، اگر اس کے پاس نیک اعمال ہوں گے، تو اس کے ان نیک اعمال میں سے اتنا حصہ لے لیا جائے گا، جتنی اس نے زیادتی کی تھی، اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو اتنی مقدار میں مظلوم کی برائیاں اور گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک شخص قیامت کے روز آئے گا، اسے اس کا صحیفہ دیا جائے گا، وہ اسے معاصی اور گناہوں سے پر پائے گا، وہ عرض کرے گا، مجھے خوب اچھی طرح سے معلوم ہے کہ میں نے اس قسم کے گناہ کئے ہی نہیں، اس سے کہا جائے گا یہ تمہارے مخالفین اور دشمنوں کے گناہ ہیں جن کی تم نے غیبت یا بے آبروئی کی تھی اور انہیں معمولی وحقیر سمجھا تھا اور اپنے آپ کو ان سے بڑا سمجھا تھا اور معاملات، کاروبار، پڑوس، گفتگو، بات چیت، مذاکرات، درس اور دوسرے معاملات میں ان پر ظلم کیا۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے نام ''المقسط الجامع'' کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص پر ایک پیسہ بھی آرہا ہو اور اس کے اعمال ستر نبیوں کے اعمال جیسے ہوں تب بھی وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا، جب تک کہ اس پیسے کو ادا نہ کردے، لکھا ہے کہ اس پیسے والے کو اس پیسے کے بدلے قیامت کے روز ستر مقبول نمازیں ملیں گی۔ تب بھی وہ اس سے خوش نہ ہوگا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص دوسرے سے چمٹ جائے گا، وہ اسے پہچانتا بھی نہ ہوگا۔ وہ اس سے کہے گا کیا بات ہے؟ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ میرا تمہارا کیا تعلق ہے؟ میرے تمہارے درمیان نہ کوئی تعلق تھا نہ معاملہ، وہ کہے گا کہ مجھے برائی اور گناہوں میں لگا دیکھتے تھے، لیکن مجھے اس سے روکتے نہ تھے۔

موت کے بعد انسان کے پانچ حصے بن جاتے ہیں، ایک تو روح جس کو ملک الموت

لے چلا جاتا ہے، دوسرا انسان کا جسم اسے کیڑے کھا جاتے ہیں، تیسرے اس کا مال کہ یہ اس کے وارث لے جاتے ہیں، چوتھا اس کی ہڈیاں جن کو مٹی کھا جاتی ہے اور پانچواں اس کی نیکیاں کہ جن کو اس کے حقدار لے جاتے ہیں۔

لہٰذا حسرت وافسوس ہے اس انسان پر جو قیامت کے دن نیکیوں کے انبار لے کر آئے مگر بے احتیاطی اور حق تلفی کی وجہ سے اپنی نیکی دوسروں کو دے کر، اور دوسرے کا گناہ سر پر لے کر جہنم میں جائے گا۔

اس لیے اللہ کے حقوق کے بعد بندوں کے حقوق کو بھی جاننا ضروری ہے، تا کہ اس کے مطابق عمل کر کے دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں کامیابی نصیب ہو، ورنہ دنیا و آخرت کی تباہی کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تکلیف پہنچانا لازم آئے گا۔ کیونکہ جب تک آخری امتی کا فیصلہ نہیں ہو جائے گا، تب تک اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ سلم کو اتنی دیر جنت سے باہر رہنا پڑے گا۔

عزیز محترم جناب مولانا الیاس بن مولانا زکریا صاحب (متعلم تخصص فی الفقہ الاسلامی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن) نے ''حقوق العباد اور ان کی اہمیت'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، سرسری طور پر دیکھنے سے معلوم ہوا ماشاء اللہ کتاب اچھی ہے، مختلف حقوق کے مضامین، فضائل، مسائل، اور واقعات کو اچھے انداز میں ایک جگہ پر جمع کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائے، مؤلف کے لیے صدقۂ جاریہ اور دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

بحرمة سيد المرسلين و على الٰه و أصحابه أجمعين

کتبہٗ

محمد انعام الحق

دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

۱۴۳۲/۳/۶ھ

اچھے اخلاق کے فضائل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''مؤمن اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے روزہ رکھنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے کے درجہ کو حاصل کر لیتا ہے''۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایمان والوں میں کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تم میں سے وہ لوگ سب سے بہتر ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ (برتاؤ میں) سب سے اچھے ہوں''۔ (مسند احمد)

حضرت عائشہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کامل ترین ایمان والوں میں سے وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور جس کا برتاؤ اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ نرم ہو''۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اپنے مال سے تو غلاموں کو خریدتا ہے پھر ان کو آزاد کرتا ہے، وہ بھلائی کا معاملہ کر کے آزاد آدمیوں کو کیوں نہیں خریدتا جب کہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے؟ یعنی جب وہ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کریگا تو لوگ اس کے غلام بن جائیں گے''۔ (قضاء الحوائج، جامع صغیر)

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''وہ مسلمان جو شریعت پر عمل کرنے والا ہو، اپنی طبیعت کی شرافت اور اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے اس شخص کے درجہ کو پالیتا ہے جو رات کو بہت زیادہ قرآن کریم کو نماز میں پڑھنے والا اور بہت روزے رکھنے والا ہو''۔ (مسند احمد)

حضرت ابو درداء ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''(قیامت کے دن) مومن کے ترازو میں اچھے اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی''۔ (ابوداؤد)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم سب میں سے مجھے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ لوگ ہونگے جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہونگے''۔ (ترمذی)

☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆

والدین کے حقوق

(حق نمبر:۱)

ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا

ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے۔اوراس حسن سلوک کی توفیق کو دونوں جہاں کی سعادت سمجھنا چاہئے۔اللہ کے بعد انسان پر سب سے زیادہ حق ماں باپ ہی کا ہے۔ماں باپ کے حق کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ قرآن نے جگہ جگہ ماں باپ کے حق کو اللہ کے حق کے ساتھ بیان کیا ہے۔اللہ کی شکر گزاری کی تاکید کے ساتھ ساتھ ماں باپ کی شکر گزاری کی تاکید کی ہے۔

ترجمہ: اور آپکے رب نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کونسا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے؟

نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ نماز جو وقت پر پڑھی جائے''، میں نے پھر پوچھا اسکے بعد کونسا کام اللہ کو سب زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: ''ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک''، اسکے بعد فرمایا: ''خدا کی راہ میں جہاد کرنا''. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر ہجرت اور جہاد کے لیے بیعت کرتا ہوں، اور اللہ سے اسکا اجر چاہتا ہوں''، نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ''کیا تمہارے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا: ''جی ہاں بلکہ (خدا کا شکر ہے) کہ دونوں زندہ ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو کیا تم واقعی اللہ سے اپنی ہجرت اور جہاد کا بدلہ چاہتے ہو؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں'' (میں خدا سے اجر چاہتا ہوں)، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تو جاؤ اپنے ماں باپ کی خدمت میں رہ کر انکے ساتھ نیک سلوک کرو''۔ (مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: '''یارسول اللہ ﷺ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے...؟ ارشاد فرمایا: ''ماں باپ ہی تمہاری جنت ہیں اور ماں باپ ہی تمہاری دوزخ''۔ (ابن ماجہ)

یعنی انکے ساتھ نیک سلوک کر کے تم جنت کے مستحق ہو گے اور انکے حقوق کو پامال کر کے تم دوزخ کا ایندھن بنو گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم دوسروں کی عورتوں سے پرہیز کر کے پاک دامن رہو ایسا کرنے سے تمہاری عورتیں پاک دامن رہینگی، اور اپنے والدوں سے حسن سلوک کرو ایسا کرنے سے تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ حسن سلوک کرینگے اور جس شخص کے پاس اسکا مسلمان بھائی عذر خواہی کیلئے آئے، تو اسکی معذرت قبول کر لے خواہ حق پر ہو یا نہ ہو۔ اگر ایسا نہ کیا (معذرت قبول نہ کی) تو میرے حوض کوثر پر نہ آئیگا۔ (مستدرک حاکم، ص۱۵۴ ج۴)

اس حدیث شریف میں تین اہم باتیں ارشاد فرمائیں:

اول یہ کہ تم پاک دامن رہو گے اور دوسروں کی عورتوں کی طرف نفس اور نظر کو متوجہ نہ کرو گے، تو چونکہ تم نے دوسروں کی عورتوں سے حفاظت کی اسلئے اللہ کی جانب سے یہ انعام ملے گا کہ تمہاری عورتیں پاک دامن رہینگی انکی طرف نفسانی خواہش

رکھنے والے متوجہ نہ ہونگے ، اور نہ وہ شوہر کے علاوہ کسی پر نظر ڈالے گی۔

دوسری بات یہ بتائی گئی کہ اگر تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کروگے تو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیگی، ظاہری سبب کے اعتبار سے تو یہ بالکل واضح ہے، کیوں کہ جب تم کو اولاد دیکھے گی کہ والدین کے ساتھ اکرام اور احترام کے ساتھ پیش آتے ہو اور جان و مال کے ساتھ خدمت کرتے ہو تو آپکے عمل سے بچے بھی سبق سیکھیں گیں اور سمجھیں گے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک ہمارے معاشرے کا حصہ ہے، ہم کو بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ یہی کرنا چاہئے جیسے ہمارے ماں باپ نے اپنے والدین کے ساتھ کیا۔

اور باطنی طور پر اسکو اسطرح سمجھئے کہ یہ ''جیسا کروگے ویسا بھروگے'' کے مطابق ہے، جب آپ نے اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کو تمہاری طرف متوجہ فرمائیگا اور اولاد کے قلوب میں تمہاری عزت اور وقعت ڈال دیگا۔

نیز اسکے ساتھ اسکا برعکس بھی سمجھ لینا چاہئے کہ اگر تم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ برا سلوک کیا تو تمہاری اولاد تم سے یہی سیکھے گی، اور جب اسکا نمبر آئے گا تو تمہارے ساتھ وہی سلوک کرے گی جو تم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ کیا۔

ایک قصہ سنایا جاتا ہے کہ ایک شخص نے اپنے بوڑھے باپ کو ایک گٹھری کی طرح باندھا، پھر اسکو کنویں میں ڈالنے کے لیے چل دیا، جب ایک کنویں کے کنارے پر جا کر رکھا اور قریب تھا کہ کنویں میں ڈال دے تو باپ نے کہا کہ بیٹا اس کنویں میں نہ ڈال کسی دوسرے کنویں میں ڈال دے کیونکہ اسمیں میں نے اپنے باپ کو ڈالا تھا، یہ سن کر بیٹے کو ہوش آیا اور گٹھری کھول کر الگ ہو گیا اور باپ کو احترام کے ساتھ گھر لے آیا۔

تیسری بات یہ بتائی کہ جب کسی مسلمان سے کوئی ناراضگی کی بات ہو جائے اور اسکے بعد وہ معافی مانگنے لگے اور عذر خواہی کرے، تو اسکی معذرت قبول کر کے دل

صاف کرلو، یہ نہ دیکھو کہ غلطی کس کی تھی؟ وہ غلطی پر تھا یا تم تھے، اسکو جانے دو، جب معافی مانگنے لگا تو معاف کردو، بلکہ اگر تمہاری غلطی تھی تو تم بھی معافی مانگ لو۔ اور اسکی کوئی حق تلفی کر چکے ہو تو تلافی کردو۔

(حق نمبر:۲)

والدین کا شکر گزار رہنا

محسن کی شکر گزاری اور احسان مندی شرافت کا اولین تقاضا ہے اور حقیقت ہے کہ ہمارے وجود کے ظاہری سبب والدین ہیں۔ پھر والدین کی پرورش اور نگرانی میں پلتے بڑھتے اور شعور کو پہنچتے ہیں اور وہ جس غیر معمولی قربانی، بے مثل جاں فشانی اور انتہائی شفقت سے ہماری سرپرستی کرتے ہیں اسکا تقاضا ہے کہ ہمارا سینہ انکی عقیدت اور احسان مندی اور عظمت ومحبت سے سرشار ہو اور ہمارے دل کا ریشہ ریشہ انکا شکر گزار ہو، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شکر گزاری کیساتھ انکی شکرگزاری کی تاکید فرمائی ہے، قرآن کریم یں ارشاد ہے (ترجمہ:) ''(ہم نے وصیت کی) کہ میرا شکرادا کرو اور ماں باپ کے شکر گزار رہو''۔

سب سے بڑا شکر اللہ کا ہے جس نے وجود بخشا، اسکے بعد ماں باپ کا جنہوں نے پرورش کے لیے مصیبتیں جھیلیں اور تکلیفیں اٹھائیں اسی کو فرمایا: ''کہ تو میری اور ماں باپ کی شکرگزاری کر''۔

جس طرح اللہ کا شکر صرف زبان سے شکر کے کلمات نکالنے سے ادانہیں ہوتا، بلکہ پوری زندگی میں ظاہر وباطن سے احکام کی تعمیل کا نام شکر ہے، اسی طرح ماں باپ کی شکر گزاری انکے حق میں اچھے بول بول دینے سے اور انکی تعریف کرنے سے اور انکی تکلیفوں کا اقرار کرلینے ادانہیں ہوتا، بلکہ ماں باپ کی فرماں برداری اور جان و مال سے انکی خدمت گزاری اور انکی فرماں برداری سے انکی شکر گزاری ہوتی ہے۔

(حق نمبر:۳)

ماں باپ کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرنا

ماں باپ کوخوش رکھنے کی کوشش کی جائے اور انکی مرضی اور مزاج کے خلاف کبھی کوئی ایسی بات نہ کی جائے جوانکو نا گوار ہو، بالخصوص بڑھاپے میں جب مزاج کچھ چڑ چڑا ہو جاتا ہے اور والدین کچھ ایسے تقاضے اور مطالبے کرنے لگتے ہیں جو توقع کے خلاف ہوتے ہیں اس وقت ہر بات کوخوشی خوشی برداشت کرنا چاہیئے اور انکی بات سے اکتا کر جواب میں ایسی بات ہرگز نہ کہنی چاہیئے جوان کو نا گوار ہو۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے، (ترجمہ): ''اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انکو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو''۔ مقصد یہ ہے کہ ایسا کلمہ بھی انکی شان میں زبان سے نہ نکالو جس سے انکی تعظیم میں فرق آتا ہو یا جس کلمہ سے انکے دل کو رنج پہنچتا ہو۔

لفظ ''اف'' بطور مثال کے فرمایا ہے، بیان القرآن میں اردو محاورے کے مطابق اسکا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ''انکو ''ہوں'' بھی مت کہو'' دوسری زبانوں میں انکے مطابق ترجمہ ہوگا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کے علم میں کلمہ ''اف'' سے نیچے بھی کوئی درجہ ماں باپ کو تکلیف دینے کا ہوتا تو اللہ اسکو بھی ضرور حرام فرمادیتے۔

(درمنثور عن دیلمی)

ماں باپ کی تعظیم وتکریم اور فرماں برداری ہمیشہ واجب ہے، بوڑھے ہوں یا جوان ہوں، جیسا کہ آیات اور احادیث کے عموم سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بڑھاپے کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ اس عمر میں جا کر ماں باپ بھی بعض مرتبہ چڑ چڑے ہو جاتے ہیں، اور انکو بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں، اولاد کو انکا اگالدان صاف

کرنا پڑتا ہے، میلے اور ناپاک کپڑے دھونے پڑتے ہیں، جس سے طبیعت بور ہونے لگتی ہے، اور تنگ دل ہوکر زبان سے الٹے سیدھے الفاظ بھی نکلنے لگتے ہیں، اس موقع پر صبر اور برداشت سے کام لینا اور ماں باپ کا دل خوش رکھنا اور رنج دینے والے لفظ سے بھی پرہیز کرنا بہت بڑی سعادت ہوتی ہے، اگر چہ اس میں بہت سے لوگ فیل ہوجاتے ہیں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تو انکے کپڑے وغیرہ سے گندگی اور پیشاب پاخانہ صاف کرتا ہے، تو اس موقع پر ''اف'' بھی نہ کہہ، جیسا کہ وہ ''اف'' بھی نہ کہتے تھے جب تیرے بچپن میں تیرا پیشاب پاخانہ وغیرہ دھوتے تھے۔ (درمنثور)

''اف'' کہنے کی ممانعت کے بعد یہ بھی فرمایا کہ انکومت جھڑکو، جھڑکنا ''اف'' کہنے سے بھی زیادہ برا ہے، جب ''اف'' کہنا منع ہے تو جھڑکنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ پھر بھی واضح فرمانے کے لیے خاص طور سے جھڑکنے کی صاف اور صریح لفظوں میں ممانعت فرمادی۔

دراصل بڑھاپے کی عمر میں بات کی برداشت نہیں رہتی اور کمزوری کے باعث اپنی اہمیت کا احساس بڑھ جاتا ہے اس لیے ذرا ذرا سی بات بھی محسوس ہونے لگتی ہے اس نزاکت کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے کسی قول و عمل سے ماں باہ کو ناراض ہونے کا موقع نہ دینا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ کی خوشنودی والد کی خوشنودی میں ہے، اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے''۔

(ترندی۔ابن صبان، حاکم)

یعنی اگر کوئی اپنے اللہ کو خوش رکھنا چاہے تو وہ اپنے والد کو خوش رکھے والد کو ناراض کر کے وہ اللہ کے غضب کو بھڑکائے گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی اپنے ماں باپ کو روتا ہوا

چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ اپنے ماں باپ کے پاس واپس جاؤ اور انکو اسی طرح خوش کر کے آؤ جس طرح تم انکو رُلا کر آئے ہو''۔ (ابوداؤد)

(حق نمبر:۴)

دل و جان سے ماں باپ کہ خدمت کرنا

اگر کسی کو اللہ نے موقع دیا ہے تو وہ اپنے آپ کو جنت کا مستحق بنائے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرے، ماں باپ کی خدمت سے ہی دونوں جہاں کی بھلائی، سعادت اور عظمت حاصل ہوتی ہے اور انسان دونوں جہاں کی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو آدمی یہ چاہتا ہو کہ اسکی عمر دراز کی جائے اور اسکی روزی میں کشادگی ہو، اسکو چاہئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے اور صلہ رحمی کرے''۔ (الترغیب والترھیب)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''وہ آدمی ذلیل ہو، ذلیل ہو پھر ذلیل ہو''۔ لوگوں نے پوچھا کہ: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم...! کون آدمی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ آدمی جس نے اپنے ماں باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، دونوں کو یا ایک کو اور پھر انکی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا''۔ (مسلم)

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمتِ والدین کو جہاد جیسی عظیم عبادت پر ترجیح دی اور ایک صحابی کو جہاد پر جانے سے روک کر والدین کی خدمت کی تاکید فرمائی۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جہاد میں شریک ہونے کی غرض سے حاضر ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تمہاری ماں زندہ ہیں؟ اس نے کہا کہ جی ہاں! زندہ ہیں، ارشاد فرمایا کہ جاؤ اُنکی خدمت کرتے رہو، یہی جہاد ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین دعائیں مقبول ہیں انکی قبولیت میں شک نہیں۔(۱)والد کی دعا (۲)مسافر کی دعا(۳)مظلوم کی دعا۔ (مشکوۃ المصابیح:ص۱۹۹،ترمذی،ابوداود،ابن ماجہ)

اس حدیث سے والد کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے مُلا علی قاری مرقات شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ گواس میں والدہ کا ذکرنہیں لیکن ظاہر سے والد کی دعا ضرور قبول ہوگی تو والدہ کی دعا بھی بطریق اولی ضرور قبول ہوگی۔اولاد کو چاہئے کہ ماں باپ کی خدمت کرتی رہے،اور دعا لیتی رہے اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے اُنکا دل دُکھےاوران میں سے کوئی دل یازبان سے بددعا کر بیٹھے کیونکہ جس طرح اُنکی دعا قبول ہوتی ہے اسی طرح انکے دُکھے دل کی بددعا بھی لگ جاتی ہے اگر چہ وہ شفقت کی وجہ سے بددعا سے بچتے ہیں،انکی دعا سے دنیااورآخرت سدھرتی ہےاور بددعا سے دونوں جہان کی بربادی بھی ہوسکتی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا،اسکے ساتھ ایک بوڑھے تھے،آپ ﷺ نے فرمایا:''تیرے ساتھ یہ کون ہیں ؟''عرض کیا کہ میرے والد ہیں،فرمایا کہ''باپ کے احترام واکرام کا خیال رکھو ہرگز اُنکے آگے مت چلنا اوراُن سے پہلے مت بیٹھنا اوراُنکا نام لے کرمت بُلانا اوراُنکی وجہ سے کسی کو گالی مت دینا''۔ (تفسیر درمنثور،ص۱۷۱،ج۴)

(فائدہ) ماں باپ کا احترام دل سے بھی کریں،زبان سے بھی،عمل سے بھی اور برتاؤ سے بھی،اس حدیث پاک میں اکرام اور احترام کی چند جزئیات ارشاد فرمائی ہیں۔

اول تو یہ فرمایا کہ ماں باپ کے آگے مت چلنا،دوسرا یہ فرمایا کہ کہیں بیٹھنا ہوتو ماں باپ سے پہلے مت بیٹھنا،تیسرا یہ فرمایا کہ باپ کا نام لیکرمت پُکارنا،چوتھا یہ کہ باپ کی وجہ سے کسی کو گالی مت دینا،مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص تمہارے باپ کو

نا گوار بات کہدے تو اُسکو یا اُسکے باپ کو گالی مت دینا کیونکہ اسکی وجہ سے وہ تمہارے باپ کو دوبارہ گالی دیگا، اور اِس طرح تم اپنے باپ کو گالی دلانے کا سبب بن جاؤ گے۔

واضح رہے کہ یہ نصیحتیں باپ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہیں والدہ کے حق میں بھی اسکا خیال رکھنا ضروری اور لازمی ہے، اور یہ جو فرمایا کہ باپ کے آگے مت چلنا، اس سے وہ صورت مُستثنیٰ ہے جس میں باپ کی خدمت کی وجہ سے آگے چلنا پڑے مثلاً راستہ دِکھانا ہو یا اور کوئی ضرورت درپیش ہو۔

(حق نمبر:۵)

ماں باپ کا ادب اور احترام کرنا

کوئی بھی ایسی بات یا حرکت نہ کرنا جو اُنکے احترام کے خلاف ہو قرآن میں ہے: "وقل لهما قولاً كريماً" "ماں باپ سے خوب عزت کے ساتھ بات کرو"، اچھی باتیں کرنا، لب ولہجہ میں نرمی اور الفاظ میں توقیر وتکریم کرنا، یہ سب باتین قولا کریما میں داخل ہے۔

حضرت زبیر بن محمدؒ نے قولا کریما کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ "اذا دعواك فقل لبيكما وسعديكم" یعنی جب تیرے ماں باپ تجھکو بلائیں تو کہنا کہ میں حاضر ہوں اور تعمیلِ ارشاد کے لیے حاضر ہوں۔

حضرت قتادہؒ نے قولا کریما کی تفسیر میں فرمایا کہ نرم، لہجہ میں سہل طریقہ پر بات کرو حضرت سعید بن مسیّبؒ نے فرمایا کہ خطا کار، زرخرید غُلام جسکا آقا بہت سخت ہو، جس طرح اُس غلام کی گفتگو جس طرح اس آقا کے ساتھ ہوگی اسی طرح ماں باپ کیساتھ بات کی جائے، تو قولا کریما پر بھی عمل ہوسکتا ہے۔ان اکابر کے یہ اقوال درمنثور (ص ۱۷۱، ج ۴) پر لکھے ہیں۔

اور یہ ارشاد فرمایا کہ (واخفض لهما جناح الذل من الرحمة)

شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اس کی تفسیر میں حضرت عروہؒ نے فرمایا کہ انکے سامنے ایسی روش اختیار کر کہ انکی جو دلی رغبت ہواُسکے پورا ہونے میں تیری وجہ سے فرق نہ آئے۔ اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے اسکی تفسیر میں فرمایا کہ ماں باپ سے بات کرتے واقت اوپر نیچے ہاتھ مت ہلانا (جیسے برابر والے لوگوں سے بات کرتے ہوئے ہلاتے ہیں) اور حضرت زبیر بن محمدؒ نے اسکی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ماں باپ اگر تجھے گالیاں دیں اور بُرا بھلا کہیں تو تُو جواب میں یہ کہنا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائیں۔ (درمنثور)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا: ''کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ جہنم سے دور رہیں اور جنت میں داخل ہوجائیں؟'' ابن عباسؓ نے فرمایا: ''کیوں نہیں، خدا کی قسم یہی چاہتا ہوں''۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے پوچھا: ''آپ کے والد زندہ ہیں؟ ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جی ہاں! میری والدہ زندہ ہیں''۔ ابن عمرؓ نے فرمایا: ''اگر تم انکے ساتھ نرمی سے گفتگو کرو انکے کھانے پینے کا خیال رکھو تو ضرور جنت میں جاؤ گے، بشرطیکہ تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو۔ (الادب المفرد)

حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک بار دو آدمیوں کو دیکھا ایک سے پوچھا کہ یہ دوسرا کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ میرے والد ہیں، تو آپؓ نے فرمایا کہ نہ انکا نام لینا اور نہ انکے آگے چلنا اور نہ کبھی ان سے پہلے بیٹھنا۔ (الادب المفرد)

(حق نمبر:۶)

والدین کے ساتھ عاجزی اور انکساری سے پیش آنا

''واخفض لهما جناح الذل من الرحمة'' (اور عاجزی اور انکساری سے انکے پیچھے رہو)۔ عاجزی سے پیچھے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت انکے مرتبہ کا لحاظ رکھو اور کبھی انکے سامنے اپنی بڑائی مت جتاؤ اور انکی شان میں گستاخی مت کرو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ’’اس شخص نے اپنے والد کے ساتھ حسن سلوک نہیں کیا جس نے انکو تنگ نظر سے دیکھا‘‘۔

(در منثور، ص،۱۷۱، ج،۴ از بیہقی فی الشعب)

(ف) اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کو تنگ نظری سے دیکھنا بھی اسکے ستانے میں داخل ہے۔ حضرت حسنؓ سے کسی نے پوچھا کہ عقوق یعنی ماں باپ کو ستانے کی کیا حد ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ انکو (خدمت سے مال سے) محروم کرنا اور ان سے ملنا جلنا چھوڑ دینا اور انکے چہرہ کی طرف غصہ سے دیکھنا یہ سب عقوق ہے۔ (درمنثور از ابن ابی شیبہ)

حضرت عروہؓ نے فرمایا کہ اگر تجھے ماں باپ ناراض کر دیں (یعنی ایسی بات کہدیں جس سے تجھے ناگواری ہو) تو انکی طرف ترچھی نظر سے بھی مت دیکھنا، کیونکہ انسان جب کسی پر غصہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے نظر سے ہی اسکا پتہ چلتا ہے۔

(درمنثور عن ابن ابی حاتم)

معلوم ہوا دل سے ماں باپ کی تعظیم وتکریم کرتے ہوئے اعضاء اور جوارح سے بھی عاجزی اور انکساری ظاہر کرنی چاہئے، رفتار اور گفتار اور نظر سے کوئی ایسا عمل نہ کرے جس سے انکو ایذا پہنچے۔

(حق نمبر:۷)

والدین سے محبت کرنا

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ’’جو نیک اولاد بھی ماں باپ پر پر رحمت بھری ایک نظر ڈالتی ہے۔ اسکے بدلہ اللہ تعالیٰ اسکو ایک حج مقبول کا ثواب بخشتے ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ....! اگر کوئی ایک دن میں سو (۱۰۰) بار اسی طرح رحمت ومحبت کی نظر ڈالے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اگر

کوئی سو (۱۰۰) بار ایسا کرے تب بھی، (اللہ تمہارے تصور سے) بہت بڑا ہے اور (تنگ دلی جیسے عیبوں سے) بالکل پاک ہے۔ (مسلم)

(حق نمبر:۸)

ماں باپ کی دل و جان سے اطاعت کرنا

اگر وہ کچھ زیادتی بھی کررہے ہوں تب بھی خوش دلی سے اطاعت کرنا اور انکے عظیم احسانات کو پیشِ نظر رکھ کر انکے وہ مطالبے بھی خوشی سے پورا کرنا جو آپکے مزاج اور ذوق پر گراں ہو بشرطیکہ وہ دین کے خلاف نہ ہوں۔

حضرت سعید خدری ؓ کا بیان ہے کہ یمن کا ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا کہ یمن میں تمہارا کوئی ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں...! میرے ماں باپ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں ...! (میں نے ان سے اجازت نہیں لی)، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تم واپس جاؤ اور ماں باپ سے اجازت لو اگر وہ اجازت دے دیں تب جہاد میں شرکت کرو، ورنہ (انکی خدمت میں رہ کر) انکے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو۔ (ابوداؤد)

والدین کی خدمت کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہئے کہ ایک شخص میلوں دور سے آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ دین کی سربلندی کیلئے جہاد میں شریک ہو۔لیکن نبی کریم ﷺ اسکو لوٹا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جہاد میں شرکت بھی تم اسی صورت میں کرسکتے ہو، جب تمہارے ماں باپ تم کو اجازت دیں۔

حضرت ابن عباس ؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس آدمی نے اس حال میں صبح کی کہ وہ ان ہدایات پر اور احکام میں خدا کا اطاعت گزار رہا ہو جو اس نے ماں باپ کے بارے میں نازل کئے ہیں تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ

اسکے لیے جنت کے دس دروازے کھلے ہوئے ہیں اگر ماں باپ میں سے کوئی بھی ایک ہو تو جنت کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور جس شخص نے صبح کی اس حال میں کہ وہ ماں باپ کے بارے میں اللہ کے بھیجے ہوئے احکام وہدایات سے منہ موڑے ہوئے ہے تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ اسکے لیے جہنم کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ...! اگر ماں باپ اسکے ساتھ زیادتی کررہے ہوں تب بھی...؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں...! تب بھی اگر زیادتی نہ کررہے ہوں تب بھی اور اگر زیادتی کررہے ہوں تب بھی۔ (مشکوٰۃ)

(حق نمبر:۹)

ماں باپ کو اپنے مال کا مالک سمجھنا اور ان پر دل کھول کر خرچ کرنا

قرآن کریم میں ہے: ''یسئلونک ما ذا یُنفقون قل ما انفقتم من خیر فللوالدین''. (البقرۃ)

(لوگ آپ سے پوچھتے ہیں، کہ ہم کیا خرچ کریں؟ جواب دیجئے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اسکے اولین حقدار والدین ہیں)۔

ایک بار نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اپنے ماں باپ کی شکایت کرنے لگا کہ وہ جب چاہتے ہیں میرا مال لے لیتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے اس آدمی کے باپ کو بُلایا، لاٹھی پکڑتا ہوا ایک شخص حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اُس بوڑھے شخص سے تحقیق فرمائی، تو اُس نے کہنا شروع کیا، بات یہ ہے کہ جب اولاد حاجت مند تھی، بالکل ناتواں تھی، اُس وقت ماں باپ نے ہر تکلیف سہی اور دکھ سکھ میں خدمت کرکے اولاد کی پرورش کی، اب پچاس سال کے بعد صورت حال بدل گئی کہ ماں باپ خرچ

اور خدمت کے محتاج ہیں اور اولاد کمانے والی، روپے پیسے، گھر بار اور کاروبار والی ہے، اولاد کو چاہئے کہ وہ ماں باپ کی خدمت سے نہ گھبرائے اور اُنکے اوپر خرچ کرنے سے تنگ دل نہ ہو، دل کھول کر جان و مال سے انکی خدمت کرے، اور اپنے وقت کو یاد کریں اور اس وقت جو انہوں نے تکلیف اُٹھائی انکو سامنے رکھیں، اللہ کے رسول ﷺ ایک زمانہ تھا جب یہ کمزور اور بے بس تھا اور مجھ میں طاقت تھی میں مال دار تھا اور یہ خالی تھا میں نے اسکو کبھی اپنے پیسے سے منع نہیں کیا آج میں کمزور ہوں اور یہ تندرست اور قوی ہے، میں خالی ہاتھ ہوں اور یہ مالدار ہے اور یہ اپنا مال مجھ سے بچا کر رکھتا ہے۔

بوڑھے کی یہ بات سُن کر رحمتِ عالم ﷺ رو پڑے اور بوڑھے کے لڑکے کی طرف منہ کر کے فرمایا: ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے''۔

نئی نسل کے بہت سارے نوخیز نوجوان، دوست، احباب، بیوی بچوں پر تو بڑھ چڑھ کر خرچ کرتے ہے اور ماں باپ کے لئے پھوٹی کوڑی خرچ کرنے سے بھی اُنکا دل دُکھتا ہے یہ لوگ آخرت کی نعمتوں سے تو محروم ہوتے ہی ہیں دُنیا میں بھی نقصان اُٹھاتے ہیں، ماں باپ کی فرماں برداری اور خدمت گزاری اور رشتہ داروں سے کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے جو عمر میں درازی اور رزق میں وُسعت ہوتی ہے اُس سے محروم ہوتے ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک ایسے شخص کا (مجلسِ نبوی ﷺ کے قریب سے) گزر ہوا، جسکا جسم دبلا پتلا تھا اُسکو دیکھ حاضرین نے کہا کہ کاش یہ جسم اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں (دُبلا ہوا) ہوتا، یہ سُن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ شاید وہ اپنے بوڑھے ماں باپ پر محنت کرتا ہو (اور اُنکی خدمت میں لگنے سے اور اُنکے لیے روزی کمانے کی وجہ سے دُبلا ہوگیا ہو) اگر ایسا ہے تو فی سبیل اللہ ہے (پھر فرمایا کہ) شاید وہ چھوٹے بچوں پر محنت کرتا ہو (یعنی اُنکی خدت اور پرورش اور اُنکے لیے رزق مہیا کرنے میں دُبلا ہوگیا ہو) اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے (پھر فرمایا کہ) وہ

اپنے نفس پر محنت کرتا ہو (اور اپنی جان کے لئے محنت کر کے روزی کماتا ہو) تاکہ اپنے نفس کو لوگوں سے بے نیاز کر دے (اور مخلوق سے سوال نہ کرنا پڑے) اگر ایسا ہے تو فی سبیل اللہ ہے۔ (درمنثور ص ۱۷۳، ج ۱، از بیہقی)

(ف) معلوم ہوا کہ ماں باپ اور آل واولاد بلکہ اپنے نفس کے لئے حلال روزی کمانا بھی فی سبیل اللہ ہے۔

(حق نمبر: ۱۰)

ماں باپ اگر غیر مسلم ہوں تب بھی اُنکے ساتھ حسنِ سلوک کرنا

انکا ادب واحترام کرنا اور اُنکی برابر خدمت کرتے رہنا اگر وہ شرک اور معصیت کا حکم دیں تو اُنکی اطاعت سے انکار کر دینا اور انکا کہنا ہرگز نہ ماننا۔

"وان جاهداك على ان تشرك بى ما ليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما فى الدنيا معروفا".

(یعنی اگر ماں باپ دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک بناؤ جسکا تمہیں علم نہ ہو تو ہرگز انکا کہنا نہ مانو اور دنیا میں اُنکے ساتھ نیک سُلوک کرتے رہو)۔

ماں باپ کی شکر گزاری کا حکم دے کر ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کیسے ہی محسن سہی لیکن اللہ سے بڑھ کر نہیں ہیں، اگر ماں باپ اللہ کے ساتھ کسی کا شریک بنانے کا حکم دیں اور نہ صرف معمولی حکم دیں بلکہ اُس پر زور ڈالیں تب بھی اس بارے میں اُنکی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کرنا، سورۃ لقمان میں اِس امر کو واضح فرمایا پھر سورۃ عنکبوت میں دوبارہ دُہرایا، اگر ماں باپ کفر اور شرک کا نہ کہیں بلکہ اللہ جل شانہ کی کسی اور نافرمانی کا حکم دیں مثلاً فرض نماز، روزہ، حج ادا کرنے سے روکیں، یا شادی میں باجے گانے کا حکم دیں، یا

حرام کمانے کے لئے کہیں تو انکا حکم ماننے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق" (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے)، ماں باپ ہو یا مرشد ہو یا استاد ہو یا کسی بھی درجہ کا حاکم ہو، ان کی فرماں برداری صرف اسی صورت میں جائز ہے جس صورت میں خالقِ کائنات کی نافرمانی نہ ہوتی ہو، کسی بھی مخلوق کا وہ حکم ماننا جس کے سامنے اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو کسی حال میں دُرست نہیں ہے۔

سورۃ لقمان میں یہ بھی ارشاد فرمایا: "وصاحبهما فی الدنیا معروفا" (یعنی دنیا میں ماں باپ کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا) مطلب یہ ہے کہ ماں باپ صحیح راستہ پر نہ ہوں کافر ہوں یا فاسق ہوں اور تجھ کو بھی اپنے راستے پر ڈالنا چاہتے ہوں تو اُنکی فرماں برداری اور موافقت نہ کرنا لیکن اُن سے قطع تعلق بھی نہ کرنا بلکہ اُنکے ساتھ حسنِ سلوک کرتے رہنا اور خدمت میں فرق نہ آنے دینا آخرت میں ہر ایک اپنے کیئے کا پھل پائے گا۔

دنیا میں اچھا برتاؤ کرنا اس پر موقوف نہیں ہے کہ ماں باپ مسلمان ہوں اور متقی اور پرہیز گار ہوں، حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں آپ ﷺ نے قریشِ مکہ سے صلح کر رکھی تھی (یعنی صلح حدیبیہ) اس زمانہ میں میری والدہ میرے پاس آئیں (یعنی مدینہ منورہ)، اُس وقت وہ مشرک تھیں میں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول ﷺ میری والدہ آئیں ہیں اور اُنکی خواہش ہے کہ میں اپنے مال سے اُنکی خدمت کروں، (اِس بارے میں کیا ارشاد ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! اُن سے صلہ رحمی کرو۔ (بخاری و مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی اور خدمت گزاری میں کوتاہی نہ کرے اگرچہ ماں باپ مشرک ہوں البتہ اُنکا غلط راستہ اور باطل مذہب انکے کہنے سے بھی اختیار نہ کرے۔

حضرت ابن ابی وقاصؓ نے بیان فرمایا کہ آیت کریم ﴿وان جاهداك

علے ان تشرك بی ما لیس لك به علم فلا تطعھما ﴾ میرے بارے میں نازل ہوئی جسکا واقعہ یہ ہے کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ حُسن سُلوک کرتا تھا جب میں مسلمان ہوگیا تو کہنے لگیں کہ اے سعیدؓ یہ کیا نیا دین تو نے اختیار کیا ہے؟ تو اس نئے دین کو چھوڑ دے ورنہ میں نہ کھاؤں گی اور نہ پیوں گیں، حتیٰ کہ یونہی مرجاؤں گی، اورلوگ تجھے عار دلایا کریں گے اور کہا کریں گے کہ ''او...! اپنی ماں کو قتل کرنے والے''، میں نے کہا کہ امی جان آپ ایسا نہ کریں میں اپنے دین اسلام کو کسی حال میں نہیں چھوڑ سکتا، اسکے بعد میری والدہ نے ایک دن ایک رات نہیں کھایا جس کی وجہ سے (بھوکی، پیاسی، اورضعیف ہوگئی ہیں) تکلیف کا احساس ہونے لگا، اسکے بعد ایک اور دن، رات نہیں کھایا اور بہت ہی زیادہ تکلیف محسوس کرنے لگیں، جب میں نے یہ ماجرا دیکھا تو عرض کیا اے امی جان آپکو معلوم ہے اللہ کی قسم اگر آپکی سو جانیں بھی ہوں اور ہر ایک جان ایک ایک کرکے نکل جائے تب بھی اپنے دین اسلام کو چھوڑنے والا نہیں ہوں، آپ کا جی چاہے تو کھائیں جی چاہے تو نہ کھائیں میرے اس کہنے پر انہوں نے کھانا شروع کردیا۔ (تفسیر ابنِ کثیر، ص ۴۴۵، ج ۳)

(حق نمبر :۱۱)

ماں باپ کے لئے برابر دُعا کرتے رہنا

ماں باپ کے احسانات کو یاد کرکے اللہ کے سامنے گڑگڑانا اور انتہائی دل سوزی اور قلبی جذبات کے ساتھ اُنکے لئے رحم وکرم کی درخواست کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وقل رب ارحمهما كما ربّياني صغيرا'' (اور دُعا کرو کہ پروردگار اُن دونوں پر رحم فرما جس طرح اُن دونوں نے میری بچپن میں پرورش فرمائی تھی) یعنی پروردگار بچپن کی بے بسی میں جس رحمت اور جان فشانی اور رحمت وشفقت سے میری پرورش کی میری خاطر اپنے عیش کو قربان کیا پروردگار اب یہ بڑھاپے کی حالت

میں کمزوری اور بے بسی میں مجھ سے زیادہ خود رحمت وشفقت کے محتاج ہیں، یا اللہ اسکا کوئی بدلہ نہیں دے سکتا تو ہی انکی سرپرستی فرما اور انکی حالتِ زار پر رحم کر۔

(حق نمبر:۱۲)

ماں کی خدمت کا خصوصی خیال رکھنا

ماں طبعاً زیادہ کمزور اور حساس ہوتی ہے اور آپکی خدمت وسلوک کی زیادہ ضرورت مند ہوتی ہے، پھر اُسکے احسانات اور قربانیاں بھی باپ کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں اس لئے دین نے ماں کے حق کو زیادہ بتایا ہے اور ماں کے ساتھ احسان کی خصوصی ترغیب دی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ "ووصينا الانسان بوالديه احسانا حملته امه كرها ووضعته كرها وحمله وفصاله ثلثون شهرا"

(اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید فرمائی ہے، اُس کی ماں تکلیف اُٹھا اٹھا کر اس کو پیٹ میں لئے پھری، اور تکلیف ہی سے جنا، اور پیٹ میں اٹھانے اور دودھ پلانے کی یہ (تکلیف دہ) مدت ڈھائی سال ہے)۔

قرآن نے ماں باپ دونوں کے ساتھ سلوک کی تاکید کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ ماں کے مسلسل دکھ اُٹھانے اور تکلیف جھیلنے کا نقشہ بڑے ہی اثر انگیز انداز میں کھینچا ہے اور نہایت خوبی کے ساتھ نفسیاتی انداز میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جاں نثار ماں باپ کے مقابلہ میں تمہاری خدمت وسلوک کی زیادہ مستحق ماں ہے اور پھر اس حقیقت کو بھی اللہ کے رسول ﷺ نے بھی کھول کھول بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور پوچھا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ...! میرے نیک سلوک کا زیادہ مستحق کون ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں''، اس نے پوچھا: ''پھر کون؟''، آپ ﷺ نے

فرمایا: ''تیری ماں''، اس نے پوچھا: ''پھر کون؟''، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تیری ماں''، اس نے پوچھا: ''پھر کون؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تیرا باپ''۔ (الادب المفرد)

حضرت جاہمہؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! میرا ارادہ ہے کہ آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت کروں اور اسی لئے آیا ہوں کہ آپ ﷺ سے اس معاملہ میں مشورہ لوں'' (فرمایئے کیا حکم ہے؟)، نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا: ''تمہاری والدہ زندہ ہیں؟''، جاہمہؓ نے کہا: ''جی ہاں..! (زندہ ہیں)'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم جاؤ اور انکی خدمت میں لگے رہو کیونکہ جنت انہی کے قدموں میں ہے''۔ (ابن ماجہ، نسائی)

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اٹھائے طواف کرا رہا تھا اس نے حضور ﷺ سے عرض کیا: ''میں نے اس طرح خدمت کر کے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک سانس کا بھی حق ادا نہیں ہوا''۔

(تفسیر ابن کثیر، ص،۳۵، ج،۳)

حضرت اویسؓ نبی کریم ﷺ کے دور میں موجود تھے مگر آپ ﷺ کی ملاقات کا شرف حاصل نہ کر سکے انکی ایک بوڑھی ماں تھی، دن رات انکی خدمت میں لگے رہتے، نبی کریم ﷺ کے دیدار کی بڑی آرزو تھی، اور کون ایسا مومن ہوگا جو اس تمنا میں نہ تڑپتا ہو کہ اسکی آنکھیں رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے روشن ہوں، چنانچہ حضرت اویسؓ نے آنا بھی چاہا لیکن آپ ﷺ نے منع کر دیا فریضہ حج کی بھی انکے دل میں بہت تمنا تھی لیکن جب تک انکی والدہ زندہ رہیں انکی تنہائی کے خوف سے حج نہیں کیا اور انکی وفات کے بعد ہی یہ آرزو پوری ہو سکی۔

حضرت اویسؓ یمن کے رہنے والے تھے انکو حضور ﷺ نے خیر التابعین فرمایا اور یہ بھی فرمایا ان سے اپنے لئے دعائے مغفرت کرانا انھوں نے عہدِ نبوت میں اسلام

قبول کرلیا لیکن والدہ کی خدمت کی وجہ سے بارگاہِ رسالت میں حاضر نہ ہو سکے اور شرف صحابیت سے محروم ہوگئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے اس عمل پر نکیر نہیں فرمائی بلکہ قدردانی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ان سے دعا کرانا۔

والدین کا کیا مرتبہ ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اویسؒ کی والدہ ہیں، اس کے ساتھ انہوں نے حسنِ سلوک کیا، اگر اویس (کسی بات میں) اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ انکی قسم ضرور پوری فرمائیں۔ (باب فضائل اویس قرنیؒ)

(حق نمبر:۱۳)

رضاعی ماں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا

اسکی خدمت کرنا اور ادب واحترام سے پیش آنا، حضرت ابو طفیلؓ کہتے ہیں میں نے جعرانہ کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گوشت تقسیم فرمارہے ہیں، اتنے میں ایک عورت آئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب پہنچ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لئے اپنی چادر بچھادی وہ اس پر بیٹھ گئی، میں نے لوگوں سے پوچھا: ''یہ کون صاحبہ ہیں؟''، لوگوں نے بتایا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ماں ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔ (ابوداؤد)

(حق نمبر:۱۴)

والدین کی وفات کے بعد بھی انکا خیال رکھنا

اور انکے ساتھ نیک سُلوک کرنے کے لئے ذیل کی باتوں پر کاربند ہونا جیسا کہ اس حدیث میں ہے، حضرت ابوسعیدؓ نے بیان فرمایا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنی سلیمہ کا ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میرے والد کے مرنے کے بعد بھی کوئی ایسی چیز باقی ہے جس کے ذریعہ میں انکے

ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں...! (یہ چیزیں باقی ہیں):
(۱) انکے لیے رحمت کی دعا کرنا (جس میں نمازِ جنازہ بھی شامل ہے)۔
(۲) انکے لیے مغفرت کی دعا کرنا۔
(۳) ان کے بعد اس عہد کو نافذ کرنا جس کو وہ انجام دینا چاہتے تھے۔
(۴) وہ صلہ رحمی کرنا جو ماں باپ کے تعلق سے ہو، اور انکی رضا کے لئے ہو۔
(۵) ان سے محبت اور میل جول رکھنے والوں کا اکرام کرنا۔

(مشکوۃ المصابیح، ص، ۴۲۰، از ابوداود)

حدیث کی تفصیل:

اس حدیث میں پہلی بات یہ ارشاد فرمائی کہ ماں باپ کے لئے مغفرت کی دعائیں برابر کرتے رہنا قرآن پاک نے مومنوں کو یہ دعا سکھلائی ہے: "ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب" (یعنی پروردگار میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی اور سب ایمان والوں کو اُس روز معاف فرما دے جب حساب قائم ہوگا)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مرنے کے بعد جب مومن کے درجات بُلند ہوتے ہیں تو وہ حیرت سے پوچھتا ہے یہ کیسے ہوا؟، اللہ کی جانب سے اُسکو بتایا جاتا ہے کہ تمہاری اولاد تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرتی رہی (اور اللہ نے اسکو قبول کرلیا)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اسکے عمل کی مہلت ختم ہوجاتی ہے صرف تین چیزیں ایسی ہیں جو مرنے کے بعد بھی فائدہ پہنچاتی رہتی ہیں، ایک صدقہ جاریہ، دوسرا اسکا (پھیلایا ہوا وہ) علم جس سے لوگ فائدہ اُٹھائیں، تیسری وہ صالح اولاد جو اس کے لئے دعا مغرت کرتی رہے"۔

اس حدیث میں دوسری یہ بات ارشاد فرمائی کہ والدین کے کئے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کرنا اور وصیت کو پورا کرنا، ماں باپ نے اپنی زندگی میں بہت سارے لوگوں سے

کچھ وعدے کئے ہونگے (اپنے اللہ سے کچھ وعدے کئے ہونگے ،کوئی نذر مانی ہوگی، کسی کو کچھ مال دینے کا وعدہ کیا ہوگا) انکے ذمہ کسی کا قرض رہ گیا ہوگا اور ادا کرنے کا موقع نہیں پا سکے ہونگے مرتے وقت کچھ وصیتیں کی ہونگی ،اپنی ذمہ داری پر سب کاموں کو پورا کیجئے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت سعد ابن عبادہؓ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: ''یارسول ﷺ میری والدہ نے نذر مانی تھی لیکن وہ نذر پوری کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئیں کیا میں اُنکی طرف سے یہ نذر پوری کر سکتا ہوں؟''، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیوں نہیں ...تم ضرور انکی طرف سے نذر پوری کر دو''۔

اس حدیث میں تیسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ باپ کے دوستوں اور ماں کی سہیلیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرتے رہنا، انکو اپنے مشوروں میں اپنے بزرگوں کی طرح شریک رکھئے ،انکی رائے اور مشوروں کی تعظیم کیجئے ،ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سب سے زیادہ نیک سُلوک یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوست واحباب کے ساتھ بھلائی کرے''، ایک بار حضرت ابودرداءؓ بیمار ہوئے اور مرض بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ بچنے کی اُمید نہ رہی تو حضرت یوسف بن عبداللہؓ دور دراز سے اُنکی عیادت کے لئے تشریف لے گئے ،حضرت ابودرداءؓ نے انکو دیکھا تو تعجب سے پوچھا: ''تم یہاں کہاں؟'' یوسف بن عبداللہؓ نے کہا: ''میں یہاں محض اس لئے آیا ہوں کہ آپکی عیادت کروں کیونکہ کہ والد بزرگوار سے آپکے گہرے تعلقات تھے''۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ آیا تو عبداللہ بن عمرؓ تشریف لائے اور کہنے لگے کہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس کیوں آتا ہوں؟ میں نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا کہ آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''جو شخص قبر میں اپنے والد کے ساتھ نیک سُلوک کرنا چاہتا ہو تو اُسکو چاہئے کہ باپ کے مرنے کے بعد باپ کے

دوست احباب کے ساتھ نیک سُلوک کرے'' اور پھر فرمایا کہ میرے والد حضرت عمرؓ اور آپکے والد میں گہری دوستی تھی، میں چاہتا ہوں کہ اس دوستی کو نبا ہوں اور اسکے حقوق ادا کروں۔ (ابن حبان)

اس حدیث میں چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ ماں باپ کے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سُلوک کرنا اور انکے رشتوں کا پوری طرح پاس ولحاظ رکھنا، ان رشتہ داروں کے ساتھ بے نیازی اور بے پرواہی دراصل والدین سے بے نیازی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے آباؤ اجداد سے ہرگز بے پرواہی نہ برتو ماں باپ سے بے پرواہی برتنا اللہ کی ناشکری ہے''۔

(حق نمبر: ۱۵)

اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے

اگر زندگی میں خدانخواستہ ماں باپ سے حسنِ سلوک کرنے اور انکے حقوق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو، پھر بھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، مرنے کے بعد انکے حق میں برابر خدا سے دُعائے مغفرت کرتے رہنا چاہیے، توقع ہے کہ اللہ تعالٰی آپکی کوتاہی سے درگزر فرمادے اور آپکو اپنے صالح بندوں میں شامل فرمادے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی بندہ زندگی میں ماں باپ کا نافرمان رہا اور والدین میں سے کسی ایک کا یا دونوں کا اسی حال میں انتقال ہوگیا تو اب اسکو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے لئے برابر دُعا کرتا رہے اور اللہ سے انکی بخشش کی درخواست کرتا رہے یہاں تک کہ اللہ تعالٰی اسکو اپنی رحمت سے نیک لوگوں میں لکھ دے''۔

متفرق اہم مسائل:

(۱) ماں باپ کی اطاعت میں دوسروں کی حق تلفی جائز نہیں ،جس طرح بعض بے وقوف لوگ والدین کے حق میں تفریط یعنی کوتاہی کرتے ہیں اور انکی فرماں برداری کے واجب ہونے کی جو آیات اور احادیث ہیں انکو نذر انداز کرتے ہیں اور انکے حقوق کا وبال اپنے سر لیتے ہیں اسی طرح بعض دیندار والدین کے حق میں افرط کرتے ہیں یعنی ضرورت سے زائد اُنکی فرمانبرداری بجالاتے ہیں جس سے صاحبِ حق مثلاً بیوی یا اولاد کے حقوق تلف ہوتے ہیں اور اُنکے واجب ہونے کی رعایت اور نگہداشت نہیں کرتے، جس سے وہ احادیث نظر انداز ہو جاتی ہیں جن میں اُن لوگوں کے حقوق کی نگہداشت کا حکم ہے، اور اسی طرح انکے حقوق کے تلف ہونے کا وبال اپنے سر لیتے ہیں۔

(۲) اور جو امر شرعا نہ واجب ہو نہ ممنوع ہو بلکہ مباح ہو خواہ مستحب ہی ہو اور ماں باپ اسکو کرنے نہ کرنے کا کہیں تو اس میں تفصیل ہے، دیکھنا چاہئے کہ کہ اس امر کی اس شخص کو ایسی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر تکلیف ہوگی مثلا غریب آدمی ہے، پیسہ پاس نہیں ہیں اور بستی میں کوئی صورت کمائی کی نہیں ہے مگر ماں باپ جانے نہیں دیتے تو اس میں باپ کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔

(۳) اور اگر اس درجہ کی ضرورت نہ ہو کہ اس کے بغیر تکلیف ہوگی تو پھر دیکھنا چاہئے کہ اس کام کے کرنے میں کوئی خطرہ یا اندیشہ، ہلاک یا مرض کا ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس شخص کو اس کام میں مشغول ہونے سے کئی خادم یا سامان نہ ہونے کی وجہ سے ماں باپ کے تکلیف اٹھانے کا احتمال قوی ہے یا نہیں؟

(۴) اگر اس کام میں خطرہ ہے یا اسکے غائب ہو جانے سے بے سروسامانی کی وجہ سے ماں باپ کو تکلیف ہوگی تو انکی مخالفت جائز نہیں مثلا غیر واجب لڑائی میں جاتا ہے یا سمندر کا سفر کرتا ہے۔ یا اس کے جانے کے بعد ماں باپ کا کوئی خبر لینے والا نہ

رہے گا اور اس کے پاس اتنا مال بھی نہیں ہے کہ جس سے انکے لئے خادم اور خرچہ کا انتظام کر کے جائے اور وہ کام اور سفر بھی ضروری نہیں تو اس حالت میں انکی اطاعت واجب ہوگی۔

(۵) اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں ہے یعنی نہ اس کام یا سفر میں اسکو کوئی خطرہ ہے اور نہ انکی مشقت اور تکلیف کا ظاہر میں کوئی احتمال ہے، تو بلاضرورت بھی وہ کام یا سفر باوجود انکی ممانعت کے جائز ہے گو مستحب یہی ہے اس وقت بھی انکی اطاعت کرے اسی قاعدہ کلیہ سے ان فروع کا حکم بھی معلوم ہوگیا۔

(۶) مثلاً وہ کہیں کہ بیوی کو بلاوجہ **معتد بہ** طلاق دیدے تو اطاعت واجب نہیں ہے۔﴿حدیث﴾:" ابن عمر یحمل علی الاستحباب او علیٰ ان امر عمرؓ کان عن سبب صحیح".

(۷) وہ کہیں کہ عام کمائی ہم کو دیا کرو تو اس میں انکی اطاعت واجب نہیں اور اگر وہ اس پر جبر کریں تو گنہگار ہونگے۔﴿حدیث﴾:" انت و مالك لابیك محمول علیٰ الاحتیاج کیف وقدقال النبی ﷺ لا یحل مال امری الا بطیب نفسه".

(۸) اگر ماں باپ اولاد کے مال سے حاجت ضروریہ سے زائد مال لیں گے تو ان کے ذمہ قرض ہوگا اور قیامت میں دینا پڑیگا فقہاء کی تصریح اس کے لئے کافی ہے وہ اس کے معانی کو خوب سمجھتے ہیں خصوصا جبکہ حدیث حاکم میں ﴿اذا احتجتم﴾ کی قید مصرح ہے۔

متفرق مسائل

والدین کے حکم سے مال اور بیوی کو چھوڑنا:

اگر والدین اپنے بیٹے کو حکم دیں کہ بیوی کو چھوڑ دو یا سارا مال چھوڑ دو تو اگر فتنہ میں مبتلا کا اندیشہ ہو، مثلاً بیوی کو چھوڑ دینے سے زنا میں مبتلا ہونے اور مال خرچ

کرنے سے چوری وغیرہ میں مبتلا ہونے کا ڈر ہو تو انکی اطاعت نہ کرے، البتہ حتی الامکان انکی خوشی اور اطمینان کی کوشش کرے کہ انکی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے۔ اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو ان کی اطاعت واجب ہے اور ان کی خوشی اور اطاعت کی خاطر بیوی اور سارا مال چھوڑ دینے کا حکم ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے دس باتوں کا حکم دیا جس میں یہ یہ فرمایا کہ: ''اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تمہیں حکم دیں کہ اپنے گھر اور مال کو چھوڑ دے۔ (مسند احمد بن حنبل، ج:۶، ص:۳۱۶)

اور مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میری ایک بیوی جس سے مجھے محبت تھی اور میرے والد حضرت عمرؓ اس کو ناپسند کرتے تھے، انہوں نے مجھے اس کو طلاق دینے کا حکم دیا، میں نے انکار کر دیا تو وہ حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ سے تذکرہ کیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اس کی طلاق کا حکم دیا۔

(مسند احمد بن حنبل، ج:۶، ص:۴۲۱)

نکاح کے بعد لڑکی پر والدین کا حق:

والدین تو رخصت کر کے فارغ ہو گئے، ہفتہ میں ایک دفعہ لڑکی اپنے والدین کی زیارت کیلئے جا سکتی ہے مگر زیارت کر کے واپس چلی جائے، بغیر شوہر کی اجازت کے وہاں نہ رہے، والدین جب چاہیں لڑکی کو دیکھنے کیلئے اس کے مکان پر جا سکتے ہیں، مگر بغیر داماد کی اجازت کے رات کو وہاں نہ رہیں۔ (درمختار، ج:۳، ص:۶۰۲)

والدہ کی بے جا زیادتی پر اُن سے قطع تعلق:

واضح رہے کہ والدین جیسے بھی ہوں، آخر والدین ہیں، اُن کی ظاہری سختی سے متأثر ہو کر انکی دلی محبت اور شفقت کو نظر انداز کر دینا بے وفائی اور جفا ہے، اس لئے والدین اور بالخصوص والدہ سے قطع تعلق جو عام طور پر انسان ایک غیر لڑکی کی وجہ سے

کر جاتا ہے، کسی صورت میں جائز نہیں اور حق تلفی ہے، والدہ کا احترام اور انکی خدمت اور انکو خوش کرنا لازم ہے، عام رشتہ داروں سے جب قطع تعلق جائز نہیں تو والدین سے کہاں جائز ہوسکتا ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ ''دنیوی رنجش کی وجہ سے قطع تعلق کر دینے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی اور اس کی مغفرت نہیں ہوتی''۔

(مجمع الزوائد، ج:۸،ص:۱۵۱)

والدین میں نا اتفاقی ہو تو اس کا حکم:

والدین کی نا اتفاقی اس حد تک ہو کہ ایک کی خدمت سے دوسرے کی ناراضگی کا خطرہ ہو تب بھی دونوں کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے، اور جو غصہ کرے، خاموشی سے سن لیں اس پر اجر عظیم ملے گا، اللہ تعالیٰ نے اکثر آیات میں دونوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے:

''ووصّینا الانسان بوالدیه احسانا''. (سورۃ الاحقاف: ۱۵)

''لا تقل لهما اف''. (سورۃ الاسراء: ۲۳)

والدین کو کس طرح خوش کیا جائے؟

والدین اگر خلاف شرع بات نہ کرنے پر ناراض ہوں تو انکو پیار محبت سے سمجھا دیں اور انکی خدمت کیا کریں، جسمانی راحت بھی پہنچائیں اور کچھ ہدیہ، تحفہ بھی لے جایا جائے جو ان کو پسند ہو، وہ دیا جائے اور اللہ پاک سے دعا بھی کی جائے کہ ان کے دل سے نفرت نکال کر محبت پیدا فرمادے، انشاءاللہ کچھ مدت میں تغیر پیدا ہوگا۔

(شامی، ج:۴،ص:۷۸)

ماں باپ میں کس کا درجہ زیادہ ہے؟

احترام کے لحاظ سے باپ کا رتبہ زیادہ ہے، اور خدمت کے لحاظ سے ماں کا حق زیادہ ہے۔ (نفع المفتی:۴۲۲)

☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆

حقوق زوجین

ازدواجی زندگی کا تعلق

شادی کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کے ذریعے گناہوں سے بچ جائے اور بیوی اپنے میاں کے ذریعے گناہوں سے بچ جائے، اس لئے ان دونوں کو زندگی کا ساتھی کہتے ہیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کے ذریعے گناہوں سے بچنا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری والی زندگی گذارنے میں ایک دوسرے کا معاون بننا ہوتا ہے، ان کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ بہت مضبوط ہے، قرآن مجید میں انکے تعلق کے بارے میں ایسی مثال دی کہ دنیا کا کوئی مذہب ایسی مثال نہ دے سکا، ارشاد فرمایا:
"هن لباس لكم و أنتم لباس لهن" (تمہاری بیویاں تمہارا لباس ہیں اور تم اپنی بیویوں کا لباس ہو)۔

میاں بیوی کو لباس کیوں کہا.....؟

لباس کے دو فائدے ہیں، ایک تو اس سے انسان کے بدن کے عیب چھپ جاتے ہیں، اگر بے لباس مرد سے کہیں کہ لوگوں میں چلا جائے تو شرم کی وجہ سے اس کو پسینہ آجائے، اور اگر کوئی اسے لوگوں کے سامنے زبردستی بے لباس کردے تو جی چاہے گا کہ زمین پھٹے اور میں اندر اتر جاؤں، تو لباس کے ذریعے انسان اپنے اعضاء کو دوسروں سے چھپاتا ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ انسان کو زینت بخشتا ہے، جسم تو چادر سے بھی چھپ جاتا ہے لیکن عموماً اچھا لباس پہنتے ہیں، سنت طریقے سے سر پر عمامہ ہو، جبہ ہو، نیچے تہہ بند ہو یا پاجامہ شلوار ہو، تو اس طرح پہن کر جب انسان چلتا ہے تو شخصیت کو دیکھ کر لوگ متأثر ہوتے ہیں، معلوم ہوا کہ کپڑوں نے انسان کی شخصیت کو زیبائش بخشی، یہ لباس کا دوسرا فائدہ ہے۔

میاں بیوی کے تعلق کے یہ دو فوائد بڑے اہم ہیں، اگر بیوی نہ ہو تو خاوند اپنے

جنسی تقاضوں کی خاطر نہ معلوم کہاں کہاں منہ مارتا پھرے اور لوگوں کے سامنے ذلت و رسوائی اٹھاتا پھرے، یوں میاں بیوی کی زندگی کی وجہ سے اسکی شخصیت کے عیب چھپ گئے، اور دوسری بات یہ کہ اگر مرد کو اکیلا گھر میں رہنا پڑے تو گھر کے اندر بھی بے ترتیبی ہوگی اور اسکی زندگی کا کوئی کام ڈھنگ کا نہ ہوگا، نہ اس کا لباس صاف ستھرا ہوگا نہ اس کے گھر کے کھانے پکانے کا نظام ٹھیک ہوگا، لہٰذا اس کی زندگی میں جمال نہیں ہوگا، ہر وقت ملال یعنی اکتاہٹ رہے گی،۔

بیوی آنے سے انسان کی زندگی کو زینت نصیب ہوتی ہے، ایک تیسری چیز ہے جو یہاں سمجھ آتی ہے، وہ یہ کہ لباس انسان کے جسم کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو لباس سے زیادہ انسان کے جسم کے زیادہ قریب ہو، تو قرآن مجید میں جو لباس کی مثال دی اس سے بتانا یہ مقصود تھا کہ میاں بیوی کو پیغام مل جائے کہ اے خاوند...! تیرے لئے اب زندگی میں سب سے زیادہ قریب ترین ہستی تمہاری بیوی ہے، اور بیوی کو یہ پیغام دیا گیا کہ تیرے لئے اب زندگی میں قریب ترین ہستی تمہارا خاوند ہے، تم دونوں ایک دوسرے کے لباس کی طرح ایک دوسرے کے جسم کے قریب ہو۔ جب کوئی چیز اتنی قریب ہوتی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے انسان کو محبت ہوتی ہے، تعلق ہوتا ہے، تو قرآن مجید میں میاں بیوی کے تعلق کو اتنے خوبصورت لفظ کے ساتھ مع تشریح واضح کر دیا، اور یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اسلام جس اعلیٰ تہذیب و تمدن کا داعی ہے وہ اسی وقت وجود میں آ سکتا ہے، جب ہم ایک پاکیزہ معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہوں اور پاکیزہ معاشرے کی تعمیر کیلئے ضروری ہے کہ آپ خاندانی نظام کو زیادہ سے زیادہ مضبوط اور کامیاب بنائیں۔

اسلام میں نکاح کا مقام:

دین اسلام نے نکاح کو عبادت کہا، چنانچہ حدیث پاک میں فرمایا: ''النکاح نصف الایمان'' کہ نکاح تو آدھا ایمان ہے، اور احادیث میں آتا ہے کہ جب آدمی

نکاح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک نماز پڑھنے پر اکیس نمازوں کے پڑھنے کا ثواب عطا فرماتے ہیں، یہ اس لئے کہ اب اس نوجوان پر حقوق اللہ بھی ہیں اور حقوق العباد بھی، حقوق العباد کو پورا کرنے کے بعد پھر جب اس نے حقوق اللہ کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ثواب کو بڑھا دیا، دنیا میں اسلام ہی نے ازدواجی زندگی کو عبادت کہا، ورنہ تو پہلے مذاہب ایسے تھے کہ ساری زندگی کنوارہ رہنا نیکی سمجھتے تھے، وہ یہ کہتے تھے کہ مرد عیسی صفت بن کر رہے اور عورت مریم صفت بن کر رہے اور دونوں کنوارے پن کی زندگی گذاریں تب جا کر اپنے رب کو راضی کر سکیں گے، اس کو رہبانیت کہتے ہیں، دین اسلام نے کہا کہ یہ بدعت ہے، اللہ ربّ العزت نے اس کا کبھی بھی حکم نہیں دیا اسلئے کہا گیا ''لا رهبانية في الاسلام'' اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

خاندانی زندگی کا آغاز شوہر اور بیوی کے پاکیزہ ازدواجی تعلق سے ہوتا ہے، اس تعلق کی خوشگواری اور استواری اسی وقت ممکن ہے جب شوہر اور بیوی دونوں ہی ازدواجی زندگی کے آداب و فرائض سے بخوبی واقف ہوں، اور ان آداب کو بجالانے کیلئے پوری دل سوزی، خلوص اور یکسوئی کی ساتھ سرگرمِ کار بھی، ذیل میں ہم پہلے ان باتوں کو بیان کرتے ہیں جنکا تعلق شوہر سے ہے، اور پھر ان باتوں کو بیان کرینگے جنکا تعلق بیوی سے ہے۔

شوہر پر بیوی کے حقوق

(حق نمبر ۱)

بیوی کے ساتھ اچھے سلوک کی زندگی گذارنا

اس کے حقوق کشادہ دلی کے ساتھ ادا کرنا، اور ہر معاملے میں احسان اور ایثار کی روش اختیار کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وعاشروهن بالمعروف'' (القرآن)

(ترجمہ): اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی گذارو۔

افسوس ہے کہ انسان کو اگر ملک کا وزیر اعظم خط لکھ دے کہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا کیونکہ تمہاری بیوی میری بیٹی کے ساتھ پڑھی ہوئی ہے، تو بتائیے کہ آپ اس کو ستا سکتے ہیں؟

اگر شیر کسی کے ساتھ چلے اور کہہ دے کہ آج کسی ٹیڈی کو مت دیکھنا ورنہ سمجھ لو کہ اگر میں صرف ''ہوں'' سے آواز لگادوں تو تمہارا قبض ٹوٹ جائیگا تو انسان کیا کریگا....؟ وہ دونوں ہاتھوں کو آنکھوں پر رکھ لے گا اور کہیں گا کہ شیر صاحب...! دیکھو بدگمانی نہ کرنا، میں کسی کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ آہ....! ایک مخلوق سے ہم اتنا ڈرتے ہیں۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ کی سفارش ہے کہ اپنی بیویوں سے اچھے اخلاق سے پیش آو، بیوی چاہے جوان ہو یا بوڑھی ہو، چاہے اسکے منہ میں دانت نہ ہو بلکہ جب بوڑھی ہوجائے تو اور زیادہ اس کا خیال رکھو۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانے کے مجدّد تھے، وہ فرماتے ہیں کہ ''جو اپنی بیویوں کو ستائے، ان سے اچھے اخلاق سے پیش نہ آئے اور اللہ تعالیٰ سفارش کو رد کدے، یہ بے غیرت مرد ہے، کیونکہ وہ کمزور ہے، تمہارے قبضہ میں ہے، اسکے باپ اور بھائی دور ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد:

''لوگو سنو....! عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں، تمہیں ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے کا کوئی حق نہیں، سوائے اس صورت کے جب انکی طرف سے کھلی نافرمانی سامنے آئے، اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو پھر خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو، اور انہیں مارو تو ایسا نہ مارنا کہ شدید چوٹ آجائے، اور پھر جب وہ تمہارے کہنے پر چلنے لگیں تو ان کو خوامخواہ ستانے کیلئے بہانے نہ ڈھونڈو، دیکھو سنو....! تمہارے کچھ حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں

کے کچھ حقوق تم پر ہیں، ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو ان لوگوں سے نہ روندوائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو، اور تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو ہرگز نہ گھسنے دیں جن کا آنا تمہیں ناگوار ہو اور سنو.....! ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم انہیں اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ''۔ (ریاض الصالحین)

یعنی ان کے کھلانے پلانے کا ایسا انتظام کرو جو زوجین کی بے مثال قربت، قلبی تعلق اور جذبۂ رفاقت کے شایانِ شان ہو۔

(حق نمبر ۲)

جہاں تک ہو سکے بیوی سے خوش گمان رہنا

اس کے ساتھ نباہ کرنے میں تحمل، بردباری اور عالی ظرفی کی روش اختیار کرنی چاہئے، اگر اس میں شکل وصورت یا عادت واخلاق یا سلیقہ اور ہنر کے اعتبار سے کوئی کمزوری بھی ہو تو صبر وتحمل کا مظاہرہ کیجئے، اور اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھتے ہوئے فیاضی درگذر، ایثار اور مصالحت سے کام لیجئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَالصُّلْحُ خَيْرٌ'' اور مصالحت خیر ہی خیر ہے۔ اور مومن کو ہدایت کی گئی ہے: ''فإن كرهتموهن فعسىٰ أن تكرهوا شيئاً ويجعل الله فيه خيراً كثيراً''. (ترجمہ): ''پھر اگر وہ تمہیں (کسی وجہ سے) ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز نہ پسند ہو، مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں (تمہارے لئے) بہت کچھ بھلائی رکھدی ہو''۔

اسی مفہوم کو نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں یوں واضح فرمایا ہے: ''کوئی مومن اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر بیوی کی کوئی عادت اسے ناپسند ہے تو ہو سکتا ہے کہ دوسری خصلت اس کو پسند آجائے''۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر خاتون میں کسی نہ کسی پہلو سے کوئی کمزوری ضرور ہوگی، اگر شوہر کسی عیب کو دیکھتے ہی اس کی طرف سے نگاہیں پھیر لے اور دل کو برا کرلے تو پھر

کسی خاندان میں گھریلو خوشگواری مل ہی نہ سکے گی، حکمت کی روش یہی ہے کہ آدمی درگذر سے کام لے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہوئے عورت کے ساتھ خوش دلی سے نباہ کرنے کی کوشش کرے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کے واسطے سے مرد کو کچھ ایسی بھلائیوں سے نوازے جن تک مرد کی کوتاہ نظری نہ پہنچ رہی ہو۔ مثلاً عورت میں دین وایمان اور سیرت واخلاق کی کچھ ایسی ممتاز خوبیاں جنکے باعث وہ پورے خاندان کے لئے رحمت ثابت ہو، یا اس کی ذات سے کوئی ایسی روح سعید وجود میں آئے جو ایک عالم کو فائدہ پہنچائے، اور رہتی دنیا تک باپ کے لئے صدقۂ جاریہ بنے، یا عورت مرد کی اصلاح حال کا ذریعہ بنے اور اسکو جنت سے قریب کرنے میں مددگار ثابت ہو یا پھر اس کی قسمت سے دنیا میں اللہ تعالیٰ اس مرد کو کشادہ روزی اور خوشحالی سے نوازے۔ بہرحال عورت کے کسی ظاہری عیب کو دیکھ کر بے صبری کے ساتھ ازدواجی تعلق کو برباد نہ کیجئے بلکہ حکیمانہ طرز عمل سے آہستہ آہستہ گھر کی فضاء کو مزید خوشگوار بنانے کی کوشش کرنا چاہئے۔

سب جوڑے مقدر ہیں، اللہ تعالیٰ کے لکھے بغیر کچھ نہیں ہوتا، جسکی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے جو لکھ دیا اس پر راضی رہو، یہ بیویاں جنت میں حوروں سے زیادہ حسین کردی جائینگی، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے روح المعانی میں پارہ (۲۷) سورۃ الرحمٰن کی تفسیر کے ذیل میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ .....! جنت میں حوریں زیادہ حسین ہونگی یا مسلمان بیویاں ...؟ حضرت امّ سلمہ ؓ یہ سوال کر کے قیامت تک عورتوں پر احسان کر گئیں، آج ہی یہ حدیث اپنی بیویوں کو ضرور سنا دینی چاہئے۔ سرورِ دوعالم ﷺ نے فرمایا:

''اے امّ سلمہ...! جنت میں مسلمان بیبیاں حوروں سے زیادہ حسین کردی جائینگی''، پوچھا: وَبِمَ ذَاکَ؟ ایسا کیوں ہوگا.....؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حوروں نے نمازیں نہیں پڑھی ہیں، روزے نہیں رکھے ہیں، شوہروں کی خدمت نہیں کی ہے،

بچے جننے کی تکلیف نہیں اٹھائی ہے اور مسلمان عورتوں نے نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں، حج کیا ہے، شوہروں کی خدمت کی ہے، بچے جننے کی تکلیف اٹھائی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"بِصَلَاتِهِنَّ وَصِيَامِهِنَّ وَعِبَادَتِهِنَّ أَلْبَسَ اللّٰهُ وُجُوهَهُنَّ النُّوْرَ".

(روح المعانی، ج:۲۷، ص:۱۲۶)

"ان کی نمازوں، روزوں اور ان کی عبادت کی وجہ سے ان کے چہروں پر اللہ اپنا نور ڈال دیگا"۔ جو مستزاد ہوگا، اضافی ہوگا، حوروں کے اندر وہ نور نہ ہوگا، اللہ جس پر اپنا نور ڈال دے اس کے حسن کا کیا عالم ہوگا۔

(حق نمبر ۳)

عفو وکرم کی روش اختیار کرنا اور بیویوں کی کوتاہیوں، نادانیوں اور سرکشیوں سے چشم پوشی کرنا

عورت عقل کے اعتبار سے کمزور اور نہایت ہی جذباتی ہوتی ہے، اس لئے صبر و سکون، رحمت وشفقت اور دل سوزی کے ساتھ اس کو سدھارنے کی کوشش کرنا چاہئے اور صبر وضبط سے کام لیتے ہوئے نباہ کرنا چاہئے، ایک دوسرے کے ساتھ درگذر سے کام لینا چاہئے، جب انسان غیروں کو معاف کر دیتا ہے تو اپنوں کو تو جلدی معاف کر دینا چاہئے، پھر خاوند تو یہ سوچے کہ اس بیوی نے میری خاطر جوانی قربان کر دی، اپنا سب کچھ قربان کر کے میرا گھر اس نے آباد کیا، اب اس کا حق یہ تو ہے کہ میں اسے معاف کر دوں، اس کی ہر غلطی کو اللہ تعالیٰ کیلئے معاف کر دینا چاہئے، جب آپ بیوی کو اللہ تعالیٰ کے لئے معاف کریں گے تو دیکھئے گا اس کی برکت ہوگی لیکن آج کل خاوند کا حال بہت برا ہے کسی کو تو کیا معاف کرینگے گھر میں بیوی کی بھی چھوٹی موٹی غلطی معاف نہیں کرتے، اور دین اسلام کی تعلیم تو یہی ہے کہ گھر میں محبت کی فضا قائم

رکھی جائے، اگر ہم باتوں میں دل چسپی لیں اور اسلامی تعلیم کی روشنی میں زندگی گذارنے کا عزم لیکر اٹھ کھڑے ہوں تو یہ بات کچھ دور نہیں کہ ہمارا گھر بھی جنت کا نمونہ بن جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ".

(سورۃ التغابن، آیت: ۱۴)

(ترجمہ): مومنوں...! تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولاد تمہارے دشمن ہیں، سوان سے بچتے رہو اور اگر تم عفو و کرم، درگذر اور چشم پوشی سے کام لو تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نہایت ہی زیادہ رحم کرنے والا ہے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلیوں میں سب سے زیادہ اوپر کا حصہ ٹیڑھا ہے، اس کو سیدھا کرو گے تو ٹوٹ جائیگی، اور اگر اس کو چھوڑے رہو تو ٹیڑھی ہی رہے گی، پس عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو"۔

(بخاری و مسلم)

لہٰذا اگر انسان گھر میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے یا بیوی سے کوتاہی ہو جائے، مثلاً: اس نے کپڑے تیار کرنے تھے مگر وہ نہیں کر پائی، کھانا تیار کرنا تھا، وقت پر نہیں کر سکی، کسی بچے کا کوئی کام سمیٹنا تھا، نہیں سمٹ سکی تو وہ سوچے کہ بیوی بھی انسان ہے، اگر وہ اچھے کام کرتی ہے تو اس سے اس قسم کی کوتاہیاں، غلطیاں اور سستی بھی ہو سکتی ہے۔

بہر حال خاوند کو دل بڑا رکھنا چاہئے اور چھوٹی موٹی کوتاہیوں سے درگذر کرنا چاہئے اس لئے کہ دل جتنا بڑا ہوگا اتنا ہی انسان گھر کے اندر عظیم سمجھا جائیگا، جب انسان کسی غلطی کا بدلہ لے سکتا ہو، ڈانٹ پلا سکتا ہو، سزا دے سکتا ہو اور پھر اس کو معاف

کر دے تو جس کو معاف کر رہا ہے اس کے دل میں کسی قدر عظمت بڑھ جائیگی، لہٰذا چھوٹی موٹی غلطیوں پر نصیحت تو کر دینی چاہئے مگر ڈانٹ ڈپٹ ہر وقت نہیں کرنی چاہئے، پھر ڈانٹ ڈپٹ کی اہمیت ہی ختم ہو جاتی ہے، بیوی سمجھتی ہے کہ اس کا ہر وقت کام ہی یہی ہے، اس کا تو کوئی اور کام ہی نہیں ہے، لہٰذا چھوٹی موٹی غلطیوں سے درگذر کر دینا۔ مثلاً کھانے میں نمک زیادہ ہو گیا تو یہ کام تو کسی بھی انسان سے ہو سکتا ہے بلکہ اگر خاوند کو کام کرنے کو کہیں تو میرا خیال ہے کہ یہ دن میں دس غلطیاں کریگا اور بیوی کو دس مرتبہ ڈانٹ ڈپٹ کا موقع مل جائیگا جبکہ بیوی بے چاری دس میں سے نو کام ٹھیک کر کے دکھاتی ہے اور ایک کام میں غلطی ہوتی ہے تو خاوند اس کو معاف بھی نہیں کرتا لہٰذا بندے کو اچھا گھر چلانے کیلئے دل بھی بڑا رکھنا چاہئے، یہ دراصل ایک انگریزی مقولہ کا خلاصہ ہے:

"To run a big show, one should have a big heart''.

چھوٹی موٹی غلطیوں سے درگذر کر دینے اور ان کو معاف کر دینے سے بیوی بچوں میں اعتماد زیادہ ہوتا ہے اور پھر وہ زیادہ محبت کرتے ہیں، پیار سے سمجھا دینا چاہئے اسکا فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔

ایک بزرگ گذرے ہیں، انکے بارے میں بعض کتابوں میں ہے کہ ان کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ بڑے بڑے باغات میں ہیں، پوچھا کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو پسند آ گیا کہ جنت عطا فرما دی؟ فرمانے لگے: میرے اور عمل تو کوئی پیش ہی نہیں ہوئے تھے، ایک مرتبہ گھر میں کھچڑی بنی تھی مگر اس میں نمک زیادہ تھا، میں نے دل میں سوچا کہ بیوی کو اس پر کیا تنقید کرنا، چلو پکا بیٹھی چنانچہ میں نے سر جھکا کر اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر اسکو کھا لیا، پروردگار کو یہ عمل پسند آیا، تو نے میری نعمت کی قدردانی کی، تو اس بات کا مستحق ہے کہ میں تجھے اور نعمتیں عطا فرماؤں۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کتنی اچھی بات ہے۔

(حق نمبر ۴)

بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کرنا

بیوی کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آنا چاہئے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:
''کامل ایمان والے مومن وہ ہیں جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے اچھے ہوں''۔

(ترمذی شریف)

اپنی خوش اخلاقی اور نرم مزاجی جانچنے کا اصل میدان گھریلو زندگی ہے، گھر والوں ہی سے ہر وقت واسطہ رہتا ہے اور گھر کی بے تکلف زندگی میں ہی مزاج و اخلاق کا ہر رخ سامنے آتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ وہی مومن اپنے ایمان میں کامل ہے جو گھر والوں کے ساتھ خوش اخلاق، خندہ پیشانی اور مہربانی کا برتاؤ رکھے، گھر والوں کی دلجوئی کرے اور پیار و محبت سے پیش آئے۔

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب تشریف لاتے تھے تو مسکراتے ہوئے آتے تھے، آنکھ بند کر کے عرش اعظم پر نہیں رہتے تھے، زمین والوں کا حق بھی ادا کرتے تھے حالانکہ آپ کو امت کا کتنا غم تھا، ہر وقت کفار سے مقابلہ، ایک جہاد ختم ہوا، تلوار رکھنے نہ پائے تھے کہ دوسرے جہاد کا اعلان ہو گیا لیکن اس کے باوجود ایسا نہیں ہوا کہ آپ گھر میں داخل ہوئے ہوں اور چہرۂ انور پر تبسّم نہ ہو۔

اپنی بیویوں کے پاس مسکراتے ہوئے آنا، یہ سنت آج چھوٹی ہوئی ہے، جو بے دین ہے وہ فرعون بن کر آتے ہیں، بڑی بڑی مونچھیں تان کر کے، آنکھیں لال کر کے تاکہ رعب رہے ایسا نہ ہو کہ مجھے کچھ کہہ دے، اس لئے اس پر رعب جمانے کے لئے نمرود و فرعون بن کر آتے ہیں اور جو دین دار ہیں وہ بابا بایزید بسطامی (علیہ الرحمۃ)، خواجہ معین الدین چشتی (علیہ الرحمۃ) اور بابا فرید الدین عطار بن کر آتے ہیں، مراقبہ میں آنکھیں بند کئے ہوئے، گویا عرش پر رہتے ہیں، زمین کی بات تو جانتے ہی نہیں۔

دونوں زندگیاں سنت کے خلاف ہیں، گھر میں اپنی بیویوں کے پاس جائیں تو مسکراتے ہوئے جائیں، اس سے بات کیجئے، تسبیحات سے زیادہ ثواب اس وقت یہ کہ اس کا حق ادا کیجئے۔

یہ مسکرانا، ہنسنا، بولنا عبادت میں داخل ہے، رات بھر نفل میں جاگنا اور بیوی سے بات نہ کرنا یہ صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی سنت کے بھی خلاف ہے، ایک کم عمر صحابی کے پاس ایک بڑی عمر والے صحابی گئے، انہوں نے عبادت شروع کر دی تو ان بزرگ صحابی نے فرمایا:

"إِنَّ لِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا". (''تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے''۔)

میں تمہارا مہمان ہوں، مجھ سے باتیں کرو، اس کے بعد فرمایا کہ جاؤ اب اپنی بیوی کا حق ادا کرو۔

"إِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا". (''تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے''۔)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتیں، جب حضور ﷺ تشریف لاتے تو سب اِدھر اُدھر چُھپ جاتیں، آپ ﷺ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک ایک کو میرے پاس بھیجتے تاکہ میرے ساتھ کھیلیں۔ (بخاری و مسلم)

ایک بار حج کے موقع پر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ بیٹھ گیا اور وہ سب سے پیچھے رہ گئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہی ہیں، آپ ﷺ رک گئے اور اپنے دست مبارک سے چادر کا پلّو لیکر ان کے آنسو پونچھے، آپ ﷺ آنسوں پونچھتے جاتے اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھیں۔

(حق نمبر ۵)

بیوی کی ایذا رسانی پر صبر کرنا

مرد کو اپنی بیوی سے اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہئے، ان کی کڑوی زبان کو

برداشت کرنا چاہئے، نہ برداشت ہو تو تھوڑی دیر کیلئے گھر سے باہر چلے جانا چاہئے، سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر بیوی کڑوی بات کر رہی ہو تو ایک گلاب جامن اس کے منہ میں ڈال دو تا کہ گالی بھی میٹھی میٹھی نکلے، عام لوگ ڈنڈے سے اس کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں حالانکہ بیویاں ڈنڈوں سے ٹھیک نہیں ہوتیں۔

دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، بخاری شریف کی حدیث ہے: ''اَلْمَرْأَۃُ کَالضِّلَعِ''. (عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے) کیونکہ یہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، لہٰذا اس میں کچھ نہ کچھ ٹیڑھا پن تو رہے گا۔

''اِنْ اَقَمْتَھَا کَسَرْتَھَا'' (اگر اس کو سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے) طلاق تک نوبت پہنچ جائیگی۔

''وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِھَا اِسْتَمْتَعْتَ بِھَا وَفِیْھَا عِوَجٌ''. (اور اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو فائدہ اٹھالو اور اس میں ٹیڑھا پن باقی رہے گا) جس طرح کسی آدمی کی پسلی ٹیڑھی ہو وہ پسلی کے سلسلے میں ڈاکٹر کے پاس جا کر نہیں کہتا کہ ڈاکٹر صاحب...! میری پسلی سیدھی کر دو بلکہ وہ اسی پسلی سے کام چلاتا ہے اور اسی سے نفع اٹھاتا ہے، اسی طرح عورت کے ٹیڑھے پن کے ساتھ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو، اس سے بھی راحت مل جائیگی، اولاد بھی اس سے ہو جائیگی، ہوسکتا ہے کہ کوئی ولی اللہ اس سے پیدا ہو جائے جو قیامت کے روز آپ کی مغفرت کا ذریعہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''بعض چیز تم ناپسند کرتے ہو اور اس میں تمہارے لئے خیر ہوتی ہے''۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی، عالم پیدا ہو جائے جو بروزِ قیامت آپ کے کام آئے اس لئے صورت پر نہ جائے، بیویوں کو حقیر مت سمجھئے، رنگ و روغن پر مت دیکھئے، جیسی بھی ہے ان سے نباہ کر لیجئے، اگر ان سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو ان کے فطری ٹیڑھے پن کو برداشت کرنا پڑیگا۔ حدیث پاک کے الفاظ ہیں ''وفیھا

عِوَجٌ''(حدیث مع ترجمہ اوپر گذر گیا)۔

علامہ قسطلانیؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''فِيهِ تَعْلِيمٌ لِلْاِحْسَانِ إِلَى النِّسَاءِ وَالرِّفْقِ بِهِنَّ وَالصَّبْرِ عَلٰى عِوَجِ أَخْلَاقِهِنَّ لِضُعْفِ عُقُولِهِنَّ''.

''اس حدیث پاک میں عورتوں کے ساتھ احسان کرنے اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنے اور ان کے اخلاقی ٹیڑھے پن پر صبر کرنے کی تعلیم ہے کیونکہ ان کی عقل کمزور ہوتی ہے''۔ (ارشادالساری، ج:۸،ص:۷۸)

جنکی عقل کم ہوتی ہے وہ جلدی لڑ پڑتے ہیں، مردوں اور بچوں کو بھی دیکھئے جس کی عقل کم ہوگی وہ زیادہ لڑتا ہے۔ عورتیں بھی عقل کی کم ہیں اس لئے ان کی ''تو تو میں میں'' کو برداشت کیجئے، دیکھئے کتنی زبردست تعلیم اس حدیث مبارکہ میں دی گئی ہے کہ عورتوں کو سیدھا کرنے کی کوشش مت کرو، انکے ٹیڑھے پن کو برداشت کرو۔

ایک حدیث پاک میں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''يَغْلِبْنَ كَرِيمًا وَيَغْلِبُهُنَّ لَئِيمٌ فَأُحِبُّ أَنْ أَكُونَ كَرِيمًا مَغْلُوبًا وَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ لَئِيمًا غَالِبًا''.

''(عورتیں) کریم النفس (شوہروں) پر غالب آجاتی ہیں اور کمینے لوگ ان پر غالب آجاتے ہیں، میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں کریم رہوں (چاہے) مغلوب رہوں اور میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ کمینہ اور بداخلاق ہوکر ان پر غالب آجاؤں''۔

(روح المعانی، ج:۵،ص:۱۴)

اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''یغلبن کریما'' عورتوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ جو شوہر کریم ہوتے ہیں، انتقام نہیں لیتے، ڈنڈے نہیں مارتے بلکہ بجائے ڈنڈے کے انڈے کھلاتے ہیں ایسے کریم النفس شوہروں پر بیویاں غالب آجاتی ہیں۔

دوسرا جملہ ''ویغلبھن لئیم'' اور کمینے لوگ ان پر غالب آجاتے ہیں، جوتے لگا

کر، ڈنڈے مار کر، بے چاری کمزور ہوتی ہیں، انکا باپ، بھائی کوئی وہاں نہیں ہوتا، ایک لات دو گھونسے مار دیئے، آہ بھر کر بے چاری خاموش ہوگئی اور مارے ڈر کر پھر کبھی بھی ناز نہ دکھایا، حالانکہ یہ ان کا شرعی حق ہے اس کے بعد ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "فاحب أن أكون كريما مغلوبا" یہ کون فرمارہے ہیں...؟ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (جسکا مفہوم ہے) میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں کریم رہوں چاہے مغلوب رہوں، بیویاں مجھ سے بلند آواز سے بات کریں لیکن میں اپنے اخلاقی بلندیوں کے منائر کو گرانے نہ دوں، اپنے اخلاقی بلندیوں کو قائم رکھوں، ان پر کریم رہوں، ان کی باتوں کو برداشت کرلوں، اللہ میاں کی بندیاں سمجھ کر معاف کردوں۔ "وَلَا اُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ لَئِيْمًا غَالِبًا" اور میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں کمینہ اور بد اخلاق ہو کر ان پر غالب آجاؤں اور میری اخلاقی بلندیوں میں نقصان آئے۔

(حق نمبر ٦)

خوشگوار ازدواجی زندگی کا بہترین اصول غصہ نہ کرنا

جو شخص اللہ کے غصب کو اور اللہ کی طاقت کو یاد کریگا، غصہ میں بے قابو نہیں ہوسکتا، ایک صحابی اپنے غلام کی پٹائی کررہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"اَللّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ".

اے شخص...! تجھ کو جتنی طاقت اس غلام پر ہے اس سے زیادہ طاقت اللہ تعالیٰ کو تجھ پر ہے، صحابی کہتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میں نے عرض کیا: اس غلام کو میں آزاد کرتا ہوں اللہ کی رضا کی خاطر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم اس غلام کو آزاد نہ کرتے تو تجھ کو جہنم کی آگ لپیٹ لیتی"۔ (مسلم، ج:۲،ص:۵۱) معلوم ہوا کہ جب غصہ آئے تو اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھی یاد کیجئے۔

حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

"مَنْ كَفَّ غَضَبَهُ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ." (جس نے غصے

کو روک لیا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنا عذاب اس سے روک لینگے)

(مشکوٰۃ شریف، ص:۴۳۴)

حضرت ابو بکر صیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ایک رشتہ دار پر ان کی غلطی کی وجہ سے سخت غصہ آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمادی:

"الا تحبّون أن يّغفر اللّٰه لكم".

"کیا تم (اے صدیق اکبر) اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ (تم میرے اس بندہ کی غلطی کو معاف کردو جو بدری صحابی ہے اور) اللہ تم کو (قیامت کے دن) معاف کردے"۔

صدیق اکبرؓ نے قسم اٹھائی:

"وَاللّٰهِ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِیْ".

"خدا کی قسم میں محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف کردے"۔ (اور میں اپنے رشتہ دار کی خطا معاف کرتا ہوں)۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک شخص کو اپنی بیوی پر غصّہ آیا تھا، سالن میں نمک تیز کردیا تھا لیکن پھر اسے اللہ یاد آیا اور دل میں کہا کہ اسے کچھ نہ کہوں گا، دل ہی دل میں اللہ سے سودا کرلیا کہ اے اللہ...! یہ آپ کی بندی ہے، میری بیوی تو ہے لیکن آپکی بندی بھی ہے، بس یہی چیز لوگ یاد نہیں کرتے اور یاد نہیں رکھتے، وہ سمجھتے ہیں کہ صرف میری بیوی ہے، یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی بندی ہے، اللہ آسمان سے دیکھ رہا ہے، ایسا نہ ہو کہ زیادتی ہوجائے، جنہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی، دیکھا گیا ہے کہ ایسے ظالموں کا بہت بُرا حشر ہوا، اکثر دیکھا گیا کہ فالج ہوگیا، پڑے پڑے ہگ رہے ہیں یا اور کسی مصیبت میں مبتلا ہوگئے، ظلم کی سزا بہت خطرناک ہوتی ہے۔

لہٰذا اس نے معاف کردیا، جب ان کا انتقال ہوا تو حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی نے اس کو خواب میں دیکھا، پوچھا: بھائی...! تمہارے ساتھ اللہ

تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا....؟ اس شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک دن تمہاری بیوی سے کھانے میں نمک تیز ہو گیا تھا، تم کو غصہ بہت آیا تھا لیکن تم نے مجھ کو خوش کرنے کیلئے اسے معاف کر دیا تھا میری بندی سمجھ کر، اس کے بدلے آج میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔

(حق نمبر ۷)

پوری فراخ دلی کے ساتھ رفیق حیات کی ضروریات فراہم کرنا اور تنگی نہ کرنا

بقدر ضرورت رہنے کیلئے مکان دینا چاہئے، اپنی محنت کی کمائی گھر والوں پر صرف کرنا بلکہ اس میں خوشی اور سکون محسوس کرنا چاہئے، کھانا کپڑا بیوی کا حق ہے اور اس حق کو خوشدلی اور کشادگی کے ساتھ ادا کرنے کیلئے دوڑ دھوپ کرنا شوہر کا انتہائی خوشگوار فریضہ ہے، اس فریضہ کو کھلے دل سے انجام دینے سے نہ صرف دنیا میں خوشگوار ازدواجی زندگی کی نعمت ملتی ہے بلکہ مومن آخرت میں بھی اجر وانعام کا مستحق بنتا ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:

’’ایک دینار تو وہ ہے جو تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جو تم نے غلام کو آزاد کرانے میں صرف کیا، ایک دینار وہ ہے جو تم نے کسی فقیر کو صدقہ دے دیا اور ایک دینار وہ ہے جو تم نے گھر والوں پر صرف کیا، ان میں سب سے زیادہ اجر وثواب اس دینار کے خرچ کا ہے جو تم نے گھر والوں پر صرف کیا ہے‘‘۔ (مسلم)

لہٰذا شریعت کا یہ مسئلہ ہے کہ خاوند اپنے اخراجات میں جو مرضی معاملہ کرے مگر بیوی کے لئے کچھ ذاتی خرچ متعین کر دینا چاہئے، دیکھیں کہ اس نے اپنے آپ کو اپنی زندگی کو آپکے حوالے کر دیا، آپ کیلئے وقف کر دیا، وہ خود تو کچھ کماتی نہیں، اس کی جملہ ضروریات آپکے ذمے ہیں، بحیثیت انسان اس کا بھی کہیں خرچ کرنے کو دل کرتا ہے،

اپنی مرضی کی کوئی چیز خریدنے کا، اپنے والدین یا عزیز و اقارب کو کچھ دینے کا یا کچھ صدقہ کرنے کا، تو فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ خاوند کو بیوی کا کچھ ذاتی خرچ ہر مہینے کا متعین کر دینا چاہئے۔

خرچ کتنا ہونا چاہئے، یہ ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق متعین کرے، مثلاً ایک آدمی سو ڈالر دے سکتا ہے، دوسرا آدمی پانچ سو ڈالر دے سکتا ہے، ہر ایک کا اپنا اپنا معاملہ ہے لیکن جب یہ طے کر لیا کہ یہ بیوی کا خرچ ہے تو یہ بیوی کو دے کر بھول جانا چاہئے، فقہاء نے لکھا ہے کہ بیوی کو ہر مہینے یہ خرچ دیکر بھول جائے، بیوی چاہے اپنی چیز بنائے، اپنے بچوں پر خرچ کرے، اپنے خاوند کو تحفہ دے، اپنے ماں باپ کو تحفہ دے یا کسی غریب کی مدد کرے، آخرت کیلئے مسجد بنائے یا مدرسے میں خرچ کرے......، خاوند پوچھے نہیں تا کہ بیوی کو اختیار ہو کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی ایسا عمل کر سکے۔

(حق نمبر ۸)

بیوی کو دینی احکام اور تہذیب سکھانا

بیوی کو دین کی تعلیم دینی چاہئے، اسلامی اخلاق سے آراستہ کرنا چاہئے، اور اس کی تربیت اور سدھارنے کیلئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے تا کہ وہ ایک اچھی بیوی، اچھی ماں، اور اللہ تعالیٰ کی نیک بندی بن سکے اور منصبی فرائض کو بحسن خوبی ادا کر سکے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یاایُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا". (سورۃ الاحزاب)
"ایمان والو...! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ"۔
نبی ﷺ جس طرح باہر تبلیغ و تعلیم میں مصروف رہتے تھے اسی طرح گھر میں بھی اس فریضہ کو ادا کرتے رہتے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید نے نبی ﷺ کی بیویوں کو خطاب کیا ہے:

''اور تمہارے گھروں میں جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں سنائی جاتی ہیں، ان کو یاد رکھو''۔

قرآن مجید میں نبی ﷺ کے واسطے سے مومنوں کو تعلیم دی گئی ہے:

''وَأْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا''.

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید کیجئے اور خود بھی اس کے پورے پابند رہئے''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جب کوئی رات میں اپنی بیوی کو جگاتا ہے اور وہ دونوں مل کر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں تو شوہر کا نام ذکر کرنے والوں میں اور بیوی کا نام ذکر کرنے والیوں میں لکھ دیا جاتا ہے''۔ (ابوداؤد)

خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ شب میں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے عبادت کرتے رہتے تھے پھر جب سحر کا وقت آتا تو اپنی رفیقۂ حیات کو جگاتے اور کہتے اٹھو اٹھو، نماز پڑھو اور پھر یہ آیت پڑھتے:

''وَأْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا''.

لہٰذا شریعت کی پابندی خود بھی کیجئے اور اپنی بیوی کو بھی پیار و محبت سے شریعت کی پابندی کے اوپر لے آیئے، جب آپ خود پابند ہونگے اور ماڈل (نمونہ) بن کر رہینگے تو پھر آپ کی بیوی بھی آپ کی اتباع کرے گی اور وہ بھی شریعت کی سنت کی پابند بن جائیگی۔

عام طور پر جب انسان آدھا بُیر ہوتا ہے مگر بیوی سے یہ چاہتا ہے کہ وہ رابعہ بصری بن جائے تو رابعہ بصری نہیں بنتی بلکہ وہ یہ کہتی ہے کہ جیسی تمہاری زندگی ویسی میری زندگی، اس پر جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں، اگر ہم گھر میں شریعت وسنت کی فضاء قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی ذات سے یہ کام شروع کرنا چاہئے، پہلے خود اپنی

زندگی میں شریعت لاگو کریں، نبی کریم ﷺ کی تمام ظاہری و باطنی سنتیں اپنائیں، اور پھر گھر والوں کو بھی بتائیں تو پھر گھر والے یقیناً اس پر راضی ہونگے کہ وہ یہ سنتیں اپنالیں، اکثر یہی دیکھا جاتا ہے کہ بیویاں بے چاری دعائیں کرتی پھرتی ہیں اور وظیفے کرتی پھرتی ہیں کہ ہمارا میاں نیک ہوجائے، وہ چاہتی ہیں کہ گھر میں نیکی کا ماحول ہو مگر خاوند کے اپنے مزاج عجیب ہوتے ہیں، باہر بُرے دوستوں سے فرصت ملے تو پھر یہ کام کریں، اس لئے گھر میں ماحول نیکی والا نہیں ہوتا، یاد رکھنا......! اللہ تعالیٰ نے ہمیں گھر کی نعمت دی، اب گھر کے اندر شریعت لاگو کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنا، یہ خاوند کا فریضہ ہے، اگر اس فرض سے سبکدوش نہیں ہوگا تو بروز قیامت اپنے محبوب کو کیا منہ دکھائے گا۔

آج ہمارے گھر نبی کریم ﷺ کی مبارک سنتوں کے مذبح خانے بن چکے ہیں، کہیں بیوی سنت توڑتی ہے، کہیں بٹی سنتیں چھوڑتی ہیں، کہیں بیٹا سنت پر چھریاں چلاتا ہے اور باپ ٹس سے مس نہیں، آج دین کا غم کھانے والا کون ہے جو اپنے گھر کو نبی ﷺ کی سنتوں کا باغ بنائے، نمونہ بنائے اور یہ تب ہی ہوگا جب خاوند خود سنت پر عمل کریگا اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر عمل کریگا، سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخنوں تک سراپا سنتوں میں ڈوبا ہوگا اور پھر اپنے گھر والوں کو بھی سنتوں پر عمل کرنے کی ترغیب دیگا اور اپنے بچوں کو بھی سمجھائے گا تو پھر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں بھی دین کی عظمت ڈال دینگے اور وہ بھی شریعت کے پابند ہوجائیں گے۔ گھر کے اندر سنت زندہ نہیں، اس سے بڑھ کر جو فرائض ہیں ان کا بھی خیال نہیں کیا جارہا۔

گھروں میں نوجوان خدمت گار رکھنا:

یاد رکھئے.....! بے پردگی کی نحوست بہت بُری ہے، آجکل ہوتا یوں ہے کہ گھروں کے اندر خاوند خود پردہ کا خیال نہیں کرتے تو پھر بیویوں کو پردے پر کیسے تیار

کر سکتے ہیں....؟ گھروں کے اندر نوجوانوں کو نوکر رکھ لیتے ہیں اور خیال یہ کرتے ہیں کہ یہ تو مانند غلام ہیں، یہ سو فیصد 100% حرام کام ہوتا ہے، غیر محرم کے سامنے بیوی بھی روزانہ بے پردگی کی مرتکب ہو رہی ہے اور اتنا ہی گناہ روزانہ خاوند کے اکاؤنٹ میں جمع ہو رہا ہے۔

غرض یہ بھی ایک کام ہے کہ گھروں میں شریعت کی پابندی ہو، مخلوط محفلوں سے پرہیز، اگر دعوتیں بھی ہوں تو مردوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں، عورتیں عورتوں کے ساتھ جبکہ اسی دعوت میں غیر محرم ہوں، کیونکہ غیر محرم سے پردہ ضروری ہے اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، بہر صورت خاوند کو شریعت کی پابندی کرنا لازم ہے اور یہ خاوند کی ذمہ داری ہے، جب خاوند شریعت کے مطابق زندگی گذارے گا تو پھر گھر میں سکون ملے گا، ہوتا یہ ہے کہ جب گھر میں شریعت نہیں ہوتی تو بے پردگی کی وجہ سے پھر اعتراضات نکلتے ہیں اور غلط فہمیاں ہوتی ہیں بلکہ شیطان کسی نہ کسی طرح الٹا کام کرادیتا ہے، اس سے جھگڑے بڑھتے ہیں اور سکون خراب ہوتا ہے، لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ میاں بیوی آپس میں تہیہ کرلیں کہ ہم نے شریعت کے مطابق زندگی گذارنی ہے، ہمیں کہیں سکون نہیں ملے گا، اگر سکون ملے گا تو گھر میں شریعت کی تابعداری والی زندگی میں سکون ملے گا، دلوں میں رحمتیں ہوں گی، برکتیں ہوں گی۔

لہٰذا یہ سنہری اصول ہے کہ میاں بیوی آپس میں طے کرلیں کہ ہم شریعت کے مطابق زندگی گذاریں گے، اللہ تعالیٰ ان کو نیک بنادینگے، ماں باپ کا فرمانبردار بنادینگے۔

جب ماں باپ اپنے رب کے نافرمان ہونگے تو بھلا انکی اولاد انکی کیسے فرماں بردار ہوگی حضرت فضیلؒ تابعین میں سے ایک بزرگ گزرے ہیں وہ فرماتے تھے کہ جب بھی اللہ کا حکم ماننے میں مجھ سے کوتاہی ہوئی میں نے اسکا اثر یا تو اپنی بیوی میں یا اپنی باندی میں یا اپنی سواری کے جانور میں دیکھا یعنی میں نے اللہ کے حکم ماننے میں غفلت سستی کوتاہی کی تو جو چیزیں میرے ماتحت تھیں انہوں نے میرا حکم ماننے میں

غفلت وکوتاہی کی تو ساری بات کا لب لباب یہ نکلا کہ جب ہم اللہ کے احکام کی نافرمانی کرینگے تو اسکے نتیجہ میں ہماری اولاد ہماری نافرمان بن جائے گی، لہٰذا بہترین گھر وہی ہے جس میں شریعت لاگو ہو اور اسکے مطابق زندگی گزاری جائے۔

شادی بیاہ اور تقریبات میں ممنوع اختلاط:

خاندانی تقریبات اور رشتہ داروں کی باہمی ملاقاتوں میں عورتوں کو مردوں سے الگ رکھنا چاہئے، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس کے برخلاف صورت حال میں غیر محرم افراد سے اختلاط ہوگا جو فتنے کا باعث بنے گا۔ ہم دیکھتے ہیں آئے دن ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں لہٰذا اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

اور آج کل کی تقریبات میں جو صورتحال ہوتی ہے وہ بالکل عیاں ہے کہ اس میں عموماً بے پردگی، غیر محرموں سے اختلاط اور آمنا سامنا ہوتا ہے، عورت کی شخصیت غیروں کی نظروں میں نمایاں ہوتی ہے حالانکہ حدیث مبارکہ میں اس کی ممانعت ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ إِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ". (ترمذی)

(ترجمہ:) "عورت پردے میں رہنے کی چیز ہے چنانچہ جب کوئی عورت (اپنے پردہ سے) نکلتی ہے تو شیطان اس کو مردوں میں اچھا کر کے دکھاتا ہے"۔

عورت کے لغوی معنی "ستر" کے ہیں یعنی جس طرح ستر (شرم گاہ) کو عام نظروں سے چھپایا جاتا ہے اور لوگوں کے سامنے اس کو کھولنا بُرا ہے، اسی طرح عورت بھی ایسی چیز ہے جس کو بیگانے مردوں کی نظروں سے چھپ کر رہنا چاہئے اور لوگوں کے سامنے بے پردہ آنا بُرا عمل ہے۔

ہمارے معاشرے میں شادی بیاہ وغیرہ جیسی تقریبات میں خواتین قسم قسم کے نئے نئے فیشن، دیدہ زیب اور جاذب نظر ملبوسات زیب تن کر کے اور طرح طرح کے

میک اپ کر کے آتی ہیں، اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دیگر خواتین کے مقابل اظہارِ فخر کریں اور غیر مردوں کا نظارۂ حُسن کی دعوت دیں، چنانچہ ایسے مواقع پر یہ مشاہدہ ہوا ہے کہ نظارہ بازی ہی نہیں بلکہ طرفین سے نظر بازی بھی ہوتی ہے، اور یہیں سے اجتماعی اور معاشرتی برائیواں کے بیج بوئے جاتے ہیں اور پھر بھیانک جرائم کی شکل میں اس کی فصل کاٹنی پڑتی ہے۔ اسکی روک تھام کے لئے احادیث مبارکہ میں صاف صاف تنبیہات وارد ہوئی ہیں۔

باریک کپڑوں والیوں کی سزا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"صِنفان من اهل النار لم اردهما، قوم معهم سياط كاذناب البقر يضربون بها الناس، ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤسهن كاسنمة البخت المائلة، لايدخلن الجنة ولايجدون ريحها وانّ ريحها لتوجد مسيرة كذا و كذا".

(ترجمہ:) "جہنمیوں کے دو گروہ ایسے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا (اور نہ میں دیکھوں گا) ایک گروہ تو اُن لوگوں کا ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دُم کی مانند کوڑے ہونگے جن سے وہ لوگوں کو (ناحق) ماریں گے اور دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو بظاہر تو کپڑے پہنے ہوئے ہوں مگر حقیقت میں وہ ننگی ہونگی، وہ مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود بھی مردوں کی طرف مائل ہونگی، انکے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح مٹکتے ہونگے، ایسی عورتیں نہ تو جنت میں جائیں گی اور نہ ہی انکو جنت کی خوشبو ملے گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی (یعنی مثلاً سو برس) دوری سے آتی ہے"۔

توضیح حدیث:

"مگر وہ حقیقت میں ننگی ہونگی" اس جملہ میں ان عورتوں کی طرف اشارہ ہے جو

اتنے باریک اور شفاف کپڑے پہنتی ہیں کہ انکا پورا بدن جھلکتا ہے، یا اس طرح کے کپڑے پہنتی ہے کہ جسم کا کچھ حصہ چھپا رہتا ہے اور کچھ حصہ کھلا رہتا ہے، جیسا کہ آج کل ساڑھی وغیرہ کا رواج ہے، اور اب ایسے فیشن ایجاد ہوئے ہیں کہ مونڈھوں سے نیچے پورا ہاتھ، گلے سمیت سینہ کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے، یا جس طرح دوپٹہ سے سر، پیٹ اور سینہ وغیرہ ڈھانکنے کی بجائے اس کو گلے میں یا پیٹھ پر ڈال لیتی ہیں، قمیض اتنی چست پہنتی ہیں کہ جسم کے خدوخال نمایاں ہوجاتے ہیں اور ان قمیضوں کی آستین بازو تک ہوتی ہے جس کی وجہ سے تقریباً پورا ہاتھ عریاں نظر آتا ہے، اور ایسی شلواریں پہنتی ہیں کہ ٹخنے مکمل نمایاں ہوتے ہیں، زلفیں پراگندہ اور کھلی ہوئی رکھتی ہیں، زیورات اور اسباب زینت کی نمائش کرتی ہیں ان تمام صورتوں میں عورت بظاہر تو کپڑے پہنے ہوئے نظر آتی ہیں مگر حقیقت میں وہ ننگی ہوتی ہیں۔

اس جملے میں ایسی عورتوں کی طرف بھی اشارہ مقصود ہوسکتا ہے جو کہ دنیا میں تمام انواع واقسام کے لباس زیب تن کرتی ہیں مگر وہ تقویٰ اور عمل صالح کے اس لباس سے محروم رہتی ہیں جس کی وجہ سے وہ آخرت میں جنت کے لباس کی مستحق ہوسکتیں، چنانچہ وہ آخرت میں لباس سے محروم کردی جائیں گی۔

''مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی'' سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے بناؤ سنگھار اور اپنی سج دھج کے ذریعے غیر مردوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں گویا کہ حسن آوارہ کی طرف دعوت نظارہ دیتی ہیں اور خود بھی مردوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور تانک جھانک کرتی ہیں۔ یا پھر مائل کرنے والی سے مراد وہ عورت ہے جو دوپٹہ سر سے اتار دیتی ہیں تاکہ مرد اسکو دیکھیں اور اس کے چہرے کا نظارہ کریں اور اس کی طرف مائل ہوں، اور مائل ہونے والی سے مراد وہ عورت ہے جو مٹک مٹک کر چلتی ہے تاکہ لوگوں کے دلوں کو خود پر فریفتہ کرے۔

''ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح مٹکتے ہوں گے'' اس سے مراد وہ

عورتیں ہیں جو سر کی چوٹیوں کو جوڑے کی شکل میں باندھ لیتی ہیں اور جس طرح بختی اونٹوں کے کوہان موٹاپے کی وجہ سے ادھر ادھر ہلتے ہیں، اسی طرح ان کے سر کے جوڑے بھی ادھر ادھر ہلتے رہتے ہیں، یہ حرکت بھی عورتیں محض خود نمائی بلکہ حسن نمائی کیلئے کرتی ہیں، جو بالکل ناپسندیدہ حرکت ہے۔

اس حدیث شریف میں عورتوں کے جس خاص طبقہ کی نشاندہی کی گئی ہے اس کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں نہیں تھا۔ اور آپ ﷺ نے معجزاتی شان کے ساتھ اس طبقہ کے ظہور کی پیشن گوئی فرمادی۔

قاضی عیاض ؒ فرماتے ہیں کہ اس جملہ کا مقصد یہ ہے کہ جس وقت نیک و پارسا عورتیں جنت میں داخل ہو رہی ہونگی اور جنت کی خوشبو سے لذت حاصل کر رہی ہونگی، اس وقت مذکورہ بالا فیشن پرست عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوسکتیں ہیں اور نہ جنت کی خوشبو انہیں ملے گی، ہاں البتہ اس بدعملی کی سزا بھگت کر جنت میں جائیں گی یا پھر مطلب یہ ہوگا کہ یہ وعید ایسی عورتوں کے بارے میں ہے جو ان حرکتوں کو جائز سمجھ کر اپناتی ہیں۔ لہٰذا وہ قطعی طور پر جنت سے محروم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان خواتین کو نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دنیا کی بہترین عورت:

ایک نبی پاک ﷺ کی مجلس و محفل میں بات چلی کہ دنیا کی عورتوں میں بہترین عورت کونسی ہے؟ کسی نے کوئی صفت بتائی، کسی نے کوئی، خیر بات چیت جاری رہی ۔حضرت علیؓ کسی کام سے گھر تشریف لائے سیدہ فاطمہؓ کو بتایا کہ محفل میں اس بات کا تذکرہ چل رہا ہے کہ دُنیا کی بہترین عورت کونسی ہے؟ لیکن ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہونے پایا ..حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں کہ دُنیا کی کونسی عورت سب سے بہترین ہے ...حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بتاؤ...عرض کیا کہ دنیا کی سب سے بہترین عورت وہ ہے جو نہ خود کسی مرد کی طرف دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اس کی طرف دیکھ سکے

حضرت علی محفل میں واپس تشریف لائے اور حضور ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول ﷺ میری اہلیہ نے دنیا کی بہترین عورت کی پہچان بتلائی کہ جو نہ خود کسی مرد کو دیکھے اور نہ غیر محرم اس کی طرف دیکھ سکے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "فاطمہ بضعة منی" فاطمہ تو میرا دل کا ٹکڑا ہے۔

(حق نمبر ۹)

اگر کئی بیویاں ہوں تو سب کیساتھ برابری کا سُلوک کرنا

نبی کریم ﷺ بیویوں کے ساتھ برتاؤ میں برابری کا بڑا اہتمام فرماتے سفر میں جاتے تو قرعہ ڈالتے اور قرعہ میں جس بیوی کا نام آتا اسکو ساتھ لے جاتے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور اسنے انکے ساتھ برابری کا سلوک نہ کیا تو قیامت کے روز وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اسکا آدھا دھڑ گر گیا ہوگا"۔ (ترمذی)

انصاف اور برابری سے مراد معاملات اور برتاؤ میں مساوات برتنا رہی یہ بات کہ کسی ایک بیوی کی طرف دل کا جھکاؤ اور محبت کے جذبات زیادہ ہوں تو یہ انسان کے بس میں نہیں ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی گرفت نہ ہوگی۔

متفرق مسائل

کتنی مدت تک شوہر بیوی سے الگ سفر وغیرہ کرسکتا ہے؟

اس کیلئے کوئی خاص مدت مقرر نہیں ہے البتہ صحت، قوت، شہوت، صبر و تحمل کے اعتبار سے عورتوں کے حالات ایک طرح کے نہیں ہوتے۔ تاہم چار ماہ سے زائد بیوی کی رضامندی کے بغیر باہر نہ رہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے خلافت کے زمانے میں لشکروں کے امراء کو حکم دیا تھا کہ کوئی شادی شدہ اپنے گھر والوں سے چار ماہ سے زائد

دور نہ رہے۔(شامی، ج:۳،ص:۲۰۳)البتہ شوہر اگر تعلیم کیلئے کہیں سفر پر جاتا ہے اور عورت کو تحمل رہے اور اس کی اجازت سے سال بھر میں ایک دفعہ بھی گھر آجاتا ہے تو گناہ گار نہیں ہوگا۔ (محمودیہ، ج:۱۸،ص:۵۹۲)

عورت کو میکہ جانے کا حق

مرد کو یہ حق ہرگز نہیں کہ اپنی بیوی کو اس کے والدین سے بالکل منع کردے، نہ والدین کو آنے دے اور نہ بیوی کو جانے دے۔ اگر شوہر ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا، اور عورت کو اپنے والدین سے ملنے کا یقیناً حق حاصل ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ والدین خود جاکر اپنی لڑکی سے مل آیا کریں اگر دشوار ہو تو پھر لڑکی والدین کے پاس آکر زیارت کر جایا کرے۔ ہفتہ میں ایک دفعہ ملاقات کیلئے جانے دینا عورت کا حق ہے۔

(شامی، ج:۳،ص:۶۰۳)

البتہ اگر میکہ جانے میں کوئی فتنے کا اندیشہ ہو یا وہ دور ہوں یا کوئی اور دقت ہو تو پھر وہاں کے عرف کے اعتبار سے جتنی مدت مناسب معلوم ہو، والدین کی زیارت کیلئے آیا جایا کرے۔ لیکن اگر سفر شرعی طے کرنا پڑے تو محرم کا ہونا ضروری ہے اور آمد ورفت کا خرچہ مرد کے ذمہ نہیں۔ (شامی، ج:۳،ص:۵۷۹)

بیوی کی تربیت کا صحیح طریقہ

کبھی نرمی اور محبت سے سمجھایا جائے، کبھی کسی مال کی یا کھانے کی چیز کا لالچ دیا جائے، کبھی اللہ پاک کے احسانات اور آخرت کی نعمتوں کو یاد دلایا جائے، کبھی غصہ ہوکر اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا چھوڑ دیا جائے، کبھی پاس لیٹنا بند کردیا جائے، کبھی دو چار الفاظ ایسے ناگواری کے کہہ دیئے جائیں جن سے اس کے دل پر اثر ہو، کبھی کمر پر ایک دو چپت مار دیئے جائیں۔ اللہ پاک سے دعا برابر کرتے رہیں کہ وہ مقلب القلوب ہے۔ (سورۃ النساء:۳۴)(محمودیہ، ج:۱۸،ص:۵۸۸)

دو بیویوں کی صورت میں ایک سے زیادہ محبت ہونا

اگر محبت ایک ہی زوجہ سے زیادہ ہے لیکن نفقہ اور معاشرہ میں دونوں کے ساتھ برابری کرتا ہے تو اس کو سزا نہیں۔ (شامی، ج:۳،ص:۲۰۱)

بیویوں کو خطا پر سزا دینا

جب عورت اپنے شوہر کی بے حرمتی کرے یا کسی اجنبی کے سامنے چہرہ کھولے، یا چھوٹے بچوں کو رونے کی وجہ سے مارے، یا شوہر کے حقوق میں حکم عدولی کرے یا ایسا کوئی بھی گناہ کرے جس پر شرعاً حد مقرر نہیں ہے تو ان سب صورتوں میں مارنا جائز ہے۔ البتہ ناحق مارے گا یا ضرورت سے زائد مارے گا تو گنہگار ہوگا۔

(البحر الرائق، ج:۵،ص:۸۲، فصل فی التعذیر)

نیز مرد کو چاہئے کہ دین کے معاملہ میں تو نرمی نہ کرے البتہ دنیاوی امور میں درگذر کرتا رہے۔ غلطی چاہے مرد کی ہو یا عورت کی، کچھ نہ کچھ چھوٹی بڑی ہو جاتی ہے۔ غلطی پر نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کرنے سے اللہ پاک بھی معاف فرما دیتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے" اے میرے بندو...! تم دن رات میری نافرمانی کرتے ہو اور میں تمہارے تمام گناہوں کو درگذر کرتا ہوں، مجھ سے معافی مانگو میں تمہیں معاف کردوں گا۔ (صفحہ:۲۰۳)

انسان یہ تصور کرے کہ میں اپنے رب کا اتنا نافرمان ہوں اگر وہ بھی مجھے ہر بات پر سزا دے تو میں زندہ بھی نہیں رہ سکتا، پھر یہ تصور کرے کہ میری بیوی کسی کی بیٹی ہے، اگر کوئی میری بیٹی سے اس طرح سختی اور سزا کا معاملہ کرے تو میرے اوپر کیا گذرے گی؟ اس طرح غصہ کو قابو رکھ کر گھر کو آباد رکھا جائے کہ یہ درجات کی بلندی کا ذریعہ ہوگا۔

نافرمان بیوی کو طلاق دینے کا حکم اور طلاق دینے کا صحیح طریقہ:

بیوی کو طلاق دینے کو حدیث میں ابغض المباح فرمایا گیا ہے۔ (ابوداؤد، ج:۱،ص:۲۹۶) یعنی مباحات میں یہ عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے،

لہٰذا حتی الامکان اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ منکوحہ کو طلاق نہ دی جائے۔ قرآن کریم کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت نافرمانی کرتی ہو تو پہلے اسے نرمی سے سمجھاؤ۔ پھر اگر باز نہ آئے تو اپنے سونے کی جگہ اس سے الگ کر دو۔ اگر اس سے بھی اس پر کچھ اثر نہ ہو تو تادیب کیلئے ہلکے ہلکے مارنے کی بھی اجازت ہے۔ (سورۃ النسآء:۳۴) (لیکن تکلیف دہ حد تک مارنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے)۔ اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو شوہر اور بیوی دونوں کے رشتہ داروں میں سے ایک ایک آدمی کو بیچ میں ڈال کر معاملہ حل کرایا جائے۔ قرآن مجید میں ہے کہ "اگر فریقین اصلاح کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کیلئے بھلائی کی صورت پیدا کر دے گا۔ (سورۃ النسآء:۳۵) لہٰذا طلاق دینے سے پہلے اصلاح کیلئے یہ تمام امور انجام دینے ضروری ہیں۔ ہاں اگر ان سے اصلاح ہو جائے تو طلاق کا اقدام نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر اصلاح کی کوئی امید باقی نہ رہے تو بہر حال.....! شریعت نے مرد کو طلاق کا اختیار دیا ہے۔ البتہ اگر عورت تکلیف دیتی ہے یا بے نمازی ہو تو اس کو طلاق دینا مستحب ہے۔ (شامی، ج:۳،ص:۲۲۹)

اور بچوں کی وجہ سے یہ اختیار شرعاً ساقط نہیں ہوتا، البتہ بچوں کی عام مصلحت چونکہ بلاشبہ اسی میں ہے کہ طلاق نہ دی جائے، لہٰذا طلاق کا اقدام سخت مجبوری کے بغیر نہیں کرنا چاہئے۔ اور طلاق دینے کا عزم کرلیں تو اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس طہر میں بیوی سے جماع نہ کیا ہو اس میں اس کو صرف ایک طلاق دی جائے، عدت گزرنے کے بعد وہ خود بخود نکاح سے نکل جائے گی۔

ایک سے زائد شادی کا حکم

ایک سے زائد شادی شرعاً جائز ہے مگر پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کے جواز کیلئے شرط یہ ہے کہ انسان کو اپنے اوپر پورا اعتماد ہو کہ میں دونوں بیویوں کے درمیان ہر اعتبار سے مکمل برابری کا سلوک اور انصاف کرسکوں گا، اگر بے انصافی کا

شبہ ہو تو مکروہ ہے اور اگر یقین ہو تو حرام ہے۔ (ج:۳،ص:۷) اور چونکہ آج کل بیویوں کے درمیان برابری کا سلوک بہت مشکل ہوتا ہے اس لئے دوسری شادی کا اقدام بھی انتہائی ضرورت کے موقع پر کرنا چاہئے۔

دوا علاج کیا شوہر کے ذمہ لازم ہے؟

بیوی کے علاج اور دوا وغیرہ کا خرچہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ (عالمگیری، ج:۱،ص:۵۴۹) البتہ جس طرح عورت پر گھر کے کام کاج اخلاقاً وعرفاً ضروری ہے مگر شرعاً نہیں۔ اسی طرح مرد پر عورت کی دوا دارو اخلاقاً ضروری ہے مگر شرعاً نہیں۔ اور اگر عورت کے گھر کے کام کاج نہ کرنے کے باوجود شوہر دوا دارو کا خرچہ دے دے، تو اس کا احسان ہوگا اور وہ اس پر اجر عظیم کا مستحق ہوگا۔

بیوی پر شوہر کے حقوق:

قرآن کریم کی رُو سے نیک بیوی وہ ہے جو مرد کی حاکمیت تسلیم کر کے اسکی اطاعت کرے اس کے تمام حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے پیٹھ پیچھے اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے اپنی عصمت اور مال کی حفاظت جو امور خانہ میں سب سے اہم ہیں ان کے بجالانے میں خاوند کے سامنے اور پیچھے کا حال بالکل برابر رکھے یہ نہیں کہ خاوند کے سامنے تو اس کا اہتمام کرے اور اسکی عدم موجودگی میں لاپرواہی برتے ایک حدیث مبارکہ میں اسکی مزید تشریح ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اسکو دیکھو تو خوش ہو اور جب تم اسکو کوئی حکم دو تو وہ اطاعت کرے اور جب تم غائب ہو تو اپنے مال اور نفس کی حفاظت کرے۔

(معارف القرآن)

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''جو عورت اپنے شوہر کی فرمانبردار اور تابعدار ہو تو اسکے لئے ہوا میں پرندے، دریا میں مچھلیاں، آسمانوں میں فرشتے، اور جنگلوں کے درندے استغفار کرتے ہیں''۔

نیک بیوی کی چار نشانیاں

(۱) پہلی نشانی یہ ہے کہ ''ان امرھا اطاعته'' ''جب اسکو خاوند کسی بات کا حکم کرے تو وہ اسکے حکم کو مانے''۔ ماں باپ کو اپنی بچیوں کی تربیت کرنی چاہئے اور سمجھانا چاہئے کہ خاوند کے پاس جانا ہے اس کے پاس جا کر ضد نہ کرنا اپنی بات منوانے کے بجائے اسکی مان کر زندگی گزارنا اس میں برکت ہے یہ بات ضرور سمجھانی چاہئے کیونہ میاں بیوی کا ناز و انداز کا ایک تعلق ہوتا ہے اور لڑکیاں اکثر چھوٹی چھوٹی باتوں پر ضد کرنے لگ جاتی ہیں۔

(۲) دوسری نشانی یہ ہے کہ ''وان نظر الیھا سرته'' جب خاوند اسکی طرف دیکھے تو اسکا دل خوش کردے۔ کیا مطلب.....؟ مطلب یہ ہے کہ وہ گھر میں صاف کپڑے پہنے ایسا نہ ہو کہ جب گھر سے نکلے تو Fashoneble کپڑے پہنے اور گھر میں بھنگن بنی پھرے یہ بھی نہ ہو کہ گھر میں گندی سی بنی رہے اور اس کے بدن سے بُو آ رہی ہو اور باہر نکلے تو کوشبو لگا کر نکلے شریعت اسکو پسند نہیں کیا ایک تو ساف ستھری بن کر رہے اور دوسرا اسکے چہرے پر خاوند کے لئے مسکراہٹ ہو یہ نہ ہو کہ ہر وقت منہ بنا کر رکھے....

(۳) تیسری نشانی یہ ہے کہ ''وان اقسم علیھا ابرّته'' (اگر خاوند کسی بات پر قسم کھالے تو اسے پورا کرے) عورت ایسا ہی کرے کہ خاوند کی قسم کو پورا کرے....

(۴) چوتھی نشانی یہ ہے کہ ''وان غاب عنھا نصحته فی نفسھا و ماله'' اور جب خاوند غائب ہو (تو اسکے پیٹھ پیچھے) اپنی عصمت اور اس کے مال کی حفاظت کرے (خاوند کے پیچھے اور سامنے کا حال بالکل برابر رکھے)

اچھی بیوی کی صفات

اہل اللہ نے لکھا ہے کہ بیوی میں چار صفات ہونی چاہئیں..

(۱) اس کے چہرہ پر حیا ہو یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے کہ جس عورت کے چہرے

پر حیا ہوگی اسکا دل بھی حیا سے لبریز ہوگا مثل مشہور ہے چہرہ انسان کے دل کا آئینہ ہوتا ہے(face is the andex ofmind) حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قول مشہور ہے کہ مردوں میں بھی حیا بہتر ہے مگر عورت میں بہترین ہے۔

(۲) دوسری علامت یہ فرمائی کہ جس کی زبان میں شیرینی ہو یعنی جو بولے تو کانوں میں رس گھولے یہ نہ ہو کہ ہر وقت خاوند کو جلی کٹی سُناتی رہی یا بچوں کو بات پر جھڑکتی رہی۔

(۳) تیسری علامت یہ ہے کہ اسکے دل میں نیکی ہو۔

(۴) چوتھی علامت یہ ہے کہ اس کے ہاتھ کام کاج میں مصروف رہیں یہ خوبیاں جس عورت میں ہوں وہ یقیناً بہترین بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار سکتی ہے۔

بیوی پر شوہر کے حقوق مندرجہ ذیل ہیں

(حق نمبر۱)

نہایت خوش دلی کے ساتھ شوہر کی اطاعت کرنا

عورت کو شوہر کی اطاعت پر سکون و مسرت محسوس کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ خدا کا حکم ہے اور جو نیک بندی ہوتی ہے وہ خدا کے حکم کی تعمیل کرتی ہے اپنے خدا کو خوش کرتی ہے قرآن میں ارشاد ہے:"فالصالحات قانتات" (ترجمہ) "نیک بیوی (شوہر کی) اطاعت کرنے والی ہوتی ہیں"۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے"۔ (ابوداؤد)

شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے عورت کو تنبیہ کی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ: دو قسم کے آدمی وہ ہیں جن کی نمازیں انکے سروں سے اونچی نہیں اٹھتی (۱) اس غلام کی جو اپنے آقے سے فرار ہو جائے جب تک وہ لوٹ کر نہ آئے (۲) اور اس عورت کی نماز جو شوہر کی نافرمانی کرے جب تک کہ شوہر کی نافرمانی سے باز نہ آجائے۔ (الترغیب والترہیب)

(حق نمبر۲)

اپنی عزت اور عصمت کی حفاظت کرنا

عورت کو ان تمام کاموں اور باتوں سے دُور رہنا چاہئے جن سے دامن عصمت پر دھبہ لگنے اندیشہ یا تشویش ہو، خدا کی ہدایت کا تقاضا بھی یہی ہے اور ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنائے رکھنے کے لئے بھی یہ انتہائی ضروری ہے. اس لئے کہ اگر شوہر کے دل میں اس طرح کا کوئی شبہ پیدا ہو جائے تو پھر تو پھر عورت کی کوئی خدمت واطاعت اور کوئی بھلائی شوہر کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتی۔ اور اس معاملہ میں معمولی سی کوتاہی سے بھی شوہر کے دل میں شیطان شبہ ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا ہے لہٰذا انسانی کمزوری کو نگاہ میں رکھتے ہوئے انتہائی احتیاط کیجئے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے..

''عورت جب پانچ وقت کی نماز پڑھے، اپنی آبرو کی حفاظت کرے اپنے شوہر کی فرمانبردار رہے تو وہ جنت میں جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے''۔

(الترغیب والترہیب)

(حق نمبر۳)

شوہر کی اجازت اور رضامندی کے بغیر گھر سے باہر نہ جانا

عورت کو چاہئے کہ ایسے گھروں میں نہ جائے جہاں شوہر اسکا جانا پسند نہ کرے اور نہ ایسے لوگوں کو اپنے گھر میں آنے کی اجازت دے جن کا آنا شوہر کو ناگوار ہو۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''خدا پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں کسی ایسے شخص کو آنے کی اجازت دے جس کا آنا شوہر کو ناگوار ہو' اور وہ گھر سے ایسی صورت میں نکلے جبکہ اسکا نکلنا شوہر کو ناگوار ہو اور عورت شوہر کے معاملہ میں کسی دوسرے کی نہ مانے۔

(الترغیب والترہیب)

یعنی شوہر کے معاملہ میں شوہر کی مرضی اور آنکھ کے اشارہ پر عمل کرے اور اسکے خلاف ہرگز دوسرے کے مشورے کو نہ اپنائے۔

(حق نمبر ۴)

ہمیشہ اپنے قول اور فعل اور انداز و اطوار سے شوہر کو خوش رکھنے کی کوشش کرنا

کامیاب ازدواجی کا راز بھی یہی ہے اور اللہ کی رضا اور جنت کے حصول کا راز بھی یہی ہے.. نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس عورت نے اس حالت میں انتقال کیا کہ اسکا شوہر اس سے راضی اور خوش تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (ترمذی)

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جب آدمی اپنی بیوی کو جنسی ضرورت کے لئے بُلائے اور وہ نہ آئے اور اس بناء پر شوہر اس سے رات بھر خفا رہے تو ایسی عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں (بخاری و مسلم)

(حق نمبر ۵)

اپنے شوہر سے محبت کرنا اور عورت کو اس کی رفاقت کی قدر کرنا

یہ زندگی کی زینت کا سہارا اور راہ حیات کا عظیم معین و مددگار ہے اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت پر اسکا شکر ادا کرنا چاہئے اور اس کی دل و جان سے قدر کرنا چاہئے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: ''نکاح سے بہتر کوئی چیز دو محبت کرنے والوں کے لئے نہیں پائی گئی'' حضرت صفیہ کو حضور ﷺ سے بہت محبت تھی چنانچہ جب نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے تو انتہائی حسرت کے ساتھ بولیں کاش آپ ﷺ کے بجائے میں بیمار ہوتی'' نبی کریم ﷺ کی دوسری بیویوں نے اس اظہار محبت پر تعجب سے انکی طرف دیکھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دکھاوا نہیں ہے بلکہ سچ کہہ رہی ہے''

(حق نمبر ۶)

شوہر کا احسان ماننا

عورت کو شوہر کی شکر گزار رہنا چاہئے، عورت کا سب سے بڑا محسن شوہر ہی تو ہے جو ہر طرح اس کو خوش کرنے میں لگا رہتا ہے، اس کی ہر ضرورت کو پورا کرتا ہے اور اس کو ہر طرح کی راحت پہنچا کر راحت محسوس کرتا ہے۔

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے میں اپنی پڑوسن سہیلیوں کے ساتھ تھی۔ آپ نے ہمیں سلام کیا اور ارشاد فرمایا کہ "تم پر جنکا احسان ہے انکی ناشکری سے بچو تم میں سے ایک اپنے ماں باپ کے یہاں کئی دنوں تک بغیر شادی کے بیٹھی رہتی ہیں پھر خدا اسکو شوہر عطا کرتا ہے پھر خدا اسے اولاد سے نوازتا ہے (ان تمام احسانات کے باوجود کبھی کسی بات پر شوہر سے خفا ہوتی ہے تو کہہ اٹھتی ہے کہ" میں نے تو کبھی تمہاری طرف سے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں" (الادب المفرد) ناشکرگزار اور احسان فراموش بیوی کو تنبیہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس عورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا جو شوہر کی ناشکری ہوگی، حالانکہ عورت کسی وقت بھی شوہر سے بے نیاز نہیں ہوسکتی۔ (نسائی)

(حق نمبر ۷)

شوہر کی خدمت کر کے خوشی محسوس کرنا

عورت کو جہاں تک ہو سکے خود تکلیف اٹھا کر شوہر کو آرام پہنچانا چاہئے اور ہر طرح اسکی خدمت کر کے اسکا دل اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حضرت عائشہؓ اپنے ہاتھ سے نبی کریم ﷺ کے کپڑے خود دھوتیں، سر میں تیل لگاتیں، کنگھا کرتیں، خوشبو لگاتیں اور یہی حال دوسری خواتین کا بھی تھا۔

ایک بار نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے اگر اسکی اجازت ہوتی تو بیوی کو حکم دیا جاتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے شوہر کا اپنی بیوی پر عظیم حق ہے اتنا عظیم حق کہ اگر شوہر کا سارا جسم زخمی ہو اور بیوی شوہر کے جسم کو زبان سے چاٹے تو اسکا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ (مسند احمد)

(حق نمبر ۸)

شوہر کے گھر بار اور مال واسباب کی حفاظت کرنا

شادی کے بعد شوہر کے گھر کو اپنا گھر سمجھنا چاہیئے شوہر کے مال کو شوہر کے گھر کی رونق بڑھانے کے لئے ،شوہر کی عزت بنانے اور اسکے بچوں کا مستقبل سنوارنے کیلئے حکمت وسلیقہ سے خرچ کرنا چاہیئے شوہر کی ترقی اور خوشحالی کو اپنی ترقی اور خوشحالی سمجھنا چاہیئے ،قریش کی عورتوں کی تعریف کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''قریش کی عوتیں کیا ہی خوب عورتیں ہیں بچوں پر نہایت مہربان ہیں اور شوہر کے گھر بار کی نہایت حفاظت کرنے والی ہیں۔ (بخاری)

اور نبی کریم ﷺ نے نیک بیوی کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''مومن کیلئے خوف خدا کی بعد مفید اور باعث خیر ونعمت نیک بیوی ہے کہ وہ اسکو کسی کام کا کہے تو وہ خوش دلی سے انجام دے جب وہ اس پر نگاہ ڈالے تو وہ اسکو خوش کردے اور شوہر کے مال کی واسباب کی نگرانی کرے ،شوہر کی خیر خواہ اور وفادار رہے۔ (ابن ماجہ)

(حق نمبر ۹)

صفائی، سلیقہ اور آرائش وزیبائش کا بھی پورا پورا اہتمام کرنا

گھر کو بھی صاف ستھرا رکھنا چاہیئے اور ہر چیز کو سلیقہ سے سجانا چاہیئے اور سلیقہ سے استعمال کرنا چاہیئے ،صاف ستھرا گھر قرینے سے سجے ہوئے ،صاف ستھرے کمرے،

گھریلو کاموں میں سلیقہ، بناؤ سنگھار کی ہوئی بیوی کی مسکراہٹ سے نہ صرف گھریلو زندگی ، پیار ومحبت اور خیر وبرکت حاصل ہوتی ہے بلکہ ایک بیوی کیلئے اپنی آخرت بنانے اور خدا کو خوش کرنے کا بھی یہی ذریعہ ہے..

ایک بار عثمان بن مظعونؓ سے حضرت عائشہؓ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ بیگم عثمان بالکل سادہ کپڑوں میں ہیں اور کوئی بناؤ سنگھار بھی نہیں کیا ہے تو حضرت عائشہؓ کو بہت تعجب ہوا اور ان سے پوچھا: ''بی بی....! کیا عثمانؓ کہیں سفر پر گئے ہوئے ہیں؟'' اس تعجب سے اندازہ کیجئے کہ بیوی کا اپنے شوہروں کے لئے بناؤ سنگھار کتنا بڑا فعل ہے۔

ایک بار ایک صحابیہؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہ اپنے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے ہوئی تھیں، آپ ﷺ نے انہیں پہننے سے منع فرمایا تو کہنے لگیں: یارسول ﷺ اگر عورت شوہر کے لئے بناؤ سنگھار نہیں کریگی تو اسکی نظروں گر جائے گی۔

(حق نمبر۱۰)

کام کو وقت پر سمیٹنے کی عادت ڈالنا

عورت کو اس کی عادت ڈالنی چاہئے کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑے کہ یہ بھی کل کرلونگی، یہ بھی کل کرلونگی کل کل کرنے میں اتنے کام جمع ہوجاتے ہیں کہ پھر اس میں سے کچھ بھی نہیں کرپاتی۔ سیدہ فاطمہؓ کی زندگی کو دیکھئے کہ وہ اپنا کام خود سمیٹتی تھیں حتیٰ کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ انکے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے، سیدہ عائشہؓ اپنے گھر کا کام خود کرتی تھیں اسی طرح سیدہ اسماءؓ اپنے گھر کا کام کرتی تھیں جس طرح مرد مصلے پر بیٹھ کر عبادت کرلے تو عورت سمجھتی ہیں کہ اسکو اجر مل رہا ہے اس سے زیادہ عورت کو اجر اس وقت مل سکتا ہے جب وہ گھر کے کام کاج سمیٹ رہی ہوتی ہیں۔

بایزید بسطامیؒ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ ہر وقت مسجد میں نوافل میں

مصروف رہتا ہے انہوں نے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگا کہ میرا بڑا بھائی ہے اس نے میرے کاروبار کو سنبھال لیا ہے اور میری روزی کا ذمہ لے لیا ہے مجھے عبادت کے لئے فارغ کردیا ہے۔ بایزید بسطامیؒ فرمانے لگے کہ تیرا بھائی بڑا عقلمند ہے کہ تیری ساری عبادت کا اجر اسکو ملے گا اور تیرا بھائی تجھ سے افضل کام میں لگا ہوا ہے تو کہنا کا مقصد یہ ہے کہ مصلے پر ہی فقط نماز نہیں ہوتی ہے بلکہ جو عورت گھر میں کام کررہی ہوتی ہے وہ سب عبادت میں لکھا جاتا ہے..

آج مسئلہ یہ پیدا ہوگیا ہے کہ عورتیں گھر کے کام کو عبادت سمجھ کر نہیں کرتی ہیں بلکہ مصیبت سمجھ کر کرتی ہیں چنانچہ انکی ہر وقت یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی کام کرنے والی مل جائے کہ میں اسکو بتاؤں اور وہ آگے کام کرے اب بتاؤ کہ کام کروالیا تو جو جسم نے کام کی مشقت اٹھانی تھی اور اس پر آپکے نامۂ اعمال میں اجر لکھا جانا تھا وہ نہ ملے گا، آپکے درجے اللہ کے یہاں کیا بلند ہونگے؟ اس لئے گھر کے کام میں پسینہ بہانا ،مشقت اٹھانا ایسا ہی ہے جیسے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز کی عبادت کا اجر پانا اس لئے عورت گھر کے کام کو خوشی سے قبول کرے اور اپنے دل میں یہ سوچے کہ ان کاموں کی وجہ سے میرا رب مجھ سے راضی ہوگا.. چنانچہ ایک حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے ”کہ نیک عورت وہ ہے جس کا دل اللہ کی یاد میں مصروف ہو اور اس کے ہاتھ کام کاج میں مصروف ہوں۔“

جب اللہ کے نبی ﷺ یہ فرماتے ہیں تو اسکا مطلب یہ ہے کہ عورت کو گھر کے کام کاج خود کرنے کی عادت ڈالنا چاہئے اس کے دو فائدے ہیں، (۱) یہ کام سمیٹنے پر اجر ملے گا (۲) یہ کہ صحت بھی ٹھیک رہے گی چنانچہ گھر کے کام کاج کی عادت نہیں اس لئے بچپنے عمر ہوتی ہے اور بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں کوئی کہتی ہے کہ میرے سر میں درد ہے ذرا سا سوچتی ہوں تو سر میں درد شروع ہو جاتا ہے ،کوئی کہتی ہے کہ مجھے lowback pain (کمر کا درد) شروع ہوگیا ہے کسی کو آنکھوں میں اندھیرا محسوس

ہوتا ہے، یہ ساری مصیبتیں ہاتھ سے کام نہ کرنے کی وجہ سے ہوتیں ہیں
سیدہ عائشہؓ کے گھر میں ایک چکی تھی اور وہ چکی کے اوپر گندم خود پیستی تھیں تو پھر آج کی عورت اپنے گھر کا کام خود کیوں نہیں کرتی۔ جب گھر کا کام نہیں کرینگی پھر کہیں گیں ہمیں swimming club کلب میں جانے کی ضرورت ہے چربی چڑھ رہی ہے پھر ہمیں ٹریڈمل لاکر دیں تاکہ ہم اس پر چلا کریں کیا ضرورت ہے انکی؟ گھر کے کام کاج میں ایک تو اجر ملے گا دوسرا خاوند کا دل جیت لیگی اور پھر تیسرا یہ کہ خود بخود sugar burn ہوگی اور آپکی صحت کو بھی اللہ ٹھیک رکھیں گیں تو گھر کے کام کاج کو اپنی عزت سمجھیں اور اس بات کو سمجھیں کہ میں مصلے پر بیٹھ کر جو عبادت کرونگی اس سے زیادہ گھر کے کام کاج کرنے سے اللہ کا قرب نصیب ہوگا۔

(حق نمبر ۱۱)

اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھنا

کچھ عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ طبیعت میں سستی ہوتی ہے ہروقت پھیلاؤ ڈال دیتی ہیں گھر کے اندر پھیلاؤ کا ہونا، چیزوں کا بےترتیب پڑا ہوا ہونا یہ اللہ کو ناپسند ہے حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ''اَللّٰہُ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ '' (اللہ تعالیٰ خود بھی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے) تو جب نبی کریم ﷺ نے گواہی دی کہ اللہ کو خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اسکا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بکھری ہوئی چیزیں پسند نہیں آتی ہیں لہٰذا عورت اپنے گھر کو اس نیت سے صاف ستھرا رکھے کہ میرے گھر کی چیزیں ترتیب سے پڑی ہونگیں اور صاف ستھرا گھر ہوگا تو میرے مالک کو یہ گھر اچھا لگے گا میری محنت قبول ہوجائے گی جب آپ گھر میں بیٹھی جھاڑو چلاتی ہونگیں تو یوں سمجھئے کہ گھر ہی صاف نہیں ہو رہا ہے بلکہ اللہ آپکے دل کے گھر کو بھی صاف کر رہے ہیں تو گھر کو جھاڑو دینا یوں سمجھئے کہ میں بیٹھی اپنے دل کی ظلمت پر جھاڑو دے رہی ہوں۔

گھر کو صاف ستھرا رکھئے کیونکہ اللہ فرماتے ہیں: ''إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ'' کہ اللہ توبہ کرنے والوں سے بھی محبت کرتے ہیں اور پاکیزہ رہنے والوں سے بھی محبت کرتے ہیں اس لئے ہر چیز کا صاف ستھرا ہونا اور پاکیزہ ہونا اللہ کی خوشنودی کا سبب بنتا ہے۔

چیزوں کو ترتیب سے رکھنے کا اجر

نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث پاک میں فرمایا کہ عورت گھر میں پڑی ہوئی کسی بے ترتیب چیز کو اٹھا کر ترتیب سے رکھ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک نیکی عطا فرماتے ہیں اور ایک گناہ معاف فرما دیتے ہیں اب دیکھئے عورت گھر میں برتن درست کرتی ہے تو اسے کتنی نیکیاں مل جاتی ہیں اور کتنے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، کپڑے سمیٹتی ہیں ، چیزوں کو سمیٹتی ہیں، گھر میں روزانہ اپنے گھر کی چیزوں کو سمیٹتی ہیں جتنی چیزوں کو اس نے اپنی جگہ رکھا، ہر چیز کو رکھنے کے بدلے ایک گناہ معاف ہوا اور ایک نیکی اللہ نے عطا کر دی اسطرح دیکھئے ایک عورت گھر کے کام کاج میں کتنی ثواب حاسل کر سکتی ہے اگر اس نیت سے گھر کو صاف ستھرا رکھیں گیں کہ لوگ آئیں اور تعریف کریں گے تو یہ آپکی محنت ساری صفر ہو گئی اس لئے کہ اگر مخلوق نے کہہ بھی دیا کہ بڑا اچھا گھر ہے تو آپکو کیا مل گیا اگر اتنی محنت کر کے پسینہ بہا کر فقط لوگوں کی زبان سے ہی سننا ہے کہ بھئی بڑا اچھا گھر ہے تو اللہ فرمائیں گیں کہ ''فقد قیل'' یہ کہا جا چکا تو یہ نیت مت کریں نیت یہ کریں کہ میں گھر کو سیٹ کرونگی کیونکہ میں گھر والی ہوں اور یہ میری ذمہ داری ہے اللہ خوبصورت بھی ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے لہٰذا میں اپنے گھر کو سیٹ کر کے رکھوں گیں سیٹ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ آپ cristal سجالیں گیں اور اس میں سینکڑوں Dolar کی چیزیں لا کے رکھینگیں یہ سیٹ کرنا نہیں بلکہ جتنے وسائل ہوں جیسے بھی ہوں مگر چیز کے اندر صفائی ہو اور سلیقہ بندی ہو صفائی کے لئے تو Dolars کی ضرورت نہیں ہوتی ہے بلکہ انسان کو اپنے کپڑے تو دھونے ہی ہوتے

ہیں تو ذرا صاف ستھرے کپڑے کی عادت ڈالے اسی طرح چیزوں کو سمیٹنا تو ہوتا ہی ہے تو سلیقہ بندی سے چیزوں کو رکھلے تو اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی خواتین کو صفائی ستھرائی نصیب فرمائے۔ (آمین)

(حق نمبر۱۲)

سنی سنائی بات کو آگے بیان نہ کرنا

ایسی عادت ہرگز نہ ڈالیں کہ کئی عورتیں ادھوری بات کو سن کر اپنے خاوند کو پہنچا دیتی ہیں اور بعد میں جھوٹی نکلتی ہیں یہ بہت بری عادت ہے ذرا سی بات سن کر آگے پھیلانا شروع کر دیتی ہیں اس طرح آگے بات نہیں پہنچانی چاہئے۔

سنی سنائی بات کو ادھر ادھر بیان کر دینا عورت کے لئے مصیبت کا سبب بنتا ہے۔ اس لئے اکثر و بیشتر عورتوں کو اپنی بات چھپانے کے لئے جھوٹ کا سہارا لینا پڑتا ہے اور کئی تو ایسی ہوتی ہیں بات بات پر جھوٹ بولتی ہیں حدیث پاک میں آیا ہے کہ بندہ جھوٹ بولتے بولتے ایسی کیفیت میں آجاتا ہے کہ اللہ فرشتوں کو فرماتے ہیں کہ جھوٹوں کے دفتر میں اسکا نام لکھ دیا جائے۔

بعض عورتیں ہر ایک کے سامنے دل کھول دیتی ہیں کوئی آئی گئی بھی ہوگی اسکو بھی بتا دینگیں حتی کہ مثال کے طور پر یہ سفر کر رہی ہے اور لاونج میں فلائٹ کا انتظار میں بیٹھی ہے اور اگر اسکے والی سیٹ پر کوئی عورت بیٹھ گئی اب جیسے ہی تعارف ہوگا تو دو منٹ کے اندر اپنے خاوند کی بھی حقیقت بتا دینگیں یہ کتنی بے وقوفی کی بات ہے کہ انسان ذرا سی دیر میں اتنا جلدی اپنے کو دوسروں کے سامنے کھول دیتا ہے یہ چیز اچھی نہیں ہوتی ہے بلکہ اس چیز کے نقصانات ہوتے ہیں ہر بات سننے والا خیر خواہ نہیں ہوتا ہے عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کا دل کھولنے کیلئے دوسروں سے پوچھ لیتی ہیں کہ آپکی ساس کیسی ہے؟

ذرا سی بات سن کر دل میں لے لینا کہ فلاں ایسا ہے، فلاں ایسی ہے یہ غلط بات ہے کئی مرتبہ بچے آپکے سامنے آئیں گے ایک کہے گا فلاں نے ایسا کیا فیصلہ نہ کریں جب تک کہ دوسرے کی بات نہ سن لیں لقمان نے اپنے بچے کو کہا کہ بیٹا: اگر تجھے کوئی آ کر کہے کہ فلاں نے میری آنکھ پھوڑ دی تو تم فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کی نہ سن لو ہو سکتا ہے کہ اس نے اسکی دو آنکھیں پھوڑ دی ہوں اس لئے ذرا سی بات سن کر اسکو لے لینا یا کوئی قدم اٹھانا عورت کے لئے مصیبت کا سبب بن جاتا ہے۔

(حق نمبر ۱۳)

خاوند کو دعا کے ساتھ رخصت کرنا

جب بھی خاوند گھر سے رخصت ہونے لگے تو اسکو ہمیشہ الوداع کر کے رخصت کرنا چاہئے فی امان اللہ کہے اور دعا دے جیسے ہماری بڑی عورتیں پہلے وقتوں میں اپنے میاں کو کہتی تھیں یہ کتنی پیاری بات ہے کہ جب اُسنے اپنی امانت اللہ کے حوالہ کر دی تو اللہ محافظ ہے وہ آپکی امانت کی حفاظت کریگا تو نیک بیویاں ہمیشہ اپنے بچوں کو گھر سے رخصت کرتے ہوئے انکو دعا دیتی ہیں اونچی آواز سے کہنے کی عادت ڈالیں بلکہ دروازہ تک ساتھ آیا کریں اور پھر کہا کریں فی امان اللہ، فی حفظ اللہ، فی جوار اللہ، کچھ نہ کچھ ایسے لفظ کہا کریں کہ میری امانت اللہ کے حوالہ تو جب آپ اپنی امانت اللہ کے حوالہ کر چکیں تو اللہ آپکو بھی let bwn بھی نہیں ہونے دیگا اللہ پر بھروسہ اور یقین تو ہماری زندگی کی بنیاد ہے۔

تو ایک عادت یہ ہو کہ جب خاوند گھر سے رخصت ہونے لگے تو دروازہ تک جا کر اسے الوداع کہیں دعا کے ذریعہ اور جب خاوند گھر آئے تو جتنی بھی مصروف ہوں ایک منٹ کے لئے آپنے آپکو فارغ کر کے مسکرا کے اپنے خاوند کا استقبال کرے جب بیوی خاوند کا مسکرا کے استقبال کرے گی تو اس کے دل میں محبت اٹھے گی آج ان چیزوں پر عمل کم ہے اس لئے زندگی میں پریشانی زیادہ ہیں۔

(حق نمبر ۱۴)

خاوند کے آنے سے پہلے عورت کو اپنے آپ کو صاف ستھرا کر لینا

عورت کو چاہئے کہ جب خاوند کے آنے کا وقت ہو تو اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھے، ہوتا یہ ہے کہ جب باہر نکلنا ہو تو دلہن کی طرح بن ٹھن کے جائیں گی اور جب خاوند کے آنے کا وقت ہوگا تو ایسی میلی کچیلی رہیں گی کہ دیکھ کر ہی طبیعت خراب ہو جائے، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بلکہ جتنی بھی نیک عورتیں گزری ہیں ان سب کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ روزانہ اپنے خاوند کے آنے کے وقت اپنے آپ کو سنوار لیتی تھی اور یوں بننا اور سنورنا ان کے لئے عبادت کے مانند ہو جاتا ہے۔

ایک نیک بیوی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ہر رات اپنے آپ کو سنوارتی سجاتی اور اپنے میاں سے پوچھتی تھی کہ آپ کو میری خدمت کی ضرورت ہے؟ اگر وہ کہتے ''ہاں'' تو ان کے ساتھ وقت گزارتیں، اور اگر وہ کہتے کہ ''نہیں'' مجھے نیند آرہی ہے، مجھے سونا ہے تو وہ مصلے پر کھڑی ہوتیں اور ساری رات اپنے رب کے سامنے ہاتھ باندھ کر گزار دیتیں تھیں۔

لہٰذا بیوی کو چاہئے کہ اپنے خاوند کیلئے گھر میں بن سنور کر رہے، بننے سنورنے کا مطلب یہ نہیں کہ روزانہ دلہن کے کپڑے پہنے۔ بس کپڑے صاف ستھرے ہوں اور بالوں میں کنگھی کر رکھی ہو، چہرہ دھلا ہوا صاف ستھرا ہو، خوشبو لگی ہوئی ہو۔ اسی کو بننا سنورنا کہتے ہیں۔ تو یہ بننا سنورنا عورت کے گھریلو فرائض میں شامل ہے، اس میں سستی ہرگز نہیں کرنی چاہئے۔ آپ باہر جائیں تو سادہ کپڑوں میں جائیں، باہر زرق برق لباس پہننے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ سادہ کپڑوں میں باہر جائینگی تو فتنوں سے بچ جائینگی۔

یاد رکھیں.....! لباس کی سادگی عورت کے حسن کی حفاظت کا سبب بن جاتی ہے، اس لئے دستور بنائیں کہ جب باہر جائیں تو کپڑے صاف ستھرے ہوں مگر سادہ ہوں اور جب گھر میں ہو تو پھر کپڑے اپنے خاوند کیلئے کوئی سے بھی پہن سکتی ہیں مگر اپنے کو

بنا سنوار کر تیار رکھیں۔

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک لشکر سے واپس آرہے تھے، مدینہ منورہ کے باہر ہی آپ نے قیام فرمایا حالانکہ گھر بہت قریب تھے اور گھر جا بھی سکتے تھے مگر آپ ﷺ نے صحابہ ؓ سے فرمایا کہ "تم لوگ یہیں رک جاؤ اور اپنے اپنے گھروں میں اطلاع بھجوادو تاکہ بیویاں اپنے آپ کو خاوندوں کے لئے تیار کرلیں"۔

جب عورتوں کو پتہ ہو کہ میاں کے آنے کا وقت ہے تو اس وقت میلے منہ کے بجائے ذرا صاف ستھری ہو کر رہیں تاکہ نبی ﷺ کی حدیث پر عمل نصیب ہو جائے، جب خود ہی صاف ستھری نہیں رہیں گی تو کیسے توقع کرتی ہیں کہ خاوند کے دل میں ہماری روز نئی محبت پیدا ہونی چاہئے۔ جب خاوند توجہ نہیں کرتے تو پھر روتی پھرتی ہیں کہ

جی ساری دنیا کے ہوئے میرے سوا
میں نے دنیا چھوڑ دی جن کے لئے

جب آپ نے خاوند کے لئے دنیا چھوڑ دی تو اب اپنے آپ کو صاف ستھرا بھی رکھئے تاکہ میاں کا طبعاً بھی آپ کی طرف جذبۂ محبت زیادہ ہو جائے۔

(حق نمبر ۱۵)

رشتہ داروں کے ہاں صلۂ رحمی کی نیت سے جانا

رشتہ داروں کے ہاں کبھی تقریبات میں جانا پڑتا ہے، تو صلہ رحمی کی نیت سے جائیں۔ صلہ رحمی کہتے ہیں رشتہ داریوں کو جوڑنا، رشتے ناطے جوڑنا، اللہ رب العالمین کو یہ بات بہت پسند ہے کہ لوگ رشتہ داریاں جوڑیں اور محبت و پیار کے ساتھ رہیں، جب آپ تقریبات میں جائیں تو صلہ رحمی کی نیت سے جائیں۔ یہ نیت نہ ہو کہ ہم نہیں جائینگی تو وہ بھی نہیں آئینگے، اپنی طرف سے آپ صلہ رحمی کی نیت سے جائیں تاکہ آپ کا جانا بھی عبادت بن جائے۔

تنبیہ: ہاں....! پردے کا ضرور لحاظ رکھیں کہ مخلوط محفلوں میں شرکت نہ کریں، جہاں آپ کو پتہ چلے کہ پردے کا خیال نہ کریں گے تو ایسی محفلوں میں شرکت سے گریز کریں۔ لیکن اگر جانا ہی پڑ جائے تو پردے میں رہیں، خود بخود رشتہ داروں کو محسوس ہو جائے گا کہ عورتوں کے لئے ہمیں پردے کا انتظام کرنا چاہئے تھا۔ نیک بچیاں شرعی حقوق بھی پورے کرتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کو مدنظر رکھتی ہیں، اس سے بھی پیچھے نہیں ہٹتیں۔

ایک اچھا کام جس کو اپنانا چاہئے

وہ یہ ہے کہ اگر کسی کے ہاں خوشی کی تقریب ہو تو آپ تقریب والے دن جانے کے بجائے ایک دن پہلے چلی جائیں اور اپنی طرف سے ان کو تحفہ یا ہدیہ دے دیں اور ان سے کچھ وقت بیٹھ کر باتیں کرلیں اور ان سے کہیں کہ پردے کی مجبوری کی وجہ سے تقریب میں شرکت کرنا میرے لئے مشکل ہے اس لئے ایک دن پہلے ہی آ گئی کہ آپ کو مبارک باد دے دوں۔ اسی طرح اگر کسی کے ہاں غمی کی کوئی بات ہے تو غمی والے دن جانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس دن عام طور پر گھروں میں بے پردگی ہوتی ہے، لوگ پردے کے مسائل کا خیال نہیں کرتے، لہٰذا غمی کی کیفیت میں آپ دوسرے دن جانے کی عادت بنالیں، جا کر ان سے تعزیت کرلیں اور بتائیں کہ کل میں پردے کی وجہ سے نہ آسکی، تو اس دن تعزیت کے الفاظ کہہ کر آجائیں۔ آپ کی رشتہ داریاں بھی قائم رہینگی اور پردہ بھی قائم رہیگا، یعنی آپ نے بندوں کو بھی راضی کیا اور بندوں کے پروردگار کو بھی راضی کرلیا۔

(حق نمبر ۱۶)

شوہر کو صدقہ خیرات کی ترغیب دینا

یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کیلئے کہتی رہا کریں۔ اس لئے کہ صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے، صدقہ سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ حدیث مبارکہ میں آیا

کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم کھا کر فرمایا کہ: ''صدقہ دینے سے انسان کے مال میں کمی نہیں ہوتی''۔ اب بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ویسے ہی کہہ دیتے تو کافی تھا، لیکن صادق وامین نے قسم کھا کر فرمادیا کہ صدقہ دینے سے آدمی کے مال میں کمی نہیں آتی اس لئے اپنے خاوند کو اس صدقہ کے بارے میں وقتاً فوقتاً کہتی رہیں۔ کبھی وہ پریشان حال ہو تو مشورہ دیں کہ کچھ صدقہ ادا کریں۔ صدقہ کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ جو کچھ ہے سارا کا سارا دیکر فارغ ہو جاؤ بلکہ آپ نے اگر ایک پیسہ بھی خرچ کیا اللہ کی راہ میں تو اللہ کے ہاں وہ صدقے میں شمار کر لیا جائیگا۔

اللہ تعالیٰ چیز کو نہیں دیکھتے، وہ تو یہ دیکھتے ہیں کہ نیت کتنی اچھی تھی۔ اور عورتیں خود بھی خاوند سے اجازت لیکر اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کی عادت ڈالیں۔ اپنے بچوں کے ہاتھوں سے بھی دلوایا کریں، کوئی غریب عورت آجائے، پیسے دینا چاہتی ہیں تو اپنی بیٹی کے ہاتھ پہ رکھ کر کہا کریں کہ بیٹی جاؤ دے کے آؤ تاکہ بچی کو سبق مل جائے کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں کرچ کرنا ہے۔ یقین کریں کہ جتنا ہمیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کے بالمقابل اللہ کے راستے میں ہم بہت کم خرچ کرتے ہیں۔ جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌ مَعْلُوْم للسائلِ والمحروم''۔

(ترجمہ:) ''اوران کے اموال میں ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا حق ہے''۔

مگر ہم تو اتنا کچھ ہوتا ہے مگر نہیں دیتے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو ان کی اپنی ضرورتوں سے زیادہ رزق اس لئے دیتے ہیں کہ وہ نیک غریب بیواؤں یتیموں پر خرچ کریں''۔ یہ ان کا رزق ہوتا ہے جو اللہ ان کو پہنچا دیتا ہے کہ تم ڈاکیے کی طرح تقسیم (Distribute) کر دینا، اس کو پوسٹ آفس بنا دیتے ہیں۔ اب اگر یہ بندہ غریبوں پر خرچ کرتا رہیگا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرورت سے زیادہ رزق دیتے رہیں گے، اگر یہ خرچ کرنا بند کر دیگا تو اللہ تعالیٰ اسکو دینا بھی بند کر دینگے اور اس

ڈاک کے لئے اللہ تعالیٰ کسی اور کو چن لینگے، چنانچہ ہم نے دیکھا کہ بعض لوگوں کے کاروبار بلین اور ٹریلین میں ہوتے ہیں پھر ایسی بات ہوتی ہے کہ کوئی معاشی بحران آتا ہے اور سارا کچھ ان کا ڈوب جاتا ہے اور پھر پھوٹی کوڑی کو ترستے ہیں، کہتے ہیں کہ حضرت ....! پتہ نہیں لاکھوں لوگوں سے لینے تھے، آج لاکھوں دینے ہیں۔ وجہ کیا ہوتی ہے کہ وہ سب کچھ ان کا اپنا نہیں تھا، اللہ نے اُن کو دیا تھا کہ یہ امین بن کر بندوں تک پہنچادیں، جب انہوں نے اس فرض میں کوتاہی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دینا بند کر دیا۔ ان کو وہ کچھ دیا جو فقط ان کا اپنا حصہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جب کسی کو ضرورت سے زیادہ دے تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کیلئے خوب ہر وقت کوشش کرے، دل میں اس کی سخاوت ہونی چاہئے۔

یہ دل کی سخاوت اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاتم طائی کی بیٹی گرفتار ہو کر آئی تو اللہ کے محبوب کو بتایا گیا کہ اس کا والد بڑا سخی تھا۔ اس بات کو سن کر اللہ کے نبی ﷺ نے اس کو آزاد کر دیا، وہ کہنے لگی ''میں اکیلی ہوں، کیسے جاؤں...؟'' چنانچہ آپ ﷺ نے دو صحابہؓ کو اس کے ساتھ بھیجا کہ وہ اس کو بحفاظت گھر واپس پہنچائیں، وہ کہنے لگی کہ ''مجھے اکیلے میں شرم آتی ہے، میں آزاد ہوگئی جبکہ میرے قبیلے کے سارے لوگ یہاں قید ہیں''۔ نبی کریم ﷺ نے بچی کی بات پر قبیلے کے سارے لوگوں کو معاف فرما دیا، سخاوت اللہ تعالیٰ کو اور اللہ کے محبوب کو اتنی پسند ہے۔

(حق نمبر ۱۷)

گھر کے اندر مصلے کی جگہ بنانا

عورت کو چاہئے کہ اسی کو اپنے لئے مسجد سمجھے، بڑا گھر ہے تو ایک کمرے کو ہی مسجد بنالیں یا اگر کمرے کے اندر تخت پوش رکھ کر مصلہ بچھا سکتی ہیں تو اس کو بنائیں، وہاں پر تسبیح بھی ہو، گھٹلیاں بھی ہوں اور قرآن مجید بھی قریب ہو اور حجاب بھی تاکہ جس نے

نماز پڑھنی ہو وہ آسانی کے ساتھ صحیح پردے کے ساتھ نماز پڑھ سکے۔

اس جگہ پر بیٹھنے کی عادت ڈالیں حتیٰ کہ طبیعت مانوس ہو جائے، صحابیات کی یہ عادت تھی کہ جب ان کے میاں کام کاج کے لئے چلے جاتے تھے تو گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر چاشت کے نفل پڑھتی تھیں۔ (چاشت صلوٰۃ الضحیٰ کو کہتے ہیں یعنی جب سورج اتنا بلند ہو کہ باہر کوئی جانور چلے تو اس کے پاؤں جلنا شروع ہو جائے، زمین گرم ہو تو اس کو صلوٰۃ الضحیٰ کہتے ہیں)۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے چاشت کی نماز میں روزی کی برکت کو رکھا ہے"۔ اب میاں تو کام کے لئے چلا گیا آپ اگر چاشت کی نماز پڑھیں گی اور دعا مانگیں گی کہ "اے میرے مالک....! میرے میاں کام کاج کے لئے گھر سے چلا گیا، میں آپ کی بندی دامن پھیلا کے مانگتی ہوں کہ میرے میاں کے کام کو قبول کر لیجئے اور اس کے بدلے ہمیں رزق حلال عطا فرمایئے"۔ خاوند کام کرے گا اور بیوی چاشت کے وقت دعا کرے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حلال طیب اور پاکیزہ روزی عطا فرمائیں گے۔ صحابیات کی یہ عادت کتنی عورتوں میں ہے؟

ذرا سوچیں تو سہی کہ کتنی عورتیں ہیں جو چاشت کی نماز پڑھ کر اپنے میاں کے رزق میں برکت کی دعا مانگتی ہیں۔ جب عمل نہیں کرتی ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھروں میں بے برکتی ہوتی ہے۔ اول تو روزی نہیں ہوتی یا اگر روزی ہوتی ہے تو گھر کے اندر الٹا فساد کا باعث بن جاتی ہے۔

(حق نمبر ۱۸)

فون پر مختصر بات کرنے کی عادت ڈالنا

اس کا تعلق بندے کی عادت کے ساتھ ہے، کئی عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ بس فون کے اوپر "اچھا آپ بھی آج یہ پکا رہی ہیں؟" اب Commentary (تبصرہ) چل رہا ہوتا ہے۔ "ہاں میں بھی آج یہ پکا رہی ہوں"۔ اب اس میں آدھ

گھنٹہ گذار دیا اور یہ سمجھ ہی نہیں ہوتی کہ زندگی کا قیمتی وقت آپ نے خواہ مخواہ بے کار باتوں میں گذار دیا۔ بس To the Point (مطلب کی) بات کرنے کی عادت ڈالیں اس کا بہت فائدہ ہوتا ہے۔ ایک تو وقت بچتا ہے اور دوسرا کئی اور مصیبتوں سے غیبتوں کے سننے سے انسان بچ جاتا ہے۔ اس لئے کہ جو اپنے گھر کی دال پکانے کی باتیں سنائی گی وہ ممکن ہے اپنی ساس کی کوئی غیبت کی بات بھی سنا دے اور آپ کو پتہ ہی نہ چلے۔ اس لئے فون پر مختصری بات کرنے کی عادت ڈالیں، اگر دوسری طرف کوئی غیر محرم مرد ہے تو اپنے لہجے کے اندر سختی رکھیں کہ اگر اس نے دو فقرے بولنے ہیں تو دو کی جگہ ایک فقرہ ہی بول کر فون بند کر دے۔

اس کا اللہ نے حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''فلاتخضعن بالقول'' یعنی اگر تم نے غیر محرم سے گفتگو کرنی ہے تو اپنے لہجے میں لچک مت پیدا کرو، سختی پیدا کرو، آج کل تو یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی مرد غیر محرم ہے تو ایسی میٹھی بن کر بات کرینگی کہ جسے سارے جہاں کی مٹھاس اس میں سمٹ آئی ہو، شریعت میں اس کو حرام کہا گیا ہے۔

غیر محرم سے بات ذرا اونچے تلے لہجے میں کرے، ایک اصول سن لیں کہ ہمیشہ بات سے بات بڑھتی ہے، یہ فقرہ یاد رکھ لیں کام آئے گا۔

''بات سے بات بڑھتی ہے'' مقصد آپ سمجھئے، پہلے انسان بات کرتا ہے اور بات کرنے کے بعد ملاقات کا دروازہ کھلتا ہے اس کی دلیل قرآن پاک سے ملتی ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر علیہم السلام آئے مگر ان میں سے کسی نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا، دنیا میں صرف موسیٰ علیہ السلام تھے جنہوں نے کہا: ''ربّ ارنی انظر الیک'' اے اللہ میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر میں صرف موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کیوں مانگی کہ ''اے اللہ...! میں آپکو دیکھنا چاہتا ہوں'' تو مفسرین لکھا کہ اس لئے کہ وہ کلیم اللہ تھے۔ اللہ سے گفتگو کرتے تھے۔ جب کوئی گفتگو کرتا ہے تو پھر اگلا قدم یہ ہوتا ہے کہ اس سے

ملاقات کرنے کو جی چاہتا ہے۔تو یہاں سے معلوم ہوا کہ فون پر جب آپ بات سے بات بڑھائیں گے تو پھر اگلا قدم گناہ کی طرف جائیگا۔اس لئے پہلے قدم پر ہی اپنے آپ کو روک لیجئے،جس گناہ کو انسان چھوٹا سمجھتا ہے وہ بڑے گناہ کا سبب بنتا ہے،اس لئے اگر کوئی بھی یہ سمجھے کہ میں تو کزن سے صرف فون پر بات کرتی ہوں تو یہ بات ذہن میں رکھ لیں کہ جس گناہ کو انسان چھوٹا سمجھتا ہے وہ گناہ بڑے گناہ کا سبب بنتا ہے۔

(حق نمبر ۱۹)

اہم باتیں نوٹ کرنے کیلئے ایک نوٹ بک خود بنانا

عورتوں کو چاہئے کہ اہم باتوں کو ایک نوٹ بک میں لکھنے کی عادت ڈالیں۔ عورتوں میں یہ چیز بہت کم ہے کچھ نیک بیویاں اس کی پابندی کرتی ہونگی ورنہ نوٹ بک نہیں بنائی جاتی۔کئی اہم باتیں خاوند کو کہنی ہوتی ہیں لیکن موقع پر یاد نہیں آتیں اور کئی اہم کام کرنے ہوتے ہیں، جو خاوند بتا کے جاتا ہے، وہ بھول جاتی ہیں چنانچہ گھر کی کئی مصیبتیں اس وجہ سے شروع ہوتی ہیں،تو فقط اپنی یادداشت پر بھروسہ نہ کرے اسلئے کہ جب گھر میں عورت کی اولاد ہونی شروع ہو تو عام طور پر اس کی یادداشت اتنی اچھی نہیں رہتی، کئی مرتبہ یہ جلدی بھول جاتی ہیں جب گھر کے اندر ڈائری ہوگی تو اپنی اس ڈائری میں خاوند نے جو کام کہے وہ بھی لکھ لیا۔کسی اور نے کوئی کام کہا تو وہ بھی لکھ لیا، کسی کو کام کے لئے کہنا ہے تو وہ بھی لکھ لیا کرے تو روز کا ایک صفحہ متعین کرلیں اور اس کے اوپر یہ سب کچھ لکھ کر شام کو دیکھ لیں کہ کیا میں نے سب کام سمیٹے یا نہیں۔ یہ نوٹ بک کا بنانا جب آپ شروع سے کرینگی تو آپ دیکھیں گی کہ آپکی زندگی میں ڈسپلن(Dicipline) آجائے گا۔آپکی زندگی خود بخود اچھی ترتیب والی بن جائیگی اور پھر آپ وقت کا بھی خیال رکھیں گی، جب آپ کو پتہ ہوگا کہ آج میں نے اتنے کام سمیٹنے ہیں پھر کسی کے فون آنے پر آپ اس سے دال پکانے کی باتیں نہیں پوچھیں گی، آپ کو پتہ ہوگا کہ میرا وقت بہت قیمتی ہے۔

آج جلدی کے (Urgent) کاموں کی وجہ سے عورتیں اہم (Important) کاموں کی طرف توجہ نہیں دیتی۔ یہ بات سنئے اور دل کے کانوں سے سنئے بدانتظامی (Mismanagement) کی وجہ سے آج عورتیں ارجنٹ کاموں میں اتنا الجھ جاتی ہیں کہ اہم کاموں کے لئے ان بے چاریوں کے پاس فرصت ہی نہیں ہوتی۔ ہر وقت Fire-Fighting ہی کرتی پھر رہی ہوتی ہیں، تھوڑا وقت رہ جائے تو کہتی ہیں کہ ''اچھا یہ کام سمیٹنا ہے، کل تو فلاں تقریب ہے'' ہر وقت Fire-Fighting کی ضرورت نہیں Planning کے ساتھ زندگی گذارئے۔

کسی نے کہا "Well Plane half done"

جب آدمی کسی کام کو اچھا پلان (Plan) کر لیتا ہے تو یوں سمجھو کہ آدھا کام ہو جاتا ہے، تو یہ نوٹ بک کا بنانا اور اپنے وقت کا خیال رکھنا اور اپنے کاموں کو اس میں لکھ لینا آپ کے لئے فائدے کا سبب بنے گا۔

(حق نمبر ۲۰)

کچھ ضرورت کی چیزوں کو سنبھال کر رکھنا

اسی طرح گھر کے اندر بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی اچانک اکثر ضرورت پڑتی رہتی ہے، انکو گھر میں مناسب جگہ پر ہر وقت تیار حالت میں رکھیں، تاکہ پریشانی سے بچ جائیں۔

(۱) مثال کے طور پر ہر عورت کو اپنے گھر کے اندر ایک چھوٹا سا ابتدائی طبی امداد کا بکس (First Aid Box) بنانا چاہئے، عورتیں عموماً اس طرف توجہ نہیں کرتیں، لہذا چھوٹی چھوٹی چیزوں کیلئے ان کو ڈاکٹروں کے پاس جانا پڑتا ہے۔ ذرا سا کسی بچے کو زخم آ گیا تو کہتی ہیں ''اچھا چلو جی ڈاکٹر کے پاس'' اب ڈاکٹر کے پاس تو بچے نے جانا ہے، ماں اس کے ساتھ ویسے ہی جا رہی ہے، جب ایک عورت غیر محرم ڈاکٹر کے پاس جائے گی تو اس سے بات بھی کرنی پڑے گی۔ کئی مرتبہ چہرے بھی کھول بیٹھے گی

اور پھر کئی مرتبہ بات سے بات بڑھ جائے گی ، اس لئے شیطان کے دروازے کو بند کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ روزمرہ کی جو دوائی ہوتی ہے یا چیزیں ہوتی ہیں وہ گھر کے اندر رکھ لی جائیں ، سر درد کی گولی اور بخار وغیرہ کی دوائی کو سمجھنا بہت آسان ہوتا ہے۔ تو ہر گھر کے اندر عورت اپنا ابتدائی طبی امداد بکس (First Aid Box) بنالے ، خدانخواستہ بچے کو کوئی چوٹ لگ سکتی ہے یا آپ کا ہاتھ جل سکتا ہے تو اگر گھر میں کریم رکھی ہوگی جو زخم پر لگانے کے لئے یا جلن کی حالت میں لگانے کے لئے ہے تو جب زخم پر فوراً وہ چیز لگ جائے گی تو پھر اسکا نشان جسم پر نہیں رہے گا۔

ہوتا یہ ہے کہ بچہ جلا ، یا فرض کرو خدانخواستہ عورت کا ہاتھ جل گیا ، اب ڈاکٹر کے پاس خاوند لے کر جائے گا اور خاوند کام سے شام کو آتا ہے تو اب چار پانچ گھنٹے زخم کو اسی طرح گزر گئے تو ڈاکٹر کے پاس جانے سے پہلے پہلے اتنا نقصان ہو چکا ہوتا ہے کہ زخموں کے نشان رہ جاتے ہیں۔ اسلئے گھر کے اندر First Aid Box کا انتظام ہونا چاہئے ، یہ عورت کیلئے دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے فائدے کا سبب ہوتا ہے۔ عورتوں کو چاہئے کہ مرد ڈاکٹر کے پاس جانے سے حتی الوسع پرہیز کریں تاکہ اللہ تعالیٰ غیر محرم کے فتنے سے محفوظ فرمائے۔

(۲) اسی طرح چابیوں کی جگہ متعین کر لیجئے ، اکثر اوقات کہیں جانے کا وقت ہوتا ہے تو چابیاں نہیں ملتیں ، چابیاں ڈھونڈ رہی ہوتی ہیں اور جب چابیاں نہیں ملتیں پھر جھگڑا بنتا ہے۔ اس لئے انہیں سنبھال کر متعین جگہ پر رکھیں۔

(۳) اسی طرح چھری بھی ایسی چیز ہے جسکی اکثر ضرورت پڑتی رہتی ہے ، اسے بھی مخصوص جگہ پر رکھا کریں۔ پھل اور سبزی کاٹنے کیلئے الگ الگ چھری کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر بالفرض ایک چھری ہو اور اس سے پیاز کاٹا ہو اور تھوڑی دیر بعد اسی چھری سے سیب کاٹا ہو تو پیاز کا ذائقہ سیب میں شامل ہو جائیگا اور وہ بدمزہ ہو جائیگا ، بلکہ وہ کم بدمزہ ہوگا اور گھر کا ماحول زیادہ بدمزہ ہو جائیگا۔

(۴) جیولری بکس عورتوں کے پاس ہوتا ہے اس کو سنبھال کر رکھئے، اس قسم کی اہم چیزوں کے رکھنے کا ضابطہ بنا دیجئے۔ تا کہ جس کو چاہیں آپ کو وقت پر مہیا ہو سکے، آپ کی زندگی کے کئی سارے جھگڑے ان چیزوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اگر آپ غور کریں گی تو ان چیزوں کی وجہ سے جو جھگڑے ہوتے ہیں وہ ختم ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے شیطان کو ان چیزوں کی وجہ سے گھر کا ماحول غارت کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

(حق نمبر ۲۱)

بیوی کو کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ جس کی وجہ سے خاوند کی نظروں سے گر جائے

چاہے وہ مال سے تعلق ہو یا اخلاق و کردار سے، بیوی کو چاہئے کہ وہ اپنے میاں کے مزاج پہچانے تا کہ گھر کے ماحول کو اچھا رکھ سکے، اپنے میاں کے سامنے سچ کی زندگی گزارے۔ بات کو بدل بدل کر کرنا، یا بات کو چھپا لینا یہ حقیقت میں جھوٹ ہوتا ہے۔ خاوند کے سامنے عورت نے جب خود ہی جھوٹ بولنے کی عادت ڈال لی تو پھر اس کی بے برکتی پوری زندگی میں پڑ یگی۔ تکلیف اٹھا لینا ذلت کے اٹھا لینے سے بہتر ہے۔ یاد رکھیں......! انسان جتنی محنت اپنی خامی کو چھپانے کیلئے کرتا ہے، اس سے آدھی محنت کے ساتھ وہ خامی دور ہو سکتی ہے۔ آپ کبھی بھی کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے آپ کے میاں کے دل میں آپ کے بارے میں شک پیدا ہو، مثلاً خاوند کو یہ شک ہو کہ یہ جھوٹ بولتی ہے، خاوند کو یہ شک ہو کہ یہ پیسے چھپا لیتی ہے، خاوند کو یہ شک ہو کہ جن لوگوں سے میں تعلق کو نا پسند کرتا ہوں یہ ان سے تعلق رکھتی ہے، اس قسم کا کوئی بھی شک خاوند کے دل میں پیدا مت ہونے دیجئے، اس لئے کہ جس دل میں شک جگہ بنا لے اس دل سے محبت رخصت ہو جاتی ہے۔

(حق نمبر۲۲)

بچوں کے بارے میں خاوند سے مشورے کرتے رہنا،

جو چیز نوٹ کریں رات کو خاوند کو پوری رپوٹ دیں تا کہ خاوند یہ نہ کہے کہ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ پھر خاوند کے مشورے سے جس طرح بچوں کی تربیت کرنی ہو آپس میں مل کر بچوں کی تربیت کریں، جب دونوں کا مشورہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ پھر ان کے بچوں کی تربیت بھی اچھی فرمائیں گے اور ان کو مصیبتوں سے بھی محفوظ فرمائیں گے۔

(حق نمبر۲۳)

خاوند کی جنسی حاجت پوری کرنے میں کوئی تردد نہ کرنا

نبی ﷺ کی حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ اگر عورت کسی سوری پر سوار ہے اور اس کے خاوند نے اس کو کہا کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے تو وہ اپنی سواری سے نیچے اترے اور خاوند کی ضرورت پوری کرنے کے بعد پھر سواری پر سوار ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے بیویوں کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ خاوند کی ضرورت پوری کرنے میں ٹال مٹول سے کام نہ لیں اور اپنی تکلیف کو بھی نہ دیکھیں، چھوٹی موٹی تکلیف کا خیال نہ کریں بلکہ یہ اجر کا کام ہے اور عورت کی ذمہ داری بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو اجر ملتا ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ''جب کوئی بیوی اپنے خاوند کی ضرورت پوری کرتی ہے اور غسل کرتی ہے تو غسل کے پانی کے ہر ہر قطرے کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں''۔ تو سوچئے کہ کتنے گناہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے معاف فرمادیئے۔

نبی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ ''قرب قیامت کی علامت میں سے یہ علامت بھی ہے کہ عورتیں صحت مند ہونے کے باوجود اپنے خاوند کی ضرورت پوری کرنے کیلئے

ٹال مٹول سے کام لیں گی۔ آج یہ شکایات اکثر ملتی ہیں اور واقعی یہ قرب قیامت کی علامت ہے، کہ عورتیں صحت مند بھی ہوتی ہیں، وقت بھی ہوتا ہے مگر خوامخواہ ٹال مٹول اس لئے کرتی ہیں کہ خاوند کو اپنی اہمیت جتلا سکیں۔ حالانکہ دوسری طرف مرد گناہ کا راستہ ڈھونڈ رہا ہے جس کو حلال کھانا نہیں ملے گا تو صاف ظاہر ہے کہ حرام کی طرف للچائی نظروں سے دیکھے گا اس لئے نیک بیویاں اپنے خاوند کی ضرورت پوری کرنے میں چھوٹی موٹی تکلیف کی پرواہ نہیں کرتیں۔ ہاں....! شوہروں کو بھی چاہئے کہ وہ بھی عورت کی ضرورت کا خیال رکھیں اور اس کو زیادہ تکلیف میں نہ ڈالیں بلکہ یہ چیز تو پیار و محبت سے تعلق رکھتی ہیں اور آپس میں افہام و تفہیم کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔

شوہر عورت کیلئے جنت کا دروازہ ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''عورت کیلئے شوہر جنت کا دروازہ ہے''۔ حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ جو عورت اس حال میں مرے کہ اس نے فرائض کو پورا کیا، یعنی فرض نمازیں پڑھیں، پردے کا خیال رکھا، اور اپنے خاوند کو خوش رکھا۔ اس کے مرتے ہی اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کا دروازہ کھول دینگے۔

(حق نمبر ۲۴)

خاوند کو پریشانی کے وقت تسلی دینا

یہ صحابیات کی سنت ہے چنانچہ آپ ﷺ پر جب پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی جس کا قصہ معروف ہے تو آپ ﷺ گھر تشریف لانے کے بعد فرمانے لگے ''زمّلونی زمّلونی'' (مجھے چادر اوڑھادو، مجھے چادر اوڑھادو) بلکہ آپ فرماتے تھے '' خشیت علیٰ نفسی'' (مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے) تو اس پر امّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگی ''کلا انک لتصل الرحم وتحمل الکل تکسب المعدوم وتضری الضیف'' (ترجمہ): ''ہرگز نہیں.....! آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں اور دوسروں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں، اور آپ تو جن کے

پاس کچھ نہیں انکو کما کر دینے والے ہیں اور مہمان نوازی کرنے والے ہیں''۔ جب آپ اتنے اچھے اخلاق کے مالک ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرینگے۔
(بخاری)

چنانچہ اہلیہ کی ان باتوں سے اللہ کے محبوب کو تسلی مل گئی۔ لہٰذا خاوند کبھی کاروباری معاملات یا کسی اور بات سے پریشان ہو تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ جب گھر میں آئے تو تسلی کے بول بولے یہ نہ ہو کہ اس کی پریشانی کو اور بڑھانے کیلئے پہلے سے تیار ہو۔

(حق نمبر ۲۵)

غلطی کو مان لینا

اگر کوئی ایسی بات ہے کہ خاوند کہہ رہا ہے کہ تمہاری غلطی ہے تو اتنا ہی کہہ دیں کہ ہاں.....! میری غلطی ہے۔ اس سے کیا ہوگا؟ غلطی کو تسلیم کرنے میں عزت ہے۔ یہ رسوائی نہیں ہوا کرتی، خاوند ہی ہے نا، خاوند کے سامنے ہی آپ کہہ رہی ہیں کہ جی غلطی ہوگئی، تو کیا ہوا۔ یا اگر خاوند نے کوئی بات کردی تو آپ اسکے جواب میں فوراً بولنے کی عادت مت ڈالیں۔ ترکی بہ ترکی جواب دینا گھروں کے اجڑنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

یاد رکھیئے.....! چپ رہنا بھی ایک جواب ہے، یہ بات ذرا دل پر لکھ لیں۔ کئی مقامات پر خاوند کی بات سن کر چپ رہنا، اس سے خاوند کو اسکا جواب مل جاتا ہے۔ بعض مرتبہ الفاظ کے بجائے خاموشی میں زیادہ وضاحت ہوتی ہے۔

(حق نمبر ۲۶)

شکوے شکایتیں لوگوں کے سامنے یا میاں کے سامنے کہنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے سامنے کہنے کی عادت ڈالنا

مطلب یہ ہے کہ جب عبادت کرنے کا موقع ملے تو دعا لمبی مانگنے کی عادت ڈالیں۔ دل کا جو غم اور بھڑاس ہے وہ فون پر سہیلیوں کے سامنے بیان کرنے کے

بجائے اپنے رب کو بتانا شروع کر دیں تو آپ کا پروردگار آپکے دل کے غم کو دور فرمادیگا۔ اس سے آپ کو دعا کی لذت بھی نصیب ہوگی، آپکے دل کو تسلی بھی مل جائیگی اور پھر قضاء پر صبر بھی نصیب ہوگا اور آپ کے دل میں یہ بات ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مجھے جس حال میں رکھے میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

نہ تو ہجر اچھا نہ وصال اچھا ہے
یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھے اس حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی رہیں۔

(حق نمبر ۲۷)

خاوند کے قرابت والوں سے اچھا سلوک کرنا

اس لئے کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے ''الدین النصیحۃ'' (ترجمہ): ''دین سراسر خیر خواہی ہے''۔ (مشکوٰۃ) اور خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ خاوند کے ماں باپ، بہنیں جو بھی لوگ ہیں، ان کے ساتھ آپ شرعی اعتبار سے پیار کا تعلق رکھیں، تا کہ جھگڑے کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اس کو اپنی ذمہ داری سمجھیں، پھر دیکھئے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنی برکتیں آئیں گی، خاوند کے قریبی رشتہ داروں سے اگر عورت جھگڑے چھیڑے گی تو سمجھ لے کہ یہ کام خود خاوند سے ہی جھگڑا چھیڑنا ہوگا۔ جو کچھ بھی ہو ماں ماں ہوتی ہے، بہن بہن ہوتی ہے اور بھائی بھائی ہوتا ہے، خاوند آپ کو حق پہ سمجھتے ہوئے وقتی طور پر آپ کی بات مان بھی لے گا پھر بھی وہ اس چیز کو دل سے برا سمجھے گا کہ اس عورت نے میرے قریب والوں کی برائی کیوں کی؟ تو ایک اصول بنالیں کہ خاوند کے قریبی رشتہ داروں سے ہمیشہ اچھا سلوک رکھیں اسلئے کہ خاوند کے قریبی ہیں۔ جب خاوند ان کو قریب سمجھتا ہے تو آپ بھی ان کو قریب سمجھیں، یہ چیز اجر کا باعث بن جائیگی۔

(حق نمبر ۲۸)

اگر خالق کی نافرمانی ہوتی ہو تو مخلوق کی اطاعت نہ کرنا

یعنی شریعت کی پیروی ہر وقت ملحوظ رہے۔ ”لا طاعة المخلوق فی معصیة الخالق“ (ترجمہ): ”خالق کی معصیت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں“۔ حتی کہ اگر خاوند بھی کوئی ایسا کام کہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں داخل ہو تو ہرگز بات نہ مانیں۔ مثلاً اگر خاوند کہے کہ پردہ اتار دو تو پردہ ہرگز نہیں اتارے، ہاں! خاوند کو کیسے سمجھایا جائے تو اس کے بارے میں اللہ والوں سے مشورہ کریں، علماء سے رجوع کریں۔ مگر کوئی کام خلاف شریعت نہ کیجئے، چاہے ماں باپ کہیں یا کوئی بھی کہے۔

کئی مرتبہ عورتیں اس قسم کی شکایت کرتی ہیں، تو خلاف شریعت کام میں کسی کے دل ٹوٹنے کی کوئی پرواہ نہیں، آپ اللہ تعالیٰ کو راضی کیجئے۔ ہاں اگر کوئی پریشانی ہے کہ ایک طرف ساس و خاوند اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا حکم، تو ایسی صورت میں مفتی حضرات سے، مشائخ سے رجوع کیجئے۔ وہ آپ کو اعتدال اور میانہ روی کا اچھا راستہ بتلا دیں گے، جس سے آپ کو اس مصیبت سے چھٹکارا مل جائے گا۔

اپنے میاں کو کسی دینی ماحول سے منسلک کرانے کی کوشش کیجئے، اس کا فائدہ ہوگا کہ ماحول کی نسبت سے آپ کا میاں ایک تو نیکی پر رہے گا، گناہوں سے بچے گا اور دوسرا یہ کہ اگر وہ آپ کے حقوق ادا نہیں کر رہا تو کم از کم دنیا میں تو کوئی ایسا ہوگا جو آپ کے میاں کو حقوق پورا کرنے کی نصیحت کر سکے گا۔ اور یہ بات کئی مرتبہ اجڑے گھر کے آباد ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان خواتین کو اپنے خاوندوں کے تمام حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

اس کے علاوہ چند اور حقوق مختصراً بتائے جاتے ہیں

(۱) خاوند کی حیثیت سے زیادہ نان نفقہ کا مطالبہ نہ کرنا۔

(٢) شوہر کی اجازت کے بغیر اسکے مال میں سے کسی کو نہ دینا.
(٣) ہر جائز کام میں خاوند کی اطاعت کرنا البتہ خلاف شرع اور گناہ کے کام میں معذرت کردے..
(٤) اسکی اجازت کے بغیر نہ نفل نماز پڑھنا چاہئے نہ نفل روزہ رکھنا چاہئے..
(٥) خاوند کو تنگدستی یا بدصورتی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھنا چاہئے..
(٦) خاوند صحبت کے لئے بلائے تو شرعی ممانعت اور رکاوٹ کے بغیر انکار نہ کرے..
(٧) اگر خاوند میں کوئی گناہ کی بات دیکھے یا خلاف شرع بات دیکھے تا تو ادب کے ساتھ منع کردے..
(٨) اسکا نام لیکر نہ پکارنا..
(٩) اس کے سامنے بدزبانی نہ کرنا زبان درازی نہ کرنا
(١٠) انکے والدین کو اپنا مخدوم سمجھ کر انکا ادب واحترام کرنا انکے ساتھ لڑ جھگڑ کر یا کسی اور طریقہ سے ایذا نہ پہنچانا۔
(١١) کھانا ذکر فکر کے ساتھ کیساتھ پکائیں، گھر میں جو عورتیں کھانا پکاتی ہیں وہ گھر والوں کے جسموں میں جاتا ہے اور یہی انکے جسموں کی غذا بنتا ہے اس کھانے کے گھر کے لوگوں پر اثرات پڑتے ہیں اگر ذکر کا خیال نہ رکھا جائے اور پکاتے ہوئے غفلت برتی جائے تو یہ کھانا انکے جسم میں جا کر نور کے بجائے ظلمت پیدا کرتا ہے لہذا عورتوں کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ کھانا ذکر و فکر کی کیفیت سے بنائیں تا کہ مردوں کے دلوں میں نیکی کے اثرات ہوں اور گناہوں کی ظلمت چھٹ جائے چنانچہ نیک بیویاں کھانا بناتے ہوئے اپنی زبان سے اللہ کا ذکر کرتی رہیں ۔صحابیات کا بھی یہی طریقہ تھا چنانچہ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا تنور پر روٹی لگوانے گئیں جب روٹیاں لگ گئیں تو روٹی کی ٹوکری اٹھا کر سر پر رکھی اور کہنے لگیں لے بہن! میں چلتی ہوں، میری روٹیاں بھی پک گئیں اور میرے تین پارے بھی مکمل ہوگئے تو صحابیات کی بھی یہی عادت تھی اور نیک

بیویوں کی بھی یہی عادت ہوتی ہے کہ کھانے کے وقت فقط ہاتھ نہیں چلاتیں بلکہ زبان اور دل اللہ کی طرف متوجہ کر کے اللہ کو یاد کرتی ہیں اس سے کھانے کے اندر نور آجاتا ہے آپ اسکا تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ آپ بچوں کو باوضو کھانا کھلائیں اور ذکر کے ساتھ کھانا کھلائیں آپکے بچوں میں فرمانبرداری کا جذبہ بڑھ جائے گا خاوند کو آپ ذکر کے ساتھ باوضو کھانا کھلائیں تو خاوند کے دل میں آپکی محبت میں اضافہ ہوجائے گا بندے کے اوپر کھانے کا بہت اثر پڑتا ہے۔

ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ دو چیزیں تصوف کی جان ہیں (رزقِ حلال اور صدقِ مقال) کھائے تو حلال چیز کھائے اور بولے تو سچ بولے جس آدمی یہ دونوں باتیں آگئیں اسکے گویا دو پر لگ گئے ان دو پروں کے ذریعہ وہ اللہ کے قرب کو آسانی کے ساتھ حاصل کرسکتا ہے، اس لئے بچوں کو جو کھانا کھلائیں وہ ایسا نہ ہو کہ اس پر مشکوک اثرات ہوں عورتوں کو برتن دھونے دھلوانے میں پاکی ناپاکی کا خیال نہیں ہوتا ہے کئی مرتبہ سستی کرجاتی ہیں کھانا بناتی ہیں تو ساتھ گانے لگے ہوتے ہوتے ہیں۔اب سوچیے اس کھانے میں برکت کے بجائے ظلمت آئے گی تو پھر اسکا اثر آپکو خود ہی بھگتنا پڑیگا میاں بے دین بنا تو مصیبت آپکی، اولاد بے دین بنی تو مصیبت آپ کی تو جب مصیبت دونوں طرف سے آپکے ہی سر آتی ہے تو کیوں نہ آپ انکو ایسا کھلائیں جس کی وجہ سے انکے دل میں نیکی کا شوق آجائے۔

ایک نکتہ اور بھی ذہن میں رکھیں کہ جب آپ کھانا بنانے لگیں تو تو کھانے میں مہمان کی نیت بھی ضرور کرلیا کریں کہ میں گھر والوں کے لئے بھی کھانا بنارہی ہوں اور ایک آدھ مہمان کے لئے بھی یا دو مہمان کی بھی نیت کررہی ہوں اگر مہمان آجائے تو میرا کھانا اتنا ہو کہ اسکو پیش کرسکوں اگر مہمان نہ بھی تو نیت کا ثواب اللہ نامۂ اعمال میں لکھ دینگے۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنی ابن حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ

کا اپنی صاحبزادی کے نام نصیحتوں سے بھرپور ایک یادگار خط

عزیزہ بیٹی.....! اللہ تم کو دارین میں بامراد، خوش وخرم رکھے۔ (آمین) بیٹی...! یہ دنیا چند روزہ ہے، اس لئے اس کی کسی خواہش وخوشی کی خاطر آخرت کی اصلی اور ہمیشہ کی زندگی کو برباد کرنا سخت دھوکہ اور اپنے ساتھ دشمنی ہے،

تم اب اپنی زندگی کی خود ذمہ دار ہو، ہم بوڑھے ہوگئے ہیں، کسی کے ماں باپ ہمیشہ ساتھ نہیں دیا کرتے، اس لئے اب ہر بات اور کام کے بھلے بُرے کو سوچ سمجھ کر کرنا، دراصل چاہنے والا نفع ونقصان کا جاننے والا اور سب سے بڑا خیر خواہ اللہ ہے، تمہارا خاندانی ورثہ دولت و بادشاہت نہیں، بلکہ دینداری اور تعلق باللہ ہے، اس لئے کسی وجہ سے اگر دولت جاتی رہے، تو جانے دینا، دنیا کی کوئی عظیم سے عظیم چیز نہ تمہارے لئے قابل فخر ہوسکتی ہے اور نہ ہی کام آسکتی ہے۔ تم ایسی جگہ اور خاندان میں جارہی ہو کہ وہاں قریب و بعید تمہارے ہر کام اور ہر حرکت اور ہر چیز غور سے دیکھے گا اور اگر تم نے کوئی کام، یا بات اپنے دادا کے طریقے کے خلاف کی تو ان کو رسوا کروگی اور خود بھی ذلیل ہوگی، لباس میں فیشن اور نقل کے بجائے دین داری کا لحاظ اور شرم وحیاء کا پاس ضروری ہے، بہت سے لوگوں سے تعلقات مناسب نہیں ہیں، کم سے کم تعلق اور کم سے کم باتیں بہت سی مصیبتوں سے بچاتی ہیں، تعلقات میں اپنے بڑوں کی مرضی کو سامنے رکھو (جس سے اور جتنا وہ پسند کریں، وہی مناسب ہے)۔ ملنے اور آنے والیوں سے خوش اخلاقی، خندہ پیشانی اور انکساری سے پیش آنا، ہمیشہ اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنا، دوسرے کتنے ہی خراب ہوں، اپنے سے بہتر سمجھنا، اگر سسرال کے بڑوں کو اپنا بڑا اور اپنا خیر خواہ سمجھوگی تو انشاء اللہ کبھی ذلیل نہ ہوگی، شادی سے پہلے ماں باپ کا درجہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد سب سے بڑا ہوتا ہے مگر شادی کے بعد شوہر کا درجہ ماں باپ سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، اس کی مرضی کے خلاف چلنا بہت بری عادت ہے، خود کام کرلو، خدمت کرو، سب تمہارے محتاج ہوں گے اور دلوں میں عزت

ہوگی، آرام طلبی، کاہلی اور خدمت لینے کی خوگر بنوگی تو لوگوں کی نظر سے گر جاؤ گی۔

گھر کی ہر چیز پر نگرانی رکھو، کوئی چیز ضائع نہ ہو، کسی چیز سے بے پرواہی نہ برتو، گھر اور گھر کی چیز کو برابر صاف ستھرا اور اپنی جگہ پر رکھنا، جو چیز جس جگہ سے اٹھاؤ، کام ہوتے ہی بند کر کے اس کی جگہ پر رکھنے کا اہتمام کرنا، مصالحوں، چائے، اچار وغیرہ ڈبوں، بوتلوں وغیرہ سے لو، تو کام ہوتے ہی بند کر کے اس کی جگہ پر رکھو، کسی چیز کو کھلا اور بے جگہ مت چھوڑنا، کپڑوں اور دوسری چیزوں کی اپنی جگہ ہونی چاہیے، تاکہ جس چیز کی ضرورت ہو، وقت پر مل جائے، نماز کو ٹھیک وقت پر صحیح اور اطمینان سے دل لگا کر پڑھنے کی عادت ڈالو، ناشکری اور غیبت عورتوں کی بدترین عادت ہے، اس سے بچنے کی کوشش کرنا۔

فقط والسلام

اسعد غفرلہ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ابو یا کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ہم سب بہن بھائیوں کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین۔

نوٹ: یہ خط ماہنامہ وفاق المدارس میں محرم الحرام ۱۴۲۸ھ کو شائع ہوا تھا، اس کی افادیت اور جامعیت کی وجہ سے اس کتاب میں شائع کیا گیا۔

متفرق مسائل

عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا

عورت کیلئے یہ جائز نہیں کہ اس کی غیر موجودگی میں شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے، وہ شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے سخت گنہگار ہوگی، البتہ اگر اس کے والد سخت بیمار ہوں یا اسے کوئی ضروری کام پیش آجائے، جسمیں نکلنا ضروری ہے تو وہ جا سکتی ہے۔ لیکن ضرورت پوری ہوتے ہی گھر واپس لوٹ آئے۔ (شامی، ج:۳، ص:۶۰۲)

عورت کا بغیر اجازت والدین کے گھر رہنا

عورت اگر شوہر کی اجازت اور دلی رضا مندی کے بغیر اپنے والدین کے گھر رہے گی تو نافرمان ہوگی۔ اور اتنی مدت میں وہ نان نفقہ کی مستحق بھی نہیں ہوگی۔
(شامی، ج:۳،ص:۵۷۵)

والدین اور شوہر میں سے کس کی اطاعت لازمی ہے؟

حدیث پاک میں والدین کے فضائل بھی موجود ہیں کہ جنت والدہ کے قدموں کے نیچے ہے۔ (فیض الباری) اور اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے، اور شوہر کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے ''اگر میں کسی انسان کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے''۔ (صفحہ:۲۱۸)
لہٰذا شادی کے بعد اگر والدین جائز کاموں میں شوہر کی فرمانبرداری سے روکیں تو ان کو حق نہیں، اور ایسی حالت میں لڑکی کو ان کی اطاعت بھی لازم نہیں۔ والدین اور شوہر سب کا احترام لازم ہے اور ناحق بات کسی کی بھی ماننا لازم نہیں۔
(محمودیہ، ج:۱۸،ص:۶۰۰)

عورت کا اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں سے ملاقات کی شرعاً مدت

عورت کو اپنے ماں باپ سے ملنے کے لئے ایک ہفتہ میں ایک مرتبہ جانے کا حق ہے۔ اور دوسرے محرم رشتہ داروں سے ملنے کیلئے ایک سال میں ایک مرتبہ جانے کا اختیار ہے، اس سے زیادہ کا نہ حق ہے اور نہ مطالبہ کرسکتی ہے۔ غیر محرموں کے گھر جانا جائز نہیں، شوہر اگر اجازت دیگا تو گناہ گار ہوگا۔ (شامی، ج:۳،ص:۶۰۲)

عورت پر سسر اور ساس کی خدمت کا حکم

شوہر اگر اپنی بیوی کو اپنے والدین وغیرہ کی خدمت کا حکم کرے یا کوئی بھی جائز

کام کا حکم کرے تو بیوی پر اس کا حق ہے کہ اس کی بات کو مان لے۔ اور شامی میں ہے کہ اس کے حکم کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ (ج:۳،ص:۳۰۸)

البتہ اگر شوہر حکم نہ کرے تو شرعاً اگر چہ کچھ واجب نہیں لیکن اگر وہ عورت شوہر کے والدین کے ساتھ ہے تو عرفاً اور اخلاقاً جتنا ہو سکے اتنی خدمت واجب ہے۔ لہٰذا یہ خیال کرنا چاہئے کہ وہ اس کے شوہر کی ماں ہے تو اپنی ماں کی طرح اس کو بھی راحت پہنچائے اور شوہر کی اطاعت کرے۔ آخر جب عورت کو کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو شوہر کی ماں اس کی خدمت کرتی ہے، اس طرح آپس کے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں اور مکان آباد رہتا ہے۔ (فتاوی محمودیہ، ج:۱۸،ص:۶۱۶)

اور حقیقت کی نظر سے اگر دیکھا جائے تو یہاں بیوی کی محبت اسی پر موقوف ہے کہ عورت یہی سمجھے کہ شوہر کی ماں بھی اس کی ماں، اور شوہر کے والد اس کے والد ہے۔ اس لئے کہ شادی کے بعد میاں بیوی ایک ہو جاتے ہیں اور ان کی محبت اور اتفاق اتنا ہو گا جتنا وہ ایک دوسرے کی ماں باپ کی عظمت اور خدمت کریں گے۔ پھر یہ بھی اصول ہے کہ ''جیسی کرنی ویسی بھرنی''۔

آج اگر عورت اپنے ساس اور سسر کی خدمت کر یگی جب کہ وہ خدمت کے محتاج ہیں تو کل اس کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوگا کہ وہ مخدوم ہو جائے گی۔ اور اگر وہ ان کی خدمت سے جی چرائے گی تو کل وہ بھی دکھی دل اور پریشان ہوگی اور آخرت کا اجر و انعام الگ ہے، کہ عام مسلمان کی کسی حاجت کو پورا کرنے پر جب بے شمار احادیث میں اجر و فضائل وارد ہیں تو ایک قریبی رشتہ دار اور پھر شوہر کی خوشنودی میں اس کے والدین کی خدمت کرنے پر کیا ملے گا؟ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اگر ساس بد اخلاق اور سخت مزاج بھی ہو تو یہ اس کا عمل ہے۔ اس پر صبر کیا جائے کہ قرآن میں صبر کرنے والوں کیلئے بے حساب اجر کا وعدہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے مانگتی رہے کہ اللہ پاک ہمت نصیب فرمائے اور ان کے قلوب میں محبت ڈال دے اور یہ یاد رکھا

جائے کہ خدمت اور عظمت سے جتنی محبت ہوگی وہ کسی چیز سے نہیں ہوسکتی۔ قرآن کریم میں ہے کہ ''نیکی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی، برائی کو اگر اچھائی سے دور کیا جائے تو دشمن بھی گہرا دوست ہو جائے گا'' اللہ پاک تمام امت مسلمہ کے گھر والوں میں محبت اور الفت کی بہاریں نازل فرمائے۔ (آمین)

شوہر کی خدمت کی ذمہ داری

ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسواک فرماتے تو درمیان یا فراغت کے بعد مجھے مسواک عطا فرماتے، تا کہ میں اس کو دھوؤں اور دھو کر پھر آپ ﷺ کو عطا کروں یا بوجہ فارغ ہونے کے اٹھا کر رکھ دوں، تو وہ فرماتی ہیں کہ میں اس مسواک کو دھونے سے پہلے خود استعمال کرتی (تا کہ لعاب مبارک سے برکت حاصل کریں)، اسکے بعد اس کو دھوتیں۔ اس حدیث کے ضمن میں حضرت شیخ الحدیث حاشیہ بذل میں ابن ارسلان سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے کہ شوہر کے ذمہ خدمتِ زوج قضاءً تو واجب نہیں ہے البتہ دیانۃً واجب ہے، پس اگر وہ خدمت نہیں کرتی تو ایسی صورت میں ہمارے نزدیک شوہر پر اس کیلئے صرف خشک روٹی بغیر سالن کے واجب ہے، سالن دینا واجب نہیں ہے، شامی میں اس کی تصریح ہے، یہی مذہب بعینہٖ حنفیہ کا ہے جیسا کہ منحی میں ہے۔

بیوی کا علیحدہ مکان کا مطالبہ:

مرد کے ذمہ واجب ہے کہ عورت کو ایک ایسا کمرہ علیحدہ رہنے کیلئے دے کہ اس میں شوہر کے ماں باپ بھائی بہن وغیرہ نہ رہتے ہوں، بلکہ وہ پورا بیوی کے قبضہ اور تصرف میں ہو۔ لہٰذا اگر صحن وغیرہ مشترکہ ہوں جس کو شوہر کے دوسرے عزیز بھی استعمال کرتے ہوں اور بیوی بھی، تو اس کو مطالبہ کا حق نہیں کہ میرا صحن بھی مستقل ہونا

چاہئے، اس میں بھی کسی کی شرکت نہ ہو۔ یہ اس وقت ہے جب کہ شوہر اور بیوی دونوں زیادہ مالدار نہ ہوں بلکہ متوسط درجے کے ہوں اگر مالدار ہوں اور شوہر میں اس قدر استطاعت ہو کہ کوئی مستقل گھر علیحدہ بیوی کو دے سکتا ہے خواہ خرید کر، خواہ کرایہ پر، خواہ عاریت پر جس کا صحن وغیرہ بھی علیحدہ ہو، تو عورت کو اس کے مطالبے کا حق حاصل ہے۔ (شامی، ج:۳، ص:۵۹۹، محمودیہ: ج:۱۳، ص:۴۴۸)

البتہ عورت کو یہ سوچنا چاہئے کہ شوہر کے ماں باپ نے کتنی امنگوں اور آرزوؤں کے ساتھ شوہر کو بڑا کیا اور شادی کرائی، اب وہ خدمت کے محتاج ہیں۔ ان کی ایک خواہش ہے کہ ہمارا بچہ ہمارے ساتھ رہے۔ اگر آج بیوی کے مطالبے کی وجہ سے ان کے دل پر آرے چل رہے ہیں اور وہ الگ ہونے کا مطالبہ کرتی ہے تو کل یہی ساری حالت اس کے ساتھ بھی پیش آنے ولی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کل وہ زیادہ محتاج ہو اور مجبور ہو۔ اس کی اولاد سے بھی اس طرح انکی بیویاں مطالبہ کر کے اپنے ماں باپ سے الگ کروائینگی۔ لہٰذا اپنے اس حق کے مطالبے میں اگرچہ شوہر استطاعت رکھتا ہو، جلد بازی سے کام نہ لے اور پھر اجتماعیت میں جو خیریں اور برکتیں ہیں اور ایک دوسرے کا تعاون ہے وہ الگ رہنے میں نہیں۔ ہاں اگر شرعاً کوئی قباحت ہو، پردہ وغیرہ کا مسئلہ ہو یا ساتھ رہنے میں فسادات کے بڑھنے اور محبتوں کے ختم ہونے اور زندگیوں کے تلخ ہونے کا خطرہ ہو تو پھر الگ ہوجانا اور اپنا حق وصول کرنا زیادہ بہتر ہے۔

عورت کتنی مدت میں قریبی رشتہ داروں سے ملاقات کرسکتی ہے؟

جو عورت کے محرم ہوں (جن سے نکاح جائز نہیں) ان کے مکان پر ملنے کیلئے سال بھر میں ایک دفعہ جانا اور شوہر کا اس کیلئے اجازت دینا درست ہے جبکہ وہاں پردے کا انتظام ہو اور کوئی فتنہ اور مفسدہ نہ ہو اس سے زائد حق نہیں۔ اگر وہ رشتہ دار آنا چاہیں تو ان کیلئے بھی یہی حد ہے صرف وہاں جانے اور ملاقات کرنے کی اجازت ہے، رات گزارنے کی وہاں اجازت نہیں۔ (شامی، کتاب الطلاق، ج:۲، ص:۶۰۲)

کیا معاش کی تنگی صورت میں بیوی کو شکایت کا حق ہے؟

شریعت نے کفایت شعاری اور قناعت کا حکم دیا ہے اور دنیا مسلمان کیلئے قید خانہ ہے اس لئے یہاں ساری خواہشات کا پورا ہونا محال بھی ہے اور اس کا مطالبہ ایک مسلمان کی شان کے خلاف بھی۔ لہٰذا اگر شوہر محنت کر کے نان نفقہ ضرورت کے بقدر دیتا ہو تو عورت کو تنگی کی وجہ سے شکایت کا حق نہیں۔ (محمودیہ، ج:۱۸، ص:۶۲۰) اس میں اللہ تعالیٰ کی ناشکری بھی ہے اور شوہر کی بے اکرامی حوصلہ پستی اور نافرمانی بھی۔ لہٰذا اس سے بچنا چاہئے اور صبر کے ساتھ زندگی گزارنا چاہئے۔ اور ہمیشہ اپنے سے دنیا میں نیچے والوں کو دیکھنا چاہئے، شکایت ہمیشہ اوپر والوں کو دیکھنے سے ہوتی ہے۔ اللہ پاک اپنی ناشکری اور شوہروں کی نافرمانی سے تمام خواتین کو محفوظ فرمائے۔ (آمین)

عورت کب طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

اگر مرد عورت پر بے جا زیادتیاں کرتا ہے لیکن اپنی بیوی کو رکھنے کیلئے اور آباد کرنے کیلئے تیار ہے تو اس کو طلاق دینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا بلکہ بہتر یہ ہے کہ ایسے موقع پر بڑے بااثر معاملہ فہم آدمیوں کو درمیان میں ڈال کر شوہر سے کہا جائے کہ وہ کام کا بوجھ برداشت سے زیادہ نہ ڈالے اور ظلم اور تشدد اختیار نہ کرے۔ (النساء:۳۵) اگر وہ مان جائے تو ٹھیک، اگر کئی دفعہ سمجھانے کے بعد بھی وہ نہ سمجھے تو اس سے عورت خلع کا مطالبہ کرے اور بدل خلع کوئی رقم یا مہر ہی مقرر کر لیا جائے۔ (ہدایہ، ج:۲، ص:۴۰۴) لیکن یہ بات یاد رکھی جائے کہ خلع باہمی رضامندی سے ہوتا ہے۔ عدالت سے خلع کا اعتبار نہیں البتہ اگر مرد بالکل نان نفقہ نہ دیتا ہو اور سمجھانے کے بعد بھی نہ سمجھتا ہو اور عورت کا گزارہ مشکل ہو اور طلاق یا خلع کیلئے بھی تیار نہ ہو تو عدالت سے یا مسلمانوں کی ایک جماعت سے نکاح کو فسخ کرایا جا سکتا ہے۔ البتہ مسلمانوں کی ایسی جماعت کی کچھ شرائط ہیں جو موقع پر مفتیان کرام سے پوچھ لی جائیں۔

☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆

اولاد کے حقوق

کچھ حقوق واجب ہیں اور کچھ سنت ہیں:

(حق نمبر ۱)

اولاد کی پیدائش پر اذان واقامت اور تحنیک کا اہتمام کرنا

والدین کی ذمہ داری ہے کہ بچے کی پیدائش کے بعد نہلا دھلا کر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے، اگر کسی وجہ سے باپ اذان نہ دے مثلاً: برکت کے لئے کوئی بزرگ شخصیت سے اذان واقامت کہلوائی جائے یا کوئی بھی عذر کی بناء پر باپ اذان واقامت نہ کہہ سکے۔تو کوئی دوسرا بھی یہ کام کرسکتا ہے لیکن بہرحال ذمہ داری باپ کی ہے۔ بچے کے کان میں اذان واقامت کہنا سنت ہے ۔چنانچہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی تو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کان میں اذان واقامت فرمائی۔ (ترمذی شریف)

تحنیک کا مطلب

تحنیک کا مطلب ہے کھجور چبا کر اس کا کچھ حصہ بچے کے تالو پر لگا دیا جائے تاکہ وہ اس کے حلق سے آسانی سے اتر جائے، کھجور موجود نہ ہو تو کسی بھی میٹھی چیز مصری، شہد، یا شیرہ اس کے تالو میں لگا دینا چاہیے تاکہ سنت پر عمل ہو اور اس کے ساتھ اس کے منہ کی رگیں اور پٹھے مضبوط ہوں، اور وہ تالو، جبڑے اور زبان سب کو حرکت دے سکے، اور اس میں ماں کی چھاتی سے دودھ چوسنے کی استعداد اور صلاحیت پیدا ہو جائے۔تحنیک کسی نیک متقی عالم یا بزرگ سے کرانا چاہیے۔

(تربیت اولاد اور اسلام)

تحنیک کرنا آپ ﷺ کی سنت ہے:

''حضرت عائشہ ؓ ارشاد فرماتی ہے کہ رسول اقدس ﷺ کے ہاں بچے لائے جاتے تھے آپ تحنیک فرماتے اور ان کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرماتے''۔

(مسلم شریف)

(حق نمبر۲)

اولاد کا اچھا نام تجویز کرنا

اولاد کا والدین پر یہ حق ہے کہ ساتویں دن اسکا اچھا اور عمدہ نام تجویز کرے جو یا تو پیغمبروں کے نام پر ہو یا اللہ تعالیٰ کے نام سے پہلے عبد لگا کر نام بنایا گیا ہو جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالمنان وغیرہ، حدیث پاک میں رسول اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ '' قیامت کے روز تمہیں اپنے ناموں سے پکارا جائے گا اس لئے بہتر نام رکھا کرو''۔ (ابوداؤد شریف)

اور اگر کبھی لاعلمی میں غلط نام رکھ دیا ہو تو اس کو بدل کر اچھا نام رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اقدس ﷺ غلط نام کو بدل دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ کی ایک صاحبزادی کا نام عاصیہ تھا آپ نے بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔

(مسلم شریف)

(حق نمبر۳)

لڑکی پیدا ہونے پر غم نہ کرنا

ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ جب اس کے ہاں لڑکی پیدا ہو یا لڑکا وہ یکساں طور پر خوشی منائے اور عقیقہ کے موقع پر اپنے عزیز و اقارب کو بھی اس خوشی میں شریک کرے بعض کم ظرف انسان ایسے بھی ہوتے ہیں کہ لڑکی کی پیدائش پر خوشی منانا تو دور کی بات بیوی کو برا بھلا کہتے ہیں۔ وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ اولاد کا معاملہ صرف

اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس میں نہ کسی کے ارادے کو دخل ہے اور نہ کسی کی خواہش اور آرزو کو۔ یہ بھی صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کے حق میں لڑکی بہتر ہے اور کس کے حق میں لڑکا۔

(حق نمبر ۴)

ماں کا دودھ بچوں کے لئے قیمتی تحفہ ہے

بچہ پیدا ہوتے ہی اللہ تعالیٰ اس کا رزق ماں کی چھاتیوں میں دودھ کی صورت میں پیدا کرتا ہے، بچے کا یہ وہ پہلا قدرتی حق ہے جو آج کی مغربی تہذیب یافتہ، بے پردہ اور ماڈرن عورتیں غصب کرتی ہیں۔ اور اس کے بدلے بچہ کو ڈبہ والا خشک دودھ بلاضرورت پلایا جاتا ہے۔ بچہ کی تربیت میں یہ پہلی بنیادی غلطی ہے۔ بچہ کو جب پاک دودھ، ماں کی شفقت، پاک ماحول اور اسلامی طرز زندگی نہیں ملے گی تو جیسا ماحول ہوگا ویسا ہی بچہ ڈھلے گا، نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''اور مسلم خاتون کو دودھ کے پہلے گھونٹ کے بدلے جو وہ اپنے بچے کو پلاتی ہے ایک جان کو زندگی بخشنے کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے''۔ بچے کو دودھ پلانے سے ماں کی صحت بھی بہتر رہتی ہے۔

(حق نمبر ۵)

اولاد جب بولنے لگے تو سب سے پہلے اسے کلمہ سکھایئے

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے کی اچھی تربیت کرنا ماں باپ کی ذمہ داری ہے تاکہ بچہ بڑا ہو کر معاشرے کا مفید شہری اور ایک اچھا مسلمان بنے۔ والدین کو چاہئے کہ بچہ بولنے لگے تو سب سے پہلے اسے کلمہ طیبہ سکھائیں ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو اسکو لا الٰہ الا اللہ سکھا دو پھر پرواہ مت کرو کہ

کب مرے اور جب دودھ کے دانت گر جائیں تو نماز کا حکم دو"۔

(رواہ ابن السنی عمل الیوم واللیلۃ)

اس طرح ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بچہ کو ابتداء میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لا الہ الا اللہ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لا الہ لا اللہ تلقین کرو۔ جس شخص کا اول کلمہ لا الہ الا اللہ اور آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو بفضل باری تعالیٰ کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہ ہوگا یعنی توبہ قبول ہوگی"۔ (بیہقی)

(حق نمبر ٦)

اولاد کے درمیان محبت میں برابری کرنا

ماں باپ کو یہ بات جان لینی چاہئے کہ اگر وہ اپنے بچوں کے درمیان پیار و محبت میں مساوات سے کام نہیں لیں گے تو جس بچے نے یہ محسوس کرلیا کہ اس پر کم توجہ دی جارہی ہے اس کے بجائے اس کے دوسرے بھائی بہن سے زیادہ پیار کیا جارہا ہے تو اس کے دل میں حسد کا مادہ پیدا ہو جانا کوئی عجیب بات نہیں ہے اور حسد ایک ایسی آگ ہے جس میں صرف نقصان ہی نقصان ہے۔ قرآن حکیم میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ سب کے سامنے ہے کہ ان کے بھائیوں نے محض حسد کی وجہ سے ہی کنویں میں پھینک دیا تھا اور احادیث مبارکہ میں بھی بچوں کے درمیان برابری کا سلوک کرنے کی تاکید آئی ہے، طبرانی کی روایت ہے کہ: "اپنی اولاد کے درمیان دینے میں برابری کرو"۔

اس کے بارے میں مزید احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

"اتقوا اللّٰہ واعدلوا بین اولادکم"

(ترجمہ:) "اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو"۔ (طبرانی)

"ان اللّٰہ تعالیٰ یحب ان تعدلو ابین اولادکم حتیٰ فی القبل"
(ترجمہ:) "اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو، یہاں تک کہ بوسہ لینے میں بھی"۔ (ابن النجار عن النعمان)

اور یہ برابری قائم رکھنا تربیت کا ایک اصول ہے۔اس سے گھر کا ماحول یکساں طور پر پُرسکون ثابت ہوسکتا ہے جبکہ کسی ایک بچے پر حد سے زیادہ توجہ سے خود وہ بچہ احساس برتری اور باقی بچے احساس کمتری میں مبتلا ہو سکتے ہیں اسلئے برابری کا بہت اہتمام ہونا چاہئے طبیعت کا ایک بچہ کی طرف زیادہ مائل ہونا نقصان دہ نہیں، عمل سے ظاہر نہ کرے۔

(حق نمبر ۷)

اولاد کے دین کی فکر کرنا

رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا:

"کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ اوینصرانہ او یمجسانہ".

(مسلم)

(ترجمہ:) "ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھراس کے ماں باپ اسے یہودی بنادیتے ہیں یا عیسائی بنادیتے ہیں یا مجوسی بنادیتے ہیں"۔

والدین اور دوسرے رشتے داروں کو جو تربیت کے مکلّف ہیں شرعی اور بدنی آداب سکھانے پر زور دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یاایھاالذین آمنو اقوا انفسکم و اھلیکم نارا"

(ترجمہ:) "اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ"۔ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہونگے۔

چنانچہ اہل کو اس کے اپنے نفس کے ساتھ ملا دیا ہے دونوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ذریعے آگ سے بچاؤ جیسا کہ تم اپنی اپنی جانوں کو بچاتے ہو۔ پورا قرآن کریم اس حکم کی تاکید سے بھرا ہوا ہے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''وکان یامر اھلہ بالصلاۃ والزکوۃ'' (سورۃ مریم)

(ترجمہ:) ''حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا کرتے تھے''

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو اپنی ساری اولاد اور بیٹوں کو جمع کیا، کوئی شخص اپنی اولاد کو اس فکر کے لئے جمع کرتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد تمہارا کیا ہوگا کس طرح کماؤ گے لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو جمع کرر ہے ہیں اور یہ پوچھ رہے ہیں کہ بتاؤ میرے مرنے کے بعد تم کس کی عبادت کرو گے، ان کو اگر فکر ہے تو عبادت کی فکر ہے بس اپنی اولاد اور اپنے اہل وعیال کے بارے میں اس فکر کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ (بحوالہ: چیدہ چیدہ از اولاد کی اصلاح وتربیت)

(الف): صبح بچے کو کروانے کے کام:

بچے کو صبح اٹھنے کی دعا پڑھانے کے بعد مندرجہ ذیل چار کام کروائے جائیں:

(۱) وضو (۲) نماز (۳) ناشتہ (۴) والدین کو سلام

وضو: سردیوں میں بچے کو وضو کرنے کے لئے گرم پانی مہیا کیا جائے، تاکہ ٹھنڈے پانی کے خوف سے کہیں وہ نماز ہی نہ چھوڑ دیں۔

نماز: بہتر ہے کہ نماز مسجد میں باجماعت ادا کی جائے یا اگر کسی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو تو

پھر والدین اور بھائیوں کے ساتھ گھر میں جماعت ادا کی جائے۔اگر یہ بھی ممکن نہ ہوتو والد بچے کی نگرانی کرے اور اس سے نماز کے متعلق سوال کرے کپڑے تبدیل کرنے یا کتابوں کو ترتیب دینے کا بہانہ بنا کر فجر کی نماز طلوع آفتاب کے بعد پڑھنے کی اجازت نہ دی جائے کیونکہ کتابیں اسے رات کو سونے سے قبل مرتب کرنی چاہئے تھیں۔

ناشتہ: بچے کو ناشتہ کھانے کے لئے دیا جائے وہ ہلکا اور غذا کی مختلف انواع پر مشتمل ہو تا کہ بچہ اسے رغبت سے کھائے اور اپنے کام سر انجام دینے لئے اس سے قوت حاصل کر سکے۔اسکول سے آنے کے بعد بچہ کا ایسا ٹائم ٹیبل بنائیں کہ بچہ کا آرام بھی ہو جائے اور اسکول کا کام بھی ہو جائے نمازیں بھی ہو جائیں۔قرآن کریم کی تلاوت اور کھیل بھی ہو جائے اور اگر لڑکی ہو تو گھر کے کام کاج بھی اس سے کروائیں بلکہ اپنے تمام کام بچوں سے کروائیں تا کہ ہر کام ان کو آئے اور کام کا مزاج بنے۔بالخصوص آج کل بچیوں کو کام کاج کا عادی نہ بنانے کی وجہ سے وہ اپنے سسرال میں خوش نہیں رہ تیں، نہ انہیں کھانے پکانے آتے ہیں، نہ سلائی آتی ہے، نہ کپڑے دھونے آتے ہیں، حالانکہ دین کی ضروری تعلیم دینے کے بعد سب سے اہم فریضہ ماں باپ کے ذمہ اپنی لڑکی کو گھر چلانا سکھانا ہے۔بہت زیادہ دنیوی تعلیم یا عالمہ بنانا والدین کے ذمہ فرض نہیں ہے خدارا والدین اس کوتاہی سے باز آ کر بچیوں کے گھر توڑنے سے بچیں۔

(ب): اولاد کو نماز کی پابندی کی تاکید کیجئے:

اسلام کا دوسرا اور اہم رکن نماز ہے اس لئے اس کا پابند بنانے کے لئے حکم ہے کہ:

''وامر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا'' (سورۃ طٰہٰ، آیت: ۱۳۲)

(ترجمہ:)''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر قائم رہو''۔

لفظ اہل میں بیوی اولاد اور متعلقین سب ہی داخل ہیں، پھر حضور ﷺ نے فرمایا:

"مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر وفرقوا بینھم فی المضاجع". (مشکوٰۃ)

(ترجمہ:) "اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم کرو، جب وہ سات برس کے ہوں اور مارو ان کو نماز کے واسطے جب وہ دس برس کے ہوں اور نماز نہ پڑھیں"۔

(ج): بچے کے دل میں اللہ کے ذکر کی اہمیت بٹھایئے:

(د): بچوں کو دعاؤں کے اہتمام کی تلقین کرتے رہیئے:

بچوں کو ذکراللہ اور دعاؤں کا اہتمام کرنے کی تعلیم دینی چاہئے اور انکے ذہن میں یہ بٹھانا چاہئے کہ ہمارے مسائل کا حل اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے اگر کوئی چیز بچہ مانگے بھی تو کہے کہ اللہ سے مانگو۔ اگر اولاد کو یہ دولت مل گئی تو وہ کبھی پریشان نہیں ہوگی اور آپ کو دعاؤں میں یاد رکھے گی۔

(س): بچے کو جنت کی ترغیب دیجئے اور جہنم سے ڈرایئے:

والدین کا فرض ہے کہ بچے کو جنت کی ترغیب دیں اور جہنم سے ڈرائیں، ان کے سامنے جنت اور اس کی نعمتوں کا تذکرہ کریں اور جنت حاصل کرنے کی رغبت دلائیں اور اسے ایسے اعمال کرنے کی تلقین کریں جو انسان کو جنت کے قریب کرتے ہیں۔ اور بچوں کو بتائیں کہ جنت اہل تقویٰ کا گھر ہے، اس کے ساتھ ساتھ ایمان، عقیدے اور بعض غیبی امور جیسے قیامت، دجال، قیامت کے دن مومنین کے لئے اللہ کا دیدار وغیرہ کے بارے میں بھی بتاتے رہیں۔ بچے کو ان امور کے بارے میں ایسے آسان اور عام فہم انداز میں تعلیم دی جائے کہ بچہ اپنے دل میں اکتاہٹ محسوس نہ کرے۔

اس کے سامنے کافروں کے گھر (جہنم) کا بھی ذکر کیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جو مختلف قسم کے عذاب تیار کئے ہیں انہیں بیان کیا جائے اس کے دل میں جہنم کا خوف بٹھایا جائے اور ایسے کاموں سے بچنے کی تاکید کی جائے جو جہنم میں داخل ہونے کا سبب بنتے ہیں۔

(ہ): بچوں کو صبح وشام کی دعائیں یاد کرائیں:

چھوٹے بچوں کو شروع ہی سے صبح وشام کی نبوی دعائیں یاد کرایئے اور دعاؤں کو یاد کرانے کے لئے خود بھی ماں باپ بچوں کے ساتھ مشق کریں اور وقفے وقفے سے اسے کہلوائیں شروع میں ہر موقع کی دعا زور سے پڑھ لیں تا کہ بچوں کو سن کر یاد ہو جائے۔

(حق نمبر ۸)

اولاد کے ساتھ محبت وشفقت کا سلوک کرنا

بچے کے ساتھ ہمیشہ محبت وشفقت، پیار اور نرمی کا سلوک کیا جائے حسب ضرورت وحیثیت ان کی ضروریات پوری کر کے انہیں خوش رکھا جائے اور ان میں اطاعت وفرمابرداری کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔

ایک مرتبہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیار کر رہے تھے۔ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر تعجب ہوا اور بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی بچوں کو پیار کرتے ہیں۔ میرے تو دس بچے ہیں لیکن میں نے تو کبھی کسی ایک کو بھی پیار نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا اگر خدا نے تمہارے دل سے رحمت وشفقت کو نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ (بخاری شریف)

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ایسی محبت تھی کہ ایک بار آپ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسین بچوں کی طرح لڑکھڑاتے ہوئے مسجد میں آ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا لڑکھڑانا دیکھ کر رہا نہ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیان خطبہ ہی میں منبر سے اتر کر اپنے سامنے بٹھا لیا اور پھر خطبہ فرمایا۔ (ترمذی)

دونوں جہانوں کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ کیسا مشفقانہ رویہ تھا۔ ہم اور آپ اسی مشفق اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ان

واقعات کو سامنے رکھ کر بچوں کے ساتھ شفقت و نرمی کا برتاؤ کریں۔ بچے آپ سے ہر وقت ڈریں نہیں، گھر میں آپ کے داخل ہوتے ہی ادھر ادھر چھپ نہ جائیں جیسے شیر اور سانپ سے ڈرا جاتا ہے کہیں بچے باپ سے اس طرح نہ ڈریں۔

اللہ اپنی مخلوق سے بڑا شفیق ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی شفیق ہوں ان کے دل میں نرمی ہو اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں اپنی اولاد سے شفقت سے پیش آتا ہوں لہٰذا تم بھی اپنی اولاد سے محبت کیا کرو۔

بچوں سے محبت، ان کی اصلاح سے نہ روکے:

آج کل یہ عجیب منظر دیکھنے میں آتا ہے کہ ماں باپ کے اندر بچوں کو غلط باتوں پر ٹوکنے کا رواج ہی ختم ہو گیا ہے آج سے پہلے بھی ماں باپ بچوں سے محبت کرتے تھے لیکن وہ عقل اور تدبیر کے ساتھ محبت کرتے تھے لیکن آج کل یہ محبت اور لاڈ اس درجے تک پہنچ چکا ہے کہ بچے کتنے ہی غلط کام کرتے رہیں، غلط حرکتیں کرتے رہیں، لیکن ماں باپ ان غلطیوں پر ٹوکتے نہیں، ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نادان بچے ہیں ان کو ہر قسم کی چھوٹ ہے، ان کو روک ٹوک کرنے کی ضرورت نہیں، حالانکہ یہ سوچنا چاہئے کہ وہ بچے نادان ہیں مگر ہم تو نادان نہیں ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کو تربیت دیں ،اگر کوئی بچہ ادب کے خلاف تمیز کے خلاف یا شریعت کے خلاف کوئی غلط کام کر رہا ہے تو اس کو تنبیہ ماں باپ کے ذمے فرض ہے اس لئے کہ وہ بچہ اگر اسی طرح بدتہذیب بن کر بڑا ہو گیا تو اس کا وبال ماں باپ کے اوپر ہے کہ انہوں نے اس کو ابتداء سے اس کی عادت نہیں ڈالی۔

(حق نمبر ۹)

اولاد کو بری صحبت سے بچانا

اولاد کی تربیت میں آج کل ہماری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ اخلاقی تربیت پر

بالکل دھیان نہیں دیا جاتا یعنی اولاد کی رفتار وگفتار کیسی ہے اوران کا اٹھنا بیٹھنا کیسے لڑکوں کے ساتھ ہے۔اس کا تو بالکل خیال نہیں کیا جاتا حالاں کہ معاشرہ اورسوسائٹی اور مجلس کے ساتھیوں کے اثرات ضرورایک دوسرے پر پڑتے ہیں، اس لئے کہ حدیث پاک میں ہے کہ ''انسان اپنے دوست کے راستے پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہرایک یہ دیکھے کہ وہ کس کو دوست بناتا ہے'' (ترمذی)۔اسلئے اگراولاد کا اٹھنا بیٹھنا اچھے اخلاق والے لڑکوں کے ساتھ ہوگا تو اچھے نتائج پیدا ہونگے۔برے لڑکوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے برے اخلاق پیدا ہونگے۔مثلا ایک لڑکا نمازی ہے اس کی رفتاروگفتار میں سکون اوروقار ہے ۔بڑوں سے ادب واحترام سے ملتا ہے ۔ساتھیوں سے سلام دعا کے ساتھ پیش آتا ہے تو اگراس کے ساتھ کوئی دوسرا لڑکا اٹھے بیٹھے گا تو اس کے دل میں بھی نماز کی رغبت پیدا ہوگی۔بڑوں کیساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے اور ساتھیوں سے سلام ودعا سے پیش آنے کے اثرات پیدا ہوں گے۔

اسی طرح اگرایک لڑکا کھیل کا عادی ہے تو جولڑکا اس کے ساتھ اٹھے بیٹھے گا وہ بھی کھیل کا عادی بنے گا بلکہ اگرتاجر کے لڑکے سے اٹھنا بیٹھنا ہوگا تو اس کے ذہن میں تجارت کے اثرات پیدا ہوں گے۔اگرکسی عہدہ دار کے لڑکے کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہوگا تو اس کے اندر عہدے دار کے لڑکے کے اثرات پیدا ہوں گے اوراگر بدمعاش اور بدچلن لڑکے کے ساتھ چلے گا تو دوسرا لڑکا بھی بدمعاش اور بدچلن بنے گا۔

اسی لئے والدین کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ اولاد کی روش کی نگرانی کریں اورکن لڑکوں اورلوگوں کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا ہے اس کو دیکھا کریں۔بدچلن لڑکوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے ان کو روکیں اورحکمت سے سمجھائیں۔اخلاق بگاڑنے والے لڑکوں کے ساتھ چلنے پھرنے کی اجازت بالکل نہ دیں۔اگرشروع ہی سے اس کا خیال نہیں کیا گیا تو جب اولاد کو بدچلنی کی عادت پڑ جائے گی تو پھراس کی اصلاح کرنے میں خاصی دشواریاں پیدا ہوں گی ۔بعض اوقات ناقابل اصلاح عادات وبرے

اخلاق پیدا ہونے کی وجہ سے زندگی، معاشرے اور سب عزیز واقارب کے لئے دردسر بن کر رہ جاتے ہیں، اسلئے اپنی اولاد کو بدکردار اور اوباش لڑکوں کی صحبت سے حتی الامکان بچانا انتہائی ضروری ہے۔

(حق نمبر ۱۰)

اولاد کی اخلاقی خرابی کے اسباب پر نظر رکھنا

بچوں کے اخلاقی خرابی کے بہت سے اسباب ہیں۔ یہاں بطور مثال چند ذکر کر دینا مناسب ہوگا تاکہ تربیت اولاد کے سلسلے میں غور وفکر میں کام دے سکیں۔

(۱) بچوں کو برے ساتھیوں سے ملنے کی آزادی دے دینا۔

(۲) بچوں کی نگرانی نہ کرنا اور باز پرس نہ کرنا۔

(۳) بچوں کی تعلیم وتربیت کے مقابلے میں زیادہ تر اوقات کھیل کود میں صرف کر دینے کا موقع دینا۔

(۴) بچوں کو فلمیں دیکھنے میں اپنے ساتھ شریک کرنا خصوصاً گندی فلمیں دیکھنے کی اجازت دینا کیونکہ جو آزادی اور بے حیائی فلمی عورتوں اور مردوں میں عموماً ہوتی ہے بچوں میں ان چیزوں کا منتقل ہونا یقینی بات ہے۔ فلموں کے دیکھنے سے کتنے ہی بڑی عمر کے لوگ بگڑے ہوئے ہیں تو معصوم بچوں کا بگڑنا بالکل ظاہر ہے ایسے ماں، باپ کو احساس تک نہیں ہوتا کہ بچے بگڑتے جا رہے ہیں اور ماں، باپ خود اپنے ہاتھوں سے ان کے اخلاق کو خراب کر رہے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں فحش فلمیں دیکھنے کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ماں، باپ نے گھر ہی کے اندر اس کا انتظام کر رکھا ہے۔ چنانچہ ٹی وی، وی سی آر، انٹرنیٹ، اکثر گھروں میں موجود ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ جب ماں، باپ نے اپنے معصوم اور صاف ذہن کے بچوں کو ان کے جذبات بھڑکانے والی گندی فلمیں

اور عریاں و نیم عریاں مرد و عورتوں کی فحش حرکات پر مشتمل ڈرامے دیکھنے اور دکھانے کا انتظام کر رکھا ہے۔ وہ بچے کیسے اچھے اخلاق کی تعلیم پائیں گے اور کس طرح بہترین اور اچھے اخلاق کے مالک بنیں گے۔

(۵) گھر میں فحش رسالے، کتابچے اور ڈائجسٹ رکھنا یا بچوں کو ایسی شرم ختم کرنے والی کتابوں یا رسالوں کے مطالعے کی اجازت دینا۔

(۶) اسکولوں اور ٹیوشن سینٹروں میں تعلیم پانے والے بچوں اور بچیوں کو آزاد چھوڑ دینا راستے میں یا تعلیم گاہوں میں بداخلاق لڑکوں لڑکیوں سے دور رکھنے کی کوشش نہ کرنا بلکہ ان کے باہم ملنے ملانے کو برا نہ سمجھنا بچوں بچیوں میں برائی پھیلنے کا ایک سبب ہے کہ تعلیم گاہوں میں دونوں کا اختلاط ہوتا ہے۔ بے شمار برائیاں اور فسادات اسی سے پھیلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہدایت دے اور ان باتوں کی سمجھ عطا فرمائے۔

غرض ماں باپ کو اپنے بچوں کی تربیت کے سلسلے میں ان سب باتوں کی طرف توجہ دینا چاہئے تاکہ شروع ہی سے اخلاق کی نگرانی ہو سکے۔ سمجھانے ڈانٹنے پر ہی ان کی اصلاح ہو سکتی ہے اور نہ بڑے ہونے کے بعد نہ سمجھانا مفید ہوگا، نہ ہی ڈانٹ ڈپٹ بلکہ بعض دفعہ الٹا اثر ہونے لگتا ہے۔

(حق نمبر ۱۱)

بچوں کو تمیز اور بات کرنے کے آداب سکھانا

بہت سے چھوٹے بچوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ شکل و صورت سے اتنے پیارے اور معصوم لگتے ہیں کہ بے اختیار ان سے بات کرنے کو دل چاہتا ہے مگر جب ان سے گفتگو کی جائے تو بڑی شرمندگی ہوتی ہے کیونکہ بچے اس طرح بدتمیزی اور بے ادبی سے بات کرتے ہیں کہ ان کو احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کسی بڑے سے بات کر رہے ہیں اور بات کرتے ہوئے ادب کا لحاظ رکھا جائے ''تو'' اور ''تم'' سے اپنی گفتگو شروع کرتے ہیں جس سے سننے والے پر کوئی اچھا تاثر نہیں پڑتا اور وہ ضرور یہ سوچتا ہے کہ

بچے کے ماں باپ نے بچے کو بڑوں کے ساتھ گفتگو کرنے کی تمیز نہیں سکھائی اگر بچے کو ادب سے بولنا سکھایا ہوتا تو بچہ کبھی بے ادبی اور بدتمیزی سے گفتگو نہ کرتا۔ چونکہ بچے کو بے ادبی سے بولنے کی عادت گھر سے ہی پڑی ہوتی ہے اور کسی نے اسے بے ادبی سے گفتگو کرنے سے منع نہیں کیا ہوتا ''تم'' کے بجائے '' آپ'' کہنا نہیں سکھایا ہوتا اس لئے بچہ بڑی روانی سے بے ادبی سے گفتگو کرتا چلا جاتا ہے اس میں بچے کا کوئی قصور نہیں ہوتا اس کی اولین درس گاہ ماں کی گود اور گھر کا ماحول ہوتا ہے اگر اسے اپنی اولین درس گاہ سے ادب کا سبق ملا ہوتا تو وہ کبھی بے ادبی سے کلام نہ کرتا۔

حقیقت یہ ہے کہ گھر میں جس طرح بچے کو مخاطب کر کے بات کی جائے گی وہی انداز بچے کی عادت میں شامل ہو جائے گا یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ گھر میں ''تو'' اور ''تم'' کے الفاظ سے بچے کو مخاطب کیا جائے اور بچے سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ بڑوں کے ساتھ یا اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے ''تو'' اور ''تم'' کے بجائے '' آپ'' کے لفظ سے مخاطب ہوا کرے گا اس لئے والدین کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ خود بھی اور گھر کے افراد کو بھی اس بات کے لئے تیار کریں کہ وہ جب بھی بچے کے ساتھ گفتگو کریں یا کسی دوسرے سے مخاطب ہوں تو ہمیشہ ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔ '' آپ'' کا لفظ استعمال کریں۔

(حق نمبر ۱۲)

اولاد کو آزاد نہ چھوڑنا

بری صحبت بچوں کی فطری صلاحیتوں کو زنگ آلود کر دیتی ہے جو لڑکے غلط صحبت میں پڑ جاتے ہیں، وہ کند ذہن، کمزور عقیدے اور کمزور اخلاق کے مالک ہوتے ہیں اور بروں کی عادتیں بہت جلد اپنا لیتے ہیں۔ بدکردار اور آوارہ قسم کے لڑکوں کے ساتھ رہ کر ان میں بھی آوارگی اور بداخلاقی پیدا ہو جاتی ہے اور آخر کار یہ بدترین قسم کے مجرم ثابت ہوتے ہیں۔ بے راہ روی اور آوارگی ان کی فطرت میں داخل ہو جاتی ہے

۔پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ان کو راہ راست پر لانا قطعی طور پر ناممکن ہو جاتا ہے اور یہ گمراہی اور بدبختی کے گڑھے میں جا گرتے ہیں۔

اسلام سرپرستوں اور والدین کو یہ تلقین کرتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کی پوری طرح نگرانی کریں اور جب یہ تمیز کی عمر کو پہنچ رہے ہوں یعنی بالغ ہو رہے ہوں تو پھر ان پر خاص طور سے کڑی نظر رکھنی چاہئے۔انہیں دیکھنا چاہئے کہ ان کی اولاد کس قسم کے لڑکوں اور دوستوں سے میل جول رکھتی ہے۔صبح کہاں جاتے ہیں اور شام کہاں جاتے ہیں کہیں جاتے ہیں تو کیا کرنے جاتے ہیں۔

بدکردار لوگوں اور خراب ساتھیوں سے بچنے کے سلسلے میں اسلام نے جو تعلیمات پیش کی ہیں اور بری ساتھیوں کی رفاقت سے بچنے کا جو حکم دیا ہے اس سلسلے میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے:

''نیک ساتھیوں اور برے ہم نشین کی مثال مشک والے اور بھٹی میں دھونکنے والے شخص کی سی ہے جس کے پاس کستوری مشک ہوتی ہے یا وہ تمہیں تحفۂ خوشبو دے گا یا پھر تم خود اس سے خوشبو خرید لو گے، ورنہ کستوری مشک کی خوشبو سے تم محظوظ تو ضرور ہو گے اور بھٹی میں دھونکنے والا شخص یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا پھر تمہیں اس سے بدبو آئے گی۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ:

''برے ساتھی سے دور رہو اس لئے کہ وہ تمہاری پہچان کا ذریعہ ہے''۔

والدین کو چاہئے کہ وہ اللہ پاک کے ان ارشادات اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں تاکہ ان کی اولاد اچھے اخلاق سے آراستہ ہو، معاشرے میں ان کی ہر کوئی تعریف کرے اور یہ امت مسلمہ کے لئے نیکی اور خیر کی علامت بن جائیں۔یہ اصلاح اور ہدایت کے علمبردار بن جائیں، ان کے سنور جانے سے پورا معاشرہ سنور جائے گا۔پوری امت مسلمہ ان کے نیک اعمال اور اچھی عادتوں

پرفخر کرے گی۔

(حق نمبر ۱۴۳)

اولاد کو حضور ﷺ کی محبت اور اتباعِ سنّت کی ترغیب دینا

بچے کی اخلاقی تربیت کا عظیم جزو یہ ہے کہ اسے رسول کریم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی محبت سے جوڑ دیا جائے، باپ اور مربی پر لازم ہے کہ اس کے سامنے حیات انبیاء علیہم السلام کے اہم پہلو اجاگر کرے۔

والدین کے لئے لازم ہے کہ وہ بچوں کو یہ بات بتائیں کہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوقات میں برگزیدہ ترین ہیں، وہ اللہ کے اولیاء اور اس کے مخصوص ومنتخب بندے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں صرف انہی کو چنا اور پسند کیا اور ان کو اپنا پیغمبر بنایا۔ ارشاد ربانی ہے:

"اللّٰہ یصطفی من الملائکۃ رسلا ومن الناس انّ اللّٰہ سمیع بصیر". (سورۃ الحج: ۷۵)

(ترجمہ:) "اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے احکام پہنچانے والے اور اسی طرح آدمیوں میں سے تحقیق اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے"۔

انبیاء ورسل کی محبت اللہ عزوجل کے قُرب کا عظیم ترین ذریعہ ہے، باپ کو چاہئے کہ بچوں کے دلوں میں انبیاء کی محبت جمادے۔

طبرانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اپنے بچوں کو تین باتیں سکھلاؤ۔ اپنے نبی ﷺ کی محبت اور ان کے اہل کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت اس لئے کہ قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سایہ میں انبیاء اور مختلف لوگوں کے ساتھ اس روز ہوں گے جس روز اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا"۔ (طبرانی)

(حق نمبر۱۴)

اولاد کو قرآن کی تعلیم دینا

یہ ہمارا ایمانی فرض اور تقاضا ہے کہ ہم قرآن کریم خود بھی پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی بچپن ہی میں اس کی تعلیم دلوائیں۔ بچپن ہی میں بچوں کے دلوں کو قرآن کریم کے نور سے منور کردیں۔ تجربہ اس پر شاہد ہے کہ جب بچے کو شروع ہی میں صحیح مخارج (آواز کی صحیح ادائیگی) کے ساتھ قرآن کریم پڑھوا دیا جائے تو بچے کا ذہن اور حافظہ قدرتی طور پر کئی گنا تیز ہو جاتا ہے اور اس کی صلاحیتوں میں نکھار آجاتا ہے۔

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی بہتر ہوگی جبکہ آفتاب دنیا کے گھروں میں ہو''، یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جب والدین کے اعزاز و اکرام کا یہ حال ہے تو اب تمہارا کیا خیال ہے اس کے بارے مین جس نے یہ کام کیا یعنی قرآن پڑھا اس پر عمل کیا''۔ (ابوداؤد شریف) یعنی اس کا انعام تو اور زیادہ ہوگا۔

(حق نمبر۱۵)

بچوں کو اسلامی آداب سکھانا

اپنی اولاد کو ادب سکھانا بھی والدین کا فریضہ ہے کیونکہ ادب انسان کو زندگی بھر کام آتا ہے۔ ادب سے مراد اسلامی زندگی کے طور طریقے ہیں لہٰذا بچوں کو اسلامی طریقے سے کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، سفر پر جانے اور واپس آنے غرض یہ کہ روزمرہ میں کام آنے والے امور کے بارے میں علم ہونا چاہئے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں بہت زور دیا ہے کہ اپنے بچوں کو اسلامی طور طریقے سکھاؤ۔ حدیث پاک میں ہے:

''وعن جابربن سمرة قال قال رسول الله لان یؤدب الرجل ولده خیرله من ان یتصدق بصاع''۔

(ترجمہ:) ''حضرت جابر بن سمرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے''۔

(ترمذی شریف)

اس حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اپنی اولاد کو اچھا ادب سکھلانا خیرات کرنے سے بہتر ہے کیونکہ اچھے آداب نیکیاں ہیں لہٰذا اولاد جب آداب سیکھ کر ان پر عمل کرے گی تو ان کی نیکیوں میں بہت اضافہ ہو جائے گا ایک اور حدیث پاک میں ہے:

''عن ایوب بن موسیٰ عن ابیه عن جده عن رسول الله ﷺ قال مانحل والدولده من نحل افضل من ادب حسن''۔

(ترجمہ:) ''حضرت ایوب بن موسیٰ ان کے والد ماجد ان کے جد امجد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھا ادب سکھانے سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں دیا''۔ (ترمذی شریف)

جب بچے کو آداب سکھلا دیئے جائیں گے تو اس سے بچے کے چال چلن معاملات اور اخلاق کی کارکردگی بڑی عمدہ انداز میں ظاہر ہوگی ،لہٰذا بچوں کو کھانے پینے ،سلام کرنے ،اجازت طلب کرنے ، نیز مجلس میں بیٹھنے ، بات چیت کرنے کسی کی خبر گیری کرنے اور کسی کے غم میں شامل ہونے کے آداب سکھانے چاہئیں۔

ادب بہت جامع کلمہ ہے، انسانی زندگی کے طور طریقوں کو ادب کہا جاتا ہے ۔زندگی گزارنے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں آتے ہیں۔ بندہ اللہ جل شانہ کے بارے میں جو عقائد رکھنے پر مامور ہے اور اللہ کے احکام پر چلنے کا جو ذمے دار بنایا گیا ہے وہ آداب ہیں جو بندے کو اللہ اور اپنے درمیان صحیح تعلق رکھنے کے لئے ضروری ہیں ۔فرائض اور واجبات اور سنن اور مستحبات وہ امور ہیں جن کے انجام

دینے سے حقوق اللہ کی ادائیگی ہوتی ہے اور مخلوق کے ساتھ جو انسان کے تعلقات ہوتے ہیں ان میں ان احکام کی رعایت رکھنی پڑتی ہے جو مخلوق کی راحت رسانی سے متعلق ہوتی ہیں۔ان میں بھی واجبات ہیں اور مستحبات ہیں اور ان کی تفصیل وتشریح بھی شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہے۔

یہ جو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اچھے ادب سے بڑھ کر کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی بخشش نہیں دی، اس میں پورے دین کی تعلیم آجاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو دس باتوں کی وصیت کی ان میں سے دو یہ ہیں:

"ولاترفع عنهم عصاک ادبا واخفهم فی اللّٰہ"

اور اہل وعیال کے ادب سکھانے کے پیش نظر ان سے اپنی لاٹھی ہٹا کر مت رکھنا اور ان کو اللہ کے احکام وقوانین کے بارے میں ڈراتے رہنا۔ لاٹھی اٹھا کر مت رکھ دو کا مطلب یہ ہے کہ اہل وعیال کی تعلیم اور تادیب کے سلسلے میں ہرگز کوتاہی نہ کرو اور ان کو یہ نہ سمجھنے دو کہ والد کو ہماری دینداری کی زیادہ فکر نہیں ہے۔دین پر کار بند ہونے اور دیندار بنانے کے لئے ان پر سختی کرو اور پوری طرح ان کے اعمال اور احوال کی نگرانی کرتے رہو ڈانٹ اور مار پیٹ سے بھی ضرورت کے وقت دریغ نہ کرو تا کہ دین سے غافل نہ ہو جائیں۔یہ مطلب نہیں کہ مار پیٹ ہی سے کام چلاؤ بلکہ مطلب یہ ہے کہ کہ تمہاری جانب سے وہ ڈھیلا پن محسوس نہ کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: اپنی اولاد کو ادب وتہذیب سکھاؤ ،تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ان کو کیا۔

ادب سکھایا یا کیا تعلیم دی اور تیری اولاد سے پوچھا جائے گا اس نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا کہاں تک اطاعت کی

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"بچے کے سامنے باادب بچے کی تعریف کریں تا کہ اس کی تعریف سن کر اس میں

حمیت پیدا ہوا اور وہ خود بھی اس پر عمل کرنے لگے"۔ (کیمیائے سعادت)
اس سلسلے میں کچھ ضروری آداب لکھے جاتے ہیں:

کھانے کے آداب:

(۱) ہاتھ دھونا:

بچے کو یہ بتایئے کہ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھوئے اور کلی کرے اس کو کھانے کا وضو کہتے ہیں اس کی بہت فضیلت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جو شخص یہ پسند کرے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھر میں خیر زیادہ کرے تو جب کھانا حاضر کیا جائے تو وضو کرے اور جب اٹھایا جائے تو اس وقت بھی وضو کرے یعنی منہ دھوئے"۔ (سنن ابن ماجہ)

(۲) کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا:

کھانا کھانے کا دوسرا ادب یہ ہے کہ بچہ کھانے کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کرے اور آخر میں الحمد للہ کہے اس کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھے، اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کہے بسم اللہ اولہ واخرہ (ترجمہ: اول و آخر اللہ ہی کے نام سے ہے)۔ (ابوداؤد)

(۳) دائیں ہاتھ سے کھانا:

ماں باپ کو چاہئے کہ بچے کو بتائیں کہ کھانا سیدھے ہاتھ سے کھاؤ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب تم میں سے کوئی پئے تو دائیں ہاتھ سے پئے"۔ (مشکوۃ شریف)

(۴) بچے کو کھانے کی عیب گوئی سے روکنا:

کھانے کے متعلق تربیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بچے کو کھانے کے متعلق عیب گوئی سے روکا جائے اور کہا جائے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی کھانے پر عیب نہیں لگایا ہے، اگر دل چاہتا تو تناول فرماتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ (مسلم شریف)

(۵) جوتے اتارنے کا حکم:

بچے کو یہ سکھلائیں کہ جب کھانا کھائے تو جوتے اتار دے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ "جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو اپنے جوتے اتار لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے پیروں کے لئے راحت بخش ہے"۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۶) اپنے سامنے سے کھانا:

بچے کو بتائیں کہ دوسروں کے آگے سے کھانے پینے کا سامان اپنی طرف کھینچ کھینچ کر کھانا ادب کے خلاف ہے۔ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی پرورش میں تھا اور ابھی بچہ تھا، میرا ہاتھ پورے پیالے میں گھومتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "بیٹا! بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ"۔ (بخاری شریف)

(۷) سالن کو برتن کے کنارے سے کھانا:

کھانا کھانے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ کھانا برتن کے کناروں سے کھانا چاہئے درمیان سے نہ کھائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے پس کناروں سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھاؤ"۔ (ابوداؤد)

(۸) ٹیک لگا کر کھانے کی ممانعت:

بچے کو ٹیک لگا کر کھانے سے منع کرنا چاہئے کیونکہ ٹیک لگا کر کھانا صحت کے لئے نقصان دہ ہے اور اس میں تکبر کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے۔ حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا"۔

چلنے پھرنے کے آداب

ماں باپ کو چاہئے کہ وہ خود بھی حضور ﷺ کے چلنے پھرنے کے باوقار طریقہ کو سیکھیں اور اپنے بچے کو بھی صحیح طریقے سے چلنے پھرنے کی تربیت اور مشق کرائیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق چلنے پھرنے کے چند آداب مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) درمیانی چال:

چلنے کا پہلا ادب یہ ہے کہ ہمیشہ درمیانی چال سے چلنا چاہئے، نہ زیادہ سست اور نہ زیادہ تیز رفتار سے چلنا چاہئے۔

(۲) اکڑ کر چلنے کی ممانعت:

چال میں متانت اور سنجیدگی ہونی چاہئے، عاجزی اور انکساری کے ساتھ قدم اٹھانے چاہئیں، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "لوگوں کی طرف سے اپنا رخ نہ پھیرو اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو بیشک اللہ تعالیٰ کو شیخی اور فخر کرنا پسند نہیں ہے"۔

(سورۃ لقمان:۱۸)

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ: "ایک شخص دھاری دار چادر پہن کر گردن اٹھائے ہوئے چل رہا تھا تو وہ زمین میں دھنسا دیا گیا اور قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا"۔ (بخاری شریف)

(۳) ایک طرف ہو کر چلنا:

بازاروں اور گلی کوچوں میں غرض کسی بھی جگہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ مل جل کر نہیں چلنا چاہئے بلکہ عورتوں کو راستے میں ایک طرف ہو کر چلنا چاہئے۔

چھینک کے آداب:

اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے جبکہ جمائی شیطان کی طرف سے آتی ہے۔ جس

کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ممکن ہو اسے روکے۔ جب انسان جمائی لیتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔

بچے کو چاہئے کہ جمائی کو چھپانے کے لئے اپنا دایاں ہاتھ منہ پر رکھ لے، جمائی کو روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے اس کا طریقہ یہ ہے کہ جمائی نہ لینے کا پختہ ارادہ کر لیا جائے اور اس عادت پر ہمیشہ عمل کیا جائے، رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''جب تمہیں جمائی آئے تو منہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے روکو، کیونکہ شیطان (منہ میں) داخل ہو جاتا ہے''۔

قضائے حاجت کے آداب:

(۱) بچے کو بچپن ہی سے یہ تربیت دینا ضروری ہے کہ وہ لیٹرین استعمال کرتے وقت قبلہ رو نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اذاجلس احدکم لحاجته فلايستقبل القبلة و لا يستدبرها''

(صحیح مسلم)

(ترجمہ:) ''جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے بیٹھے تو قبلہ کی طرف نہ رخ کرے اور نہ پشت''۔

(۲) نیز بچہ کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے اور اپنے جسم کو پیشاب کے چھینٹوں سے بچائے کیونکہ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ:

''رانی النبی او انا ابول قائمافقال: ''یاعمر لاتبل قائما''، فما بلت قائمابعد''. (سنن الترمذی)

(ترجمہ:) ''میں کھڑا ہو کر پیشاب کر رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ لیا تو فرمایا: ''اے عمر کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو''، اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا''۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبروں کے قریب سے گزرے تو فرمایا:

''انهما يعذبان ومايعذبان في كبير بلى انه كبير اما احدهما فكان يمشي بالنميمة واما الاخر فكان لايستتر من بوله''. (صحیح بخاری)

(ترجمہ:) ''ان دونوں کو عذاب ہورہا ہے، لیکن کسی بڑے گناہ (جس سے بچنا مشکل تھا) کی وجہ سے عذاب نہیں ہورہا ہے، اگر چہ وہ گناہ تو بہت بڑا ہے ان میں سے ایک چغل خور تھا، اور دوسرا اپنے پیشاب سے بچاؤ نہیں رکھتا تھا''۔

کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے اس لئے روکا گیا ہے کہ تاکہ پیشاب کے چھینٹوں سے کپڑے اور جسم ناپاک نہ ہو، نیز بیٹھ کر پیشاب کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ:

''من حدثكم أن رسول الله ﷺ بال قائما فلا تصدقوه ما كان يبول الا جالسا''. (مسند احمد)

(ترجمہ:) ''جو شخص تمہیں یہ بتائے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا اس کی بات سچ نہ مانو، آپ ﷺ ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے''۔

(۳) بچے کو بیت الخلا میں جانے سے پہلے اور بیت الخلاء سے باہر نکلتے وقت دعاؤں کے پڑھنے کی تلقین کیجئے اور انہیں دعاؤں کے چھوٹے چھوٹے الفاظ یاد کرا کر ان کی مشق کرائیے۔

سونے کے متعلق تربیت اور آداب:

نیند کو اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کا حصہ بنایا ہے۔ نیند کے کچھ آداب ہیں:

(۱) بچے کو رات میں جلدی سونے کی عادت ڈالنا:

سونے کے متعلق سنتوں میں سب سے اہم سنت بچے کو جلدی سلانا ہے، انتہائی

ضرورت یا کسی اہم کام کے بغیر عشاء کے بعد جاگنا اچھا نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کرنے اور جاگنے کو سخت منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ عشاء سے پہلے سونے اور عشاء کے بعد جاگنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔

اطباء اور ماہرین صحت پوری تحقیق کے بعد کہتے ہیں کہ رات کی نیند کے بہت سارے فائدے ہیں، دن کی نیند کے مقابلے میں رات کی نیند صحت وجسم کے لئے بے حد مفید ہے۔

(۲) فجر کے بعد سونے کی برائی:

دن کو سونے سے بچے کو سختی سے روکا جائے۔ خاص طور پر فجر کی نماز کے بعد سونا، بعض علماء وفقہاء فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے اپنے بچوں کو سونے سے سختی سے منع کیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ یہ وقت انتہائی بابرکت ہے۔ اس وقت کی برکت کے لئے حضور ﷺ کی یہ دعا ہے:

''اللّٰھم بارک لامتی فی بکورھا''. (سنن دارمی)

(ترجمہ:) ''اے اللہ میری امت کیلئے انکے صبح کے وقت میں برکت ڈال دے''۔

چنانچہ فجر کے بعد سوجانے سے اس عظیم برکت سے محرومی ہوتی ہے۔ فجر کے فوراً بعد بچہ خالی ذہن ہوتا ہے اور غور فکر پر اچھی طرح قادر ہوتا ہے۔ لہٰذا تربیت کرنے والے پر ضروری ہے کہ اس بابرکت وقت میں بچے کو ذکر و تسبیح اور تلاوت قرآن کریم پر لگائے یہاں تک کہ طلوع آفتاب ہو جائے۔

(۳) جب بچے نو، دس سال کے ہوجائیں تو بہن بھائی کے بستر الگ کردیں۔

(مشکوٰۃ شریف)

(۴) سرمہ دانی رکھیں اور سوتے وقت خود بھی اور بچوں کے بھی تین تین سلائی دونوں آنکھوں میں سرمہ ڈالیں، دائیں آنکھ میں پہلے تین مرتبہ ڈالیں پھر بائیں آنکھ میں ڈالیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۵) بستر کو لیٹنے سے پہلے تین مرتبہ جھاڑ لیں۔ (مشکوٰۃ شریف)
(۶) مسواک کرلیں۔ (مشکوٰۃ شریف)
(۷) تین دفعہ آیۃ الکرسی اور تین قل (سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس) پڑھیں اور ہر دفعہ دونوں ہاتھوں پر دم کر کے سر سے نیچے تک پھیر لیں۔ (ترمذی شریف)
(۸) داہنی کروٹ پر قبلہ رو ہو کر سونے کی عادت ڈالیں۔ (بخاری و مسلم) داہنے ہاتھ کے اوپر سر رکھ کر سوئیں۔ (بخاری)
(۹) بچوں کو یہ دعا کرائیں: ''اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْییٰ''. (مشکوٰۃ شریف)
(۱۰) تین بار استغفار پڑھیں۔ ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآاِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ''. (ترمذی)
(۱۱) بچوں کو باوضو سونے کی عادت ڈلوائیں۔ (الترغیب)
(۱۲) ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھوائیں اور ایک مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھوائیں۔ (مشکوٰۃ شریف)
(۱۳) سورۃ الواقعۃ کا اہتمام کروالیں، اسکی برکت سے فقر و فاقہ کی نوبت نہیں آتی۔ (الترغیب)

اولاد کو سلام کرنے کی عادت ڈالئے:

والدین کو چاہئے کہ جب بچہ بولنے لگے تو اسے سلام کرنا سکھائیں گھر میں کوئی مہمان آئے یا وہ خود کہیں جائے تو سلام کرے اسی طرح اگر ٹیلی فون سننا ہو تو بچہ کو سکھائیں کہ وہ ریسیور اٹھا کر پہلے سلام کرے اور پھر گفتگو کا آغاز کرے اس طرح بچپن سے ہی اس کی یہ عادت پختہ ہو جائے گی چھوٹا بچہ اگر خود پہل کرتے ہوئے کسی کو سلام کرے تو بہت خوشی ہوتی ہے سلام کرنا سنت مطہرہ ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ چھوٹے بچوں کو سلام سکھانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب بڑوں کا

بچوں سے آمنا سامنا ہوتو وہ بھی بچوں کو سلام کر سکتے ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں ہے اور نہ ہی شان میں کوئی فرق پڑتا ہے جب بچے یہ دیکھیں گے کہ بڑے بھی ان کو سلام کرتے ہیں تو ضرور وہ بھی سلام کرنے میں پہل کریں گے۔ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (مسلم شریف)

سلام سے گھر میں برکت آتی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''اے بیٹے...! جب تو گھر میں داخل ہوتو گھر والوں کو سلام کر کیونکہ تیرا سلام تیرے اور تیرے گھر والوں کے لئے برکت کا سبب ہوگا''۔ (ترمذی شریف)

(حق نمبر ١٦)

اپنی اولاد کی پرورش حلال روزی سے کرنا

والدین کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ اولاد کی پرورش حلال روزی سے کی جائے بلکہ ضروری ہے کہ اسے دودھ پلانے والی عورت بھی حلال کھانے والی ہوخواہ وہ ماں ہو یا کوئی دوسری عورت کیونکہ جو دودھ حرام سے حاصل ہوتا ہے وہ ناپاک ہوتا ہے۔جس بچے کا گوشت پوست اس حرام دودھ سے پیدا ہوگا اس کے مزاج اور اس کی طبیعت میں حرام جراثیم سرایت کر جائیں گے یہ بات بارہا مشاہدے اور تجربے میں آئی ہے کہ جو لوگ اپنے بچوں کو حرام روزی کھلاتے ہیں ان کے بچوں میں اس کے اثرات ظاہر ہوکر رہتے ہیں اور جو مائیں حلال پر اکتفا کرنے والی ہوتی ہیں ان کی گود میں پلنے والے بچوں میں ان کی ماؤں کا زہد وتقویٰ ضرور رنگ دکھاتا ہے۔

(حق نمبر ١٧)

عقل وشعور آنے پر حلال وحرام کے احکام سکھانا

جب بچوں میں سمجھداری پیدا ہونے لگے تو انہیں حلال وحرام کی تمیز کرانا

چاہیئے۔ انہیں حلال وحرام کی بنیادی باتیں سمجھانی چاہئیں کیونکہ جب بچے کو بچپن ہی سے حلال وحرام کی تمیز آ جائے گی اور وہ ان احکام کو سمجھنے لگے گا تو بڑا ہو کر کبھی حرام کو اختیار نہیں کرے گا۔ آپ ﷺ بچوں کو بچپن ہی سے حلال حرام کی تمیز کرایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ نے (اپنے بچپن میں) ایک مرتبہ صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو فوراً فرمایا: ''کخ کخ'' (عربی زبان میں یہ لفظ ایسا ہے جیسے ہماری زبان میں اگر بچہ منہ میں کوئی چیز ڈال لے اور اس کے گندے اور برا ہونے کے اظہار کے ساتھ وہ چیز اس کے منہ سے نکلوانا مقصود ہو تو یوں کہا جاتا ہے تھو تھو)، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے پھینک دو، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم بنو ہاشم صدقہ کا مال نہیں کھاتے''۔ (اولاد کے حقوق)

لہٰذا اولاد جونہی ذرا شعور حاصل کر جائے تو والدین کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانے کی ترغیب دیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص حلال روزی کمانے میں تھک کر شام کرے وہ اس حال میں صبح کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوں گے''۔ (طبرانی واحیاء، ج:۲)

ایک اور حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے حلال ذرائع سے دنیا طلب کی تاکہ اپنے کو کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچائے رکھے اور اپنے اہل وعیال کے لئے روزی مہیا کرے اور اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے، وہ قیامت کے روز اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا ہو گا اور جس نے حلال

طریقے سے دنیا اس لئے کمائی کہ وہ دوسروں سے مال ودولت میں بڑھ جائے ،دوسروں پر اپنی بڑائی جتائے ،نمود ونمائش کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوں گے''۔ (کنز العمال،جلد:۴)

غور فرمایئے بچوں کے لئے دنیا کمانا بھی اجر وثواب کا باعث بن گیا،لہٰذا بچوں کے لئے آپ جتنی محنت کر رہے ہیں،اس پر آخرت کے اجر کی بھی امید رکھیے۔ہاں یہ ضرور ہے کہ ملازمت اور تجارت کرتے ہوئے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کیجئے اور تجارت اور ملازمت صحیح طور سے کرنے کی نیت کر لیں۔

رزق حلال کی برکات (نیک اولاد کا ہونا)

خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ حضرت عمرؓ کے بیٹے کے نواسے ہیں حضرت عمرؓ جب رات کو گشت پر نکلے اور ایک جگہ ماں اور بیٹی کا یہ مکالمہ سنا کہ والدہ بار بار بیٹی کو دودھ میں ملاوٹ کی ترغیب دے رہی ہے اور بیٹی انکار کر رہی ہے اور کہتی ہے کہ خلیفہ کا حکم ہے کہ ملاوٹ نہ کی جائے اور والدہ کہتی ہے کہ خلیفہ تو نہیں دیکھ رہے وہ کہتی ہے کہ اللہ تو دیکھ رہا ہے۔حضرت عمرؓ نے دوسرے دن اس کا نکاح اپنے بیٹے عاصم کے ساتھ کیا اور اس عورت کی بیٹی سے عمر بن عبدالعزیزؒ پیدا ہوئے۔

(حق نمبر ۱۸)

اولاد کو وقت دینا

آج کل والد کی حیثیت واقعۃً بڑی قابل رحم ہے۔پہلے باپ اپنے گھر کے نزدیک کام کرتا تھا ،آج وہ سویرے سویرے کام پر چلا جاتا ہے اور رات گئے تھکا ہارا واپس آتا ہے۔اسکولوں کی وجہ سے باپ کی وقعت اور بھی کم ہوتی جا رہی ہے۔اب وہ اپنے بچوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے بالکل بے نیاز ہو گیا ہے۔

اخلاق و مذہب اور دیگر باتوں سے متعلق جو تربیت باپ پہلے دیا کرتا تھا وہ اب ختم ہوگئی ہے۔ باپ کا کام اب صرف پیسے کیلئے فکر مند رہنا رہ گیا ہے۔ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگیا ہے کہ میرا کام تو صرف اتنا ہے کہ روپیہ لاکر گھر میں دے دوں۔ باپ اپنی فرصت کے اوقات اپنے دوستوں کے ساتھ بسر کرنے پر مجبور ہیں، چنانچہ ان کو دوسروں سے فرصت ہی نہیں ملتی جو وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ کچھ وقت گزار سکیں۔ اور وقت نہ دینے کی وجہ سے جب بچوں کو محبت نہیں ملتی تو وہ پھر محبت نہیں کرتے اور حکم کی اہمیت ان کے دلوں میں نہیں رہتی اور تربیت تو کی نہیں اسلئے بے سلیقہ پن اور بے ادبی اس کی زندگی کا حصہ بن جاتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑھاپے میں وہ محتاج خدمت ہوتے ہیں اور ان کو کوئی جواب دینے والا نہیں ہوتا اور بچے ماں باپ کو بُرا بھلا کہتے ہیں کہ انہوں نے وقت دے کر ہماری تربیت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اس ذمہ داری کا احساس نصیب فرمائیں۔ (آمین)

بچوں کی چند مضر صحت عادات:

(۱) چوسنی:

منہ میں کوئی چیز ڈال کر بچہ جذباتی تسکین حاصل کرتا ہے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مائیں بچوں کو چوسنی لگا دیتی ہیں، چوسنی کی عادت بچے کے لئے بڑی خطرناک ثابت ہوتی ہے، اس سے بچے کے پیٹ میں گیس رہتی ہے چوسنی کے ساتھ جراثیم کا جسم میں داخل ہونا آسان ہوجاتا ہے چنانچہ پیٹ خراب رہنے میں اس کا کردار بہت اہم ہے۔

(۲) پیٹ کے بل سونا:

بچے کو پیٹ کے بل یعنی الٹا سونے سے روکا جائے کیونکہ الٹا سونا معدے کو نقصان پہنچاتا ہے، بدہضمی کا سبب بنتا ہے، ادب کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ اس طرح سونے کو ناپسند کرتا ہے۔

(حق نمبر ۱۹)

اولاد کو سنت کے مطابق لباس پہنانا

یہ فطری بات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ایک ماں کو اولاد جیسی نعمت سے نوازتا ہے تو وہ اپنے اس نونہال پر اپنے تمام ارمان پورے کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا اس کا یہ بھی دل چاہتا ہے کہ وہ اپنے بچے کو اچھے سے اچھا لباس پہنائے، اس کو آراستہ کرے اور ویسے بھی لباس انسان کی ضرورت ہے۔ لہٰذا لباس کے انتخاب میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ حضور ﷺ کے بتائے گئے طریقے کے مطابق ہو۔ اور شروع ہی سے اسلامی طریقے کے مطابق ہو کیونکہ لباس کا شخصیت پر اثر پڑتا ہے۔ جب بچہ برا لباس پہنے گا تو بڑے ہو کر اس کا انتخاب ویسے ہی لباس ٹھہریں گے یعنی اگر اسلامی لباس (سنت کے مطابق) لباس ہوگا تو اسلام سے وابستگی ہوگی۔ لہٰذا اپنے بچوں کو اسلامی طریقے کے مطابق شروع ہی سے کرتا شلوار پہنانے کا اہتمام کریں اور اگر کرتے کے ساتھ ساتھ سر پر عمامہ بھی سج جائے تو کیا بات ہے۔

حضور ﷺ نے عمامے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں''۔ (ابن شاذان)

(۲) پینٹ شرٹ نہ پہنائیں:

بچوں کو پینٹ شرٹ وغیرہ انگریزی لباس پہنانے سے اجتناب کرنا چاہئے کہ چڈی شرٹ اور پینٹ وغیرہ یہود و نصاریٰ کے لباس ہیں جو بدقسمتی سے مسلمانوں میں عام ہو گئے ہیں جب ان کے لباس بچوں کو پہنائیں گے تو ایسا نہ ہو کہ ان کی محبت بچوں کے دلوں میں بیٹھ جائے۔

(۳) جاندار کی تصویر والے لباس نہ پہنائیں:

ماؤں کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو ایسے سوٹ ہرگز نہ پہنائیں جن پر جانداروں کی

تصاویر ہوتی ہیں کیونکہ جہاں جاندار کی تصویریں ہوں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ہمارے بچوں کو تو زیادہ رحمت کی ضرورت ہے۔

(۴) سادہ لباس پہنائیں:

ماؤں کو چاہئے کہ بچے کو سادہ لباس پہنائے تا کہ بچے کے اندر بن ٹھن کے رہنے کی عادت پیدا نہ ہو اور وہ اس کو ہی اپنا مقصد حیات نہ سمجھ لے۔ حضرت امام غزالیؒ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں کہ:

''بچے کو اچھے کپڑے اور اچھے کھانے کا عادی نہ کریں کہ اگر کبھی میسر نہ ہو سکے تو وہ اس پر صبر نہیں کر سکے گا اور اپنی تمام عمر اس کی تلاش میں گزارے گا۔ (کیمیائے سعادت)

(۵) بچے اور بچی کے لباس میں تمیز:

ماؤں کو چاہئے کہ خاص طور پر اس بات کا خیال رکھے کہ بچہ خواہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو بچے کو لڑکوں والا اور بچی کو لڑکیوں والا لباس ہی پہنائے۔ آج کل فیشن کی رو میں بہہ کر چھوٹے بچوں میں یہ خیال نہیں رکھا جاتا، یہ درست نہیں اس کا گناہ ماں کو ملے گا۔ لہٰذا خاص خیال رکھا جائے کہ بچی کو مردانہ مشابہت والا لباس نہ پہنایا جائے۔

سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں کی صورت بنائیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی صورت بنائیں۔ (امام احمد)

(۶) لباس سنت کے مطابق پہنائیں

لباس پہنانے کا سنت طریقہ یہ ہے:

بچے کو پہلے کرتا پہنائیں پھر پاجامہ، پہناتے وقت سیدھی آستین سے شروع کریں مثلاً پہلے کرتے کی سیدھی آستین میں سیدھا ہاتھ داخل کریں پھر الٹی میں، اس طرح شلوار پہناتے وقت بچے کا پاؤں پہلے سیدھے پائچے میں اور پھر الٹے میں داخل کریں۔ اور کپڑے اتارتے وقت الٹی طرف سے شروع کریں۔ حضور اکرم ﷺ کرتہ

پہنتے وقت دائیں جانب سے ابتداء فرماتے تھے۔ (ترمذی)

کپڑے پہناتے اور اتارتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لیں اس کی برکت سے شیطان سے ستر پوشی ہو جائے گی۔

بچے کا لباس اتاریں تو اسے تہہ کر کے (یعنی لپیٹ کر) رکھیں یونہی نہ چھوڑیں ورنہ شیطان استعمال کرتا ہے۔

اس ضمن میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''شیاطین تمہارے کپڑے اپنے استعمال میں لاتے ہیں لہٰذا جب لباس اتارو تو اسے تہہ کر لیا کرو تاکہ اس کی یعنی لباس کی جان میں جان آئے اس لئے شیطان تہہ کئے ہوئے کپڑوں کو نہیں پہنتا (اور جسے پھیلا ہوا چھوڑ دیا جائے اسے پہنتا ہے)''۔ (ابن عساکر و طبرانی)

لہٰذا ماؤں کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کو سنت کے مطابق لباس پہنائیں جب وہ شروع سے ہی ایسا کریں گی تو بچہ تھوڑا بڑا ہو کر اس کا عادی ہو جائے گا اور مزید بڑا ہونے پر اس کی عادت پختہ ہو جائے گی۔ نیز بچے کو لباس پہننے کی دعا سکھائیے جو یہ ہے:

''الحمدللّٰہ الذی کسانی ماأواری بہ عورتی واتجمل بہ فی حیاتی''

(ترجمہ:) ''اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ایسا لباس پہنایا جس سے میں ستر چھپاتا ہوں اور آرائش کرتا ہوں''۔

(۷) بچی کیلئے ستر و پردے کی ترغیب:

بچی کو بچپن سے پردے کی ترغیب دینی چاہئے تاکہ وہ بڑی ہو کر اس کا التزام کرے۔ اسے فیشنی کپڑے نہیں پہنانے چاہئیں، اور نہ ہی پتلون یا صرف قمیض کیونکہ اس میں مردوں اور کافروں سے مشابہت اور نوجوانوں کے لئے فتنہ اور انگیخت (رغبت) کا سبب ہے، ہمیں چاہئے کہ بچی سات سال کی ہو جائے تو اسے سر پر ڈوپٹہ

رکھنے اور بالغ ہونے لگے تو چہرے کو ڈھانپنے کا حکم دیں۔اس کا ظاہر لباس سادہ ، چھپانے والا ، لمبا اور کشادہ ہو ، جو اس کے شرف (عزت ، شرم وحیاء اور وقار) کی حفاظت کر سکے۔قرآن کریم تمام مومن عورتوں کو اس بات کی تعلیم دیتا ہے، فرمایا:

''اے نبی اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اہل ایمان سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی چادریں نیچے ڈال لیا کریں، یہ ان کے لئے پہچان کا ذریعہ ہوگا، تو کوئی انہیں ایذا نہ دے گا''۔

(سورۃ الاحزاب:۵۹)

نیز اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو نمائش کرنے سے منع فرمایا ہے:

''اور ایام جاہلیت والی زیب وزینت کا اظہار نہ کیا کریں''۔

(سورۃ الاحزاب:۳۳)

اولاد کو یہ نصیحت کرنی چاہئے کہ لڑکا اور لڑکیاں الگ الگ خاص لباس کا التزام کریں تا کہ دوسری جنس سے تمیز ہو سکے۔ وہ مسلمانوں کے علاوہ دوسری قوموں سے مشابہت والے لباس نہ پہنیں جیسے تنگ پتلون وغیر کیونکہ یہ نقصان دہ عادات ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی تو وہ انہی میں سے ہوگا''۔ (ابوداؤد)

(حق نمبر ۲۰)

بچوں کو ورزش اور پر مشقت زندگی کا عادی بنائیے

بچوں کے لئے دوسرے سال سے ساتویں سال تک کا زمانہ کھیلنے کودنے اور بھاگنے دوڑنے کا ہوتا ہے۔ اسلام بچے کی اس عمر کو مخصوص حق دیتا ہے اور اس حق کی حفاظت کا حکم کرتا ہے۔ یہ حق قرآن کریم اور رسول ﷺ کی سنت دونوں سے ثابت ہے۔اس عرصے میں کھیل بچے کے نزدیک کھانے پینے سے بھی زیادہ اہم ہوتا ہے۔ کیونکہ بچہ اس دوران اپنے جسم میں خوراک اور کھانے سے حاصل شدہ طاقت اور حرارت کو محسوس کرتا ہے اور اسے کھیل کود میں صرف کرنا چاہتا ہے نبی کریم ﷺ

کی بچوں کے ساتھ دل لگی اوران کے بوجھ کوختم کرنے کی تدبیریں اوران کے ساتھ ملاطفت ونرمی کو دیکھتے ہوئے تربیت اسلامی کے علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ بچے کواسباق وکام کاج سے فارغ ہونے کے بعد کھیل کوداور سیروتفریح کی ضرورت ہے ۔امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس سلسلے میں تحریر کیا ہے: لکھتے ہیں کہ بچے کومکتب ومدرسے سے واپس آنے کے بعد ایسے اچھے کھیل کود کی اجازت دے دینی چاہئے جس کے ذریعہ مکتب ومدرسے کی تھکان اتر جائے ۔لیکن اس حدتک کہ وہ کھیل کود میں اتنا مشغول نہ ہوکہ اس میں ہی چور چور ہوجائے ۔اس لئے کہ بچے کوکھیل سے روکنا اوراس کو ہمیشہ تعلیم میں مشغول رہنے پر مجبور کرنا بچے کے دل کومردہ اور ذکاوت کوختم اورزندگی کوبے مزہ کردیتا ہے اور پھر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ تعلیم سے ہی چھٹکارا پانے کی کوشش میں مصروف ہوجاتا ہے۔

حضور ﷺ کے بچوں کے ساتھ کھیل کے واقعات:

حضور ﷺ اکثر بچوں کے ساتھ کھیلتے ،اس بارے میں کئی واقعات سیرت کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔حدیث میں ہے کہ:

حضور ﷺ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے سامنے منہ سے زبان باہر نکالتے جب وہ سرخ سرخ زبان دیکھتے تو جلدی سے لپکنے کی کوشش کرتے۔

(حق نمبر ۲۱)

اولاد کی صحت وصفائی ستھرائی کا خیال رکھنا:

(۱) صفائی ستھرائی کی اہمیت:

صفائی کوحضور ﷺ نے نصف ایمان فرمایا ہے ۔حضور ﷺ کسی کو میلا کچیلا دیکھتے تو ناگواری کا اظہار فرماتے۔مسجد میں پسینے کی بدبو والے لباس میں لوگوں کا آنا آپ ﷺ کوناگوار ہوتا۔آپ ﷺ کے اہل بیت بھی اس معاملے میں اس

حدتک خیال رکھتے کہ آپ کی صاحبزادی بچوں کو نہلا دھلا کر صاف کپڑے پہنا کر اور خوشبو لگا کر خدمت اقدس میں بھیجتیں۔

کوئی چیز جس قدر نازک ہوتی ہے اس کی صفائی اور حفاظت کا اسی قدر اہتمام کیا جاتا ہے۔ پھول سے بچوں کی نازک جلد کی حفاظت کے لئے خصوصی توجہ اور اہتمام کی ضرورت ہے کیونکہ بچوں کو میلا کچیلا رکھنے سے کئی امراض جنم لیتے ہیں، ماں بچوں کی صفائی کے بارے میں شروع میں بہت زیادہ خیال رکھتی ہے۔ لیکن کچھ عرصے بعد دو تین بچے ہو جائیں تو پھر لاپرواہی برتی جاتی ہے۔ جس سے بچے میں جلد کی بیماریاں خاص طور پر پیدا ہو جاتی ہیں جو کہ بچوں کی حساس جلد کے لئے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں۔

جب بچہ صاف ستھرا ہوگا تو گھر کا ہر فرد اسے اٹھائے گا، اپنے سینے سے لگائے گا اور گرم جوشی سے اس کا محبت بھرا بوسہ لے گا اور اسے دلی دعائیں دے گا، ورنہ لوگ گندے بچے کو دیکھ کر کہیں گے کیسا کم قسمت بچہ ہے کہ ایسی گندی اور لاپرواہ ماں ملی ، یا اللہ ایسی ماؤں کو ہدایت دے دے۔ (آمین)

اس سلسلے میں ان امور کا خیال رکھا جائے:

(۱) روزانہ بچے کو گرمی میں تو کم از کم دو مرتبہ غسل کروائیں۔

(۲) کپڑے گندے ہو جائیں تو فوراً بدل دیں۔

(۳) کسی قسم کی گندگی کا بچے کو عادی نہ بنائیں۔

(۴) بچے کے ناپاک بستر کو فوراً دھولیں، گھر میں ناپاک کپڑے بالکل نہ رکھیں ناپاک جگہوں پر شیطان کو آنے کا موقع مل جاتا ہے، جس سے گھروں میں مصیبتیں و پریشانیاں آتی ہیں۔

لہٰذا بچے نے جس بستر یا چادر پر پیشاب کر لیا ہو اس کو صرف سکھانے پر اکتفا نہ کریں۔ بلکہ اچھی طرح پانی سے دھو کر پاک کر کے پھر استعمال کرائیں۔

(حق نمبر ۲۲)

اولاد کی صحت کا بھی خیال رکھنا

والدین بچوں کے سلسلے میں اپنے اوپر واجب اور ضروری لوازمات و حاجات مثلاً اچھی غذا، صاف ستھرے مکان اور لباس و پوشاک کا خیال رکھیں تا کہ بچوں کو بیماری لاحق نہ ہو اور امراض و وباؤں کی وجہ سے ان کے جسم لاغر و نحیف نہ ہو جائیں۔

اور کھانے پینے اور سونے میں صحت کی حفاظت کے ان اصولوں کا خیال رکھیں جن کا اسلام نے حکم دیا ہے کھانے کے سلسلے میں والدین کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ بچے کو بدہضمی سے بچائیں اور کھانے پینے میں ضرورت و عادت سے زیادہ کھانے سے روکیں اور کھانا ہضم ہونے سے قبل کھانا کھانے سے منع کریں۔ اور وقت مقرر پر ہی کھانے کا عادی بنائے، چلتے پھرتے فضول چیزیں کھلانے سے اور اس کیلئے پیسے دینے سے بچے کی صحت بھی خراب ہوتی ہے، پیسے بھی ضائع ہوتے ہیں اور وقت پر کھانے کو جی نہیں چاہتا۔

پینے کے سلسلے میں والدین کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اسے دو یا تین سانس میں پینے کی تعلیم دیں اور برتن میں سانس لینے سے منع کریں اور کھڑے ہوکر پینے سے روکیں۔ اور بسم اللہ پڑھ کر پلائیں اور پانی صاف ستھرا ہو، بہتر ہے کہ ابال کر چھان کر میٹھا پانی پلائیں اور کھانے کے دوران اور کھانے کے بعد پانی پلانے سے صحت خراب ہوتی ہے، باقی اوقات میں جتنا زیادہ پانی پلایا جائے اتنا ہی صحت کیلئے مفید ہے۔ اور صبح سویرے اور رات کو سونے سے قبل ایک کپ خالص دودھ پلانے سے بچے کے اعضاء مضبوط ہوتے ہیں، دماغ تیز ہوتا ہے۔ اور چائے، کافی، ٹھنڈی، کھٹی، اور مرچ والی اشیاء سے صحت خراب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنی اولاد کی صحت کا خیال رکھنے کی توفیق دے۔ (آمین)

سونے کے سلسلے میں بچے کو دائیں کروٹ پر لیٹنے کا حکم دیں اور کھانا کھا کر فوراً

سونے سے منع کریں، والدین اور خاص کر ماں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ متعدی امراض سے بچاؤ کی احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں۔ خصوصاً جب کسی ایک بچے کو کوئی ایسا مرض لاحق ہو جائے تو دوسرے بچوں کو اس سے دور رکھیں تاکہ مرض پھیلنے اور وبا کو بڑھنے سے روکا جا سکے۔ والدین کو بچے کی صحت برقرار رکھنے اور بیماریوں سے حفاظت کیلئے کچے پھل کھانے اور سبزیوں کو دھونے سے قبل استعمال کرنے سے منع کریں اور کھانے سے قبل دونوں ہاتھ دھونے کا حکم دیں اور کھانے میں پھونک مارنے سے منع کریں اور اسی جیسی صحت سے متعلق اور دوسری وہ تعلیمات جو اسلام نے پیش کی ہیں ان کا لحاظ رکھیں۔

اسکے ساتھ ساتھ ان چیزوں پر نظر رکھنی چاہئے جو جسم کو تباہ اور صحت کو برباد کرنے والی اور بیماریوں کا ذریعہ ہیں جیسے کہ

نشہ آور اشیاء ومنشیات کا استعمال، سگریٹ نوشی، حقہ، شیشہ (فلیور والا حقہ) وغیرہ، اس لئے کہ یہ بہت سی مہلک بیمایوں مثلاً سرطان کے امراض، دل کی بیماریوں اور پھوڑے پھنسیوں اور جگر کی خرابی، بانجھ پن اور پٹھوں ورگوں کے کھنچاؤ اور اس کے علاوہ اطباء اور اس فن کے ماہرین کے بیان کے مطابق دوسرے اور خطرناک امراض کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اور جب بچے میں ان میں سے کسی بیماری کی کوئی علامت ظاہر ہو اور اس کی نشانیاں وعلامات نظر آنے لگیں تو اس کے علاج کے لئے والدین کو فوری طور سے اس مرض کے ماہر سے رجوع کرنا چاہئے تاکہ نبی کریم ﷺ کے اس قول پر عمل ہو جائے جسے امام احمد ونسائی نے رویات کیا ہے:

"یاعباداللہ تداووا فان اللہ عزوجل لم یضع داءً الا وضع لہ شفاء".

(ترجمہ:) ''اے اللہ کے بندو علاج کرو اس لئے کہ اللہ عزوجل نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کی دوا و شفاء بھی نازل فرمائی ہے''۔

ایسی صورت میں والدین ان اوامر پر عمل کرنے والے ہوں جو اسلام نے علاج

ودواداروواوراحتیاطی تدابیراختیار کرنے اورجسم وصحت سے متعلق بیان کئے ہیں تو اس طرح سے بچے کا جسم بہت سے امراض سے بچ جائے گا اور وہ ہر قسم کے خطرے اور مرض سے چھٹکارہ حاصل کرلے گا۔

(حق نمبر ۲۴)

اولاد کی عادات کو سمجھنے کی کوشش کرنا

تمام والدین کا یہ خواب ہوتا ہے کہ ان کے بچے کامیاب، تعلیم یافتہ، فرمانبرداری، نیک سیرت اور انسانیت کا احترام کرنے والے ہوں لیکن بعض اوقات بچے ماں باپ کے خوابوں کی تعبیر ثابت نہیں ہوتے۔اس کی بہت ساری وجوہات ہوسکتی ہیں تاہم سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ بچے ایسی عادات اختیار کرنے میں ناکام رہتے ہیں جوانہیں کامیابی کی طرف لے جاتی ہیں لہٰذا اچھی عادات پیدا کرنے اور بری عادات سے محفوظ رکھنے کے سلسلے میں والدین اور اساتذہ کو خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

بری عادات کو پختہ نہ ہونے دیں:

عادت جتنی پختہ ہوجاتی ہے اس کے چھڑانے میں اتنی ہی دقت ہوتی ہے جونہی آپ محسوس کریں کہ بچہ کسی ناپسندیدہ اور خراب عادت کا شکار ہورہا ہے تو فوراً اسے ابتدائی سطح پر ہی روکنے کی کوشش کریں۔اس لئے کہ دماغ جتنا زیادہ کسی چیز سے اثر قبول کرتا ہے عادت بھی اتنی ہی پختہ ہوجاتی ہے۔یہاں یہ بات بھی یادرکھنی چاہئے کہ طبیعت اور دماغ کی ترقی بچپن میں زیادہ ہوتی ہے ،مزاج اور دماغ زیادہ لچکدار ہوتا ہے پھر جیسے جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے طبیعت اور مزاج میں سختی آتی جاتی ہے بچپن میں نئے خیالات کا اثر جلد ہوتا ہے اور پرانے خیالات بھی جلد دور کئے جاسکتے ہیں۔جبکہ عمر بڑھنے کے بعد نئی عادات کا ڈھالنا اور پرانی کا دور کرنا ذرا مشکل کام ہوجاتا ہے۔

پسند و ناپسندگی کا اظہار:

اگر بچہ کبھی ماں باپ کے کہنے پر عمل نہ کرے تو انکو اس کو یہ باتیں اچھی طرح سمجھانی چاہئیں کہ فلاں کام نہ کرنے سے کیا کیا تکلیفیں اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ اگر بچہ سمجھانے سے صحیح عمل کرنے لگے تو اظہار پسندیدگی کے ذریعے اس کی ہمت افزائی ضرور کرنی چاہئے۔ ماں باپ کے اظہار پسندیدگی سے بچے کو اپنے ماحول سے ہم آہنگی کا احساس پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کی یقیناً قدر کرتا ہے۔ اگر وہ صحیح عمل نہ کرے تو قدرتی طور پر انہیں ناپسندیدگی کا اظہار کرنا چاہئے اس کا بھی بچوں پر کافی اثر پڑتا ہے۔

اچھی عادات پیدا کرنے کے سلسلے میں نفسیات کے چند قواعد:

ماہرین نفسیات نے اچھی عادات کے سلسلے میں چند سنہری قواعد تجویز کئے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

بچوں کو زیادہ نصیحت نہ کی جائے کیونکہ اچھی عادات کا مدار خود بچے کے بار بار عمل کرنے پر ہے لہذا عملی طور پر بچے کو سکھانے کی کوشش کریں۔ صحیح عمل پر بالکل ابتدا سے توجہ دینی چاہئے کسی عادت کی پختگی کے بعد اسے بدلنا مشکل ہوسکتا ہے۔

جس عمل کی ہم عادت ڈلوانا چاہتے ہیں اس کے کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کرنے چاہئیں، یہاں تک کہ ہمیں یقین ہوجائے کہ ہر موقع پر بچہ وہی عمل کرتا ہے جس کی عادت ہم اسے ڈالنا چاہتے ہیں۔

اچھی عادت کے سلسلے میں ماحول بھی نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لہذا وہ بات جو والدین بچوں سے منوانا چاہتے ہیں اس کے لئے انہیں ویسا ماحول بھی پیدا کرنا ضروری ہے۔

☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆

پڑوسی کے حقوق

(حق نمبرا:)

پڑوسیوں کو اپنے ہاتھ اور زبان کی تکلیف سے محفوظ رکھنا

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو (کسی بھی قسم کی) تکلیف نہ پہنچائے۔ اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ مہمان کا اکرام کرے، اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اچھی بات بولے یا چپ رہے۔" (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے (ایک دن) ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں اللہ کی قسم! اس میں ایمان نہیں اللہ کی قسم! وہ صاحب ایمان نہیں عرض کیا گیا کہ یا رسول ﷺ کون شخص؟ (یعنی آپ ﷺ کس بد نصیب کے بارے میں قسم کھا کر ارشاد فرما رہے ہیں کہ وہ مومن نہیں اور اس میں ایمان نہیں)؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے اور فتنہ پردازیوں سے مامون اور بے خوف نہ ہوں (یعنی ایسا آدمی ایمان کی برکتوں سے محروم ہے۔ (احمد بخاری، مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک اسکا دل درست نہ ہو اور اسکا دل اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک زبان درست نہ ہو اور وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے اس کے پڑوسی مامون اور بے خوف نہ ہوں۔ (احمد، ابن ابی الدنیا)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ کہ ایک شخص نے (نبی کریم ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہو کر) عرض کیا! یا رسول اللہ فلاں ایک عورت نماز، صدقات، اور روزوں کی کثرت کرتی ہے، لیکن اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں داخل ہوگی (چاہے پھر سزا بھگت کر نکل آئے) اس نے پھر عرض کیوں یا رسول اللہ! فلاں ایک عورت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نماز روزوں کی کثرت نہیں کرتی ہے البتہ پنیر وغیرہ صدقہ کرتی ہے اپنے پڑوسیوں کو نہیں ستاتی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ جنت میں داخل ہوگی۔''

ترجمہ: مسلم کی روایت میں ہے کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے پڑسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔'' (مسلم)

فائدہ: انسان کا اپنے ماں باپ اور اولاد اور قریبی رشتی داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ ہمسایوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور اس کی خوشگواری اور ناخوش گواری کا زندگی کے چین وسکون پر اور اخلاق کے بناؤ بگاڑ پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ رسول ﷺ نے اپنی تعلیم وہدایت میں ہمسائیگی اور پڑوس کے اس کے تعلق کو بڑی عظمت بخشی ہے کہ اور اسکے احترام ورعایت کی بڑی تاکید فرمائی ہے یہاں تک کہ اسکو ایمان کا جزء اور جنت کے داخلہ کی شرط اور اللہ اسکے رسول کی محبت کا معیار قرار دیا ہے جیسا کہ روایت سے واضح ہے (از معارف تفسیر)

(حق نمبر۲ :)

پڑوسی خواتین کے ساتھ شرم وحیا کا معاملہ رکھنا

حضرت مقداد بن اسودؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے اپنے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ: زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا وہ تو حرام ہے اللہ اور اسکے رسول نے اسکو حرام قرار دیا ہے لہٰذا وہ قیامت تک حرام ہی رہے گا۔ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص (اللہ نہ کرے) دس عورتوں کے ساتھ بدکاری کرے یہ (گناہ میں) زیادہ ہلکا ہے بنسبت اسکے کہ وہ اپنے پڑوسی عورت کے

ساتھ بدکاری کرے۔ آپ ﷺ نے (پھر) ارشاد فرمایا کہ تم چوری کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اسکے رسول نے تو اسے حرام قرار دیا ہے لہذا وہ تو حرام ہی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی کا دس گھروں سے چوری کرنا (گناہ کے اعتبار سے) زیادہ ہلکا ہے بنست اسکے کہ وہ اپنے پڑوسی کے گھر سے چوری کرے۔'' (احمد، طبرانی۔ کبیر اوسط)

(حق نمبر ۳:)

پڑوسی کے لئے وہ پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرنا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا ہے جب تک اپنے پڑوسی کیلئے یا فرمایا کہ اپنے بھائی کیلئے اس چیز کو پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (مسلم)

(حق نمبر ۴:)

پڑوسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرنا

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے (اللہ کی عدالت میں جن کا مقدمہ پیش ہوگا) وہ دو پڑوسی ہونگے۔

(حق نمبر ۵:)

پڑوسی کی خوشی غمی میں شریک ہونا

حضرت ابن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص پڑوسی سے اپنے گھر کا دروازہ اہل وعیال پر ڈر کی وجہ سے بند رکھے وہ کامل مومن نہیں اور وہ بھی کامل مومن نہیں جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف

اور مطمئن نہ ہوں جانتے ہو پڑوسی کا حق کیا ہے؟ اگر تم سے مدد چاہے تو اسکی مدد کرو قرض مانگے تو اسکو قرض دو اگر محتاج ہو اسکی مدد کرو اگر بیمار ہو تو اسکی عیادت کرو اگر اسکو کوئی خوشی اور بھلائی حاصل ہو تو اسکو مبارک باد دو اگر مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو اگر وہ مر جائے تو اسکے جنازے کے ساتھ جاؤ بغیر اسکی اجازت کے اسکی عمارت سے اپنی عمارت اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے (جب تمہارے گھر اچھا کھانا پکے تو اسکی کوشش کرو کہ (تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے لئے (اور اس کے بچوں کیلئے) تکلیف کا سبب نہ ہو اور (اسکا اہتمام کرو کہ ہانڈی کی خوشبو اس کے گھر تک نہ جائے) مگر یہ کہ جو پکے اس میں سے کچھ حصہ پڑوسی کو بھی نکال کر دیدو (اس صورت میں کھانے کی خوشبو اس کے گھر تک جانے میں کوئی مضائقہ نہیں) اگر کوئی پھل خریدو تو اسکو بھی ہدیہ دو اور اگر یہ نہ کرسکو تو اس کو اس طرح پوشیدہ اور چھپا کر گھر لاؤ کہ وہ نہ دیکھے اور اسکو تمہاری اولاد باہر لیکر نہ نکلے کہ پڑوسی کے بچے کے دل میں اسے دیکھ کر جلن پیدا ہو گی۔" (الترغیب والترھیب)

(حق نمبر ۶:)

پڑوسی کے عیبوں کا تذکرہ نہ کرنا

حضرت فضالہ بن عبیدؓ کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تین چیزیں کمر کو توڑ دینے والی مصیبتیں ہیں ایک وہ بادشاہ کہ اگر تم اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو تو شکر گزاری نہ کرے اگر تم سے کوئی بُرائی یا غلطی ہو جائے تو معاف نہ کرے۔ دوسرے برا پڑوسی کہ اگر تم میں کوئی بھلائی دیکھے تو اسکو دفن کردے (چھپادے کسی حسد کی وجہ سے نہ بتائے) اور اگر کوئی برائی دیکھے تو اسکو لوگوں میں پھیلا دے۔ تیسری وہ (بیوی) کہ اگر تم اسکے پاس جاؤ تو تمہیں تکلیف پہنچائے اگر تم اس سے غائب ہو تو (اس کے پاس موجود نہ ہو) تو (اپنی جان اور تمہارے مال میں خیانت کرے۔ (اسکی حفاظت نہ کرے)۔" (طبرانی)

(حق نمبر ۷:)

پڑوسی اگر محتاج ہوتو اس کے کھانے کی فکر کرنا

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا (اور وہ میری جماعت میں نہیں ہے) جو ایسی حالت میں اپنا پیٹ بھر کے رات کو (بے فکری سے) سو جائے کہ اسکے برابر رہنے والا پڑوسی بھوکا ہو اور اس آدمی کو اس کے بھوکے ہونے کی خبر ہو۔ (طبرانی، بزار)

فائدہ: یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ ان تمام احادیث میں مسلم اور غیر مسلم پڑوسی کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی ہے۔ (از معارف)

ترجمہ: حضرت ابو شریح خزاعیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اسکو چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے (یعنی جس چیز کا محتاج ہو اس میں اسکی اعانت کرے اس سے برائی کو دور کرے) اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ اچھی بات بولے یا پھر چپ رہے۔" (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسکو چاہئے کہ کہ زبان سے کوئی بات نکالے تو بھلائی کی بات نکالے ورنہ چپ رہے اور جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اسکو چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔" (احمد)

فائدہ: ان احادیث سے تین باتوں کی تاکید معلوم ہوتی ہے:

(۱) پڑوسی کا اکرام۔

(۲) پڑوسی کے ساتھ احسان کا معاملہ۔

(۳) اور پڑوسی کو ایذا دینے سے بچنا۔

تینوں ہی باتیں مذکورہ روایت میں ذکر کی گئی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ کے ہاں دوستوں اور ساتھیوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہو (اسکی راحت رسانی کی اسے فکر ہو) پڑوسیوں میں وہ حق تعالیٰ شانہ کے ہاں بہتر ہے جو اپنے پڑوسی کے لئے بہتر ہو (کہ اسے راحت رسانی کی اسے فکر ہو)

(ترمذی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، حاکم)

(حق نمبر ۸:)

پڑوسی کی تکلیف پر صبر کرنا

حضر بن معطوف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوذرؓ سے ایک روایت پہنچی تھی اس لئے میں ان سے ملاقت کا خواہش مند تھا۔ چنانچہ میں نے ان سے ملاقات کی میں نے عرض کیا اے ابوذرؓ آپکی طرف سے مجھے ایک حدیث پہنچی تھی اور میں اسلیئے آپ سے ملاقات کا خواہش مند تھا حضر ابوذرؓ نے عرض کیا واہ جی واہ (بہت اچھا کیا کہ آئے) مجھ سے تمہاری ملاقات ہوگئی ہے اب پوچھو کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے ایک حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے رسول ﷺ سے بیان کی ہے کہ اللہ جل شانہ تین قسم کے لوگوں کو پسند فرماتے ہیں اور تین قسم کے لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں انہوں کہا کہ میرا یہ گمان ہے کہ میں رسول اللہ کی طرف ایسی بات کی نسبت نہیں کرسکتا جو آپنے ارشاد نہ فرمائی ہو میں نے دریافت کیا کہ وہ تین قسم کے لوگ کون ہیں جن سے اللہ جل شانہ محبت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ایک تو وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں صبر اور ثواب کی امید کرتے ہوئے جہاد کرے اور لڑتا رہے یہاں تک کہ وہ شہید ہو جائے اور تم اسکا ذکر اللہ کی کتاب میں پاتے ہو پھر یہ آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ (اللہ پسند ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اسکے راستہ میں قطار باندھ کر گویا کہ وہ

دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی) میں نے کہا کہ دوسرا شخص کون ہے (جس سے اللہ محبت کرتے ہیں؟) فرمایا وہ جس کا کوئی پڑوسی ہو جو اسے ستاتا ہو اور وہ اسکی تکلیف پر صبر کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسکی اس برے پڑوسی سے زندگی میں یا موت کے ذریعے اس کی کفایت کردے پھر پوری حدیث ذکر کی۔'' (احمد، طبرانی، حاکم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مجھے جبرائیل (اللہ کی طرف سے) برابر وصیت کرتے اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اسکو وارث بھی قرار دے دینگیں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا جب آپ حجۃ الوداع میں اپنی کان کٹی ہوئی اونٹی پر سوار تھے اور یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ میں تم کو پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت اور تاکید کرتا ہوں آپ نے بہت بار یہ فرمایا کہ میں اپنے جی میں کہنے لگا کہ آپ تو پڑوسی کو وارث بنا کر رہیں گیں۔

(حق نمبر ۹:)

پڑوسی کو کھانے کی چیزوں میں سے کچھ ہدیہ کرنا

ترجمہ: حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گھر بکری ذبح ہوئی جب وہ تشریف لائے تو گھر والوں سے کہا کہ تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی کو گوشت کا ہدیہ بھیجا؟ میں نے رسول ﷺ سے سنا: آپ فرماتے تھے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مجھے جبرئیل برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اسکو وارث بھی قرار دے دینگیں۔''

(ابوداؤد و ترمذی)

(حق نمبر۱۰:)

خود بھی اچھا پڑوسی بننا اور اللہ سے اچھا پڑوسی مانگنا

ترجمہ: حضرت نافع بن حارثؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی کی سعادت اور بختی کی ایک بات یہ ہے کہ اسکا پڑوسی نیک اور اچھا ہو۔ دوسرے اچھی سواری ہو (پریشان نہ کرتی ہو) تیسرے کشادہ گھر ہو۔'' (احمد)

ترجمہ: حضرت سعد بن وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں آدمی کی سعادت میں سے ہیں ایک نیک بیوی ہے دوسرے کشادہ گھر، تیسرے نیک اور اچھا پڑوسی، چوتھے اچھی سواری ہے اور چار چیزیں آدمی کی بد نصیبی کی ہیں ایک برا پڑوسی، دوسرے بری بیوی، (جس کے اخلاق برے ہوں) تیسرے بری سواری (جو پریشان کرتی ہو)، چوتھے تنگ گھر (جو ضرورت کو پورا نہ کرتا ہو)۔'' (صحیح ابن حبان)

☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆

تاجروں کے حقوق وآداب

(حق نمبر۱)

دل چسپی اور محنت کے ساتھ کام کرنا

اپنی روزی خود اپنے ہاتھوں سے کمایئے اور کسی پر بوجھ نہ بنئے۔ ایک بار نبی ﷺ کی خدمت میں ایک انصاری آئے اور انہوں نے نبی ﷺ سے کچھ سوال کیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تمہارے گھر میں کچھ سامان بھی ہے؟'' صحابی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ...! صرف دو چیزیں ہیں، ایک ٹاٹ کا بچھونا ہے جس کو ہم اوڑھتے بھی ہیں اور بچھاتے بھی ہیں اور ایک پانی کا پیالہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ''۔ صحابی دونوں چیزیں لے کر حاضر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے دونوں چیزیں دو درہم میں نیلام کر دیں اور دونوں دراہم ان کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: ''جاؤ ایک درہم میں تو کچھ کھانے پینے کا سامان خرید کر گھر والوں کو دے آؤ، ایک درہم میں کلہاڑی خرید کر لاؤ''۔ پھر کلہاڑی میں آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے دستہ لگایا اور فرمایا: ''جاؤ! جنگل سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لاؤ اور بازار میں بیچو، پندرہ دن بعد جب وہ صحابی آئے تو انہوں نے دس درہم جمع کر لئے تھے۔ آپ ﷺ خوش ہوئے اور فرمایا: ''یہ محنت کی کمائی تمہارے لئے اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم لوگوں سے مانگتے پھرو اور قیامت کے روز تمہارے چہرے پر بھیک مانگنے کا داغ ہو''۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی نے کوئی کھانا بھی اس سے بہتر نہیں کھایا کہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کما کے کھائے، اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھاتے تھے''۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک شخص اپنی رسیوں سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر سر پر لاد کر لائے اور بیچے اور اس طرح وہ اپنے چہرے کو (دنیا میں بھیک کی ذلت سے اور آخرت میں داغدار چہرے کی رسوائی سے) بچالے، یہ بہتر ہے لوگوں سے بھیک مانگنے سے وہ دے دیں یا نہ دیں''۔ (بخاری)

(حق نمبر ۲)

ہمیشہ حلال کمائے اور حرام سے بچے

جو شخص کسی کسب مثلاً تجارت وغیرہ کا پیشہ اختیار کرے تو اس پر فرض ہے کہ وہ صرف جائز اور حلال مال کمائے، حرام سے کلیۃً اجتناب کرے اور اپنے پیشے و ہنر میں

احکام شرعیہ کی رعایت بہر صورت ملحوظ رکھے، نیز اپنے پیشہ میں تمام تر محنت وجدوجہد کے باوجود صرف اللہ کی ذات پر اعتماد رکھے کہ رزاق مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کسب محض ایک ظاہری وسیلہ کے درجہ کی چیز ہے۔ (مظاہر حق، ج:۳،ص:۲۹، ۳۰)

محنت سے کاروبار کریئے، خوب کمایئے تا کہ آپ لوگوں کے محتاج نہ رہیں۔ نبی ﷺ سے لوگوں نے ایک بار پوچھا: یارسول اللہ....! سب سے بہتر کمائی کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے ہاتھ کی کمائی اور وہ کاروبار جس میں جھوٹ اور خیانت نہ ہو''۔ حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بازار میں جم کر کاروبار کرو۔ تم دین پر مضبوطی کے ساتھ جم سکو گے اور لوگوں سے بے نیاز ہو گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگو....! اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی قبول کرتا ہے اور اس نے اس بارے میں جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے وہی اپنے سب مؤمن بندوں کو دیا ہے پیغمبروں کیلئے اس کا ارشاد ہے: ﴿یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا إنی بما تعملون علیم﴾ اے پیغمبرو....! تم کھاؤ، پاک اور حلال غذا اور عمل کرو صالح۔ اور اہل ایمان کو اس نے مخاطب کر کے فرمایا ہے ﴿یا ایھا الذین آمنوا کلوا من الطیبت مارزقنکم﴾ (سورۃ البقرۃ: ۱۷۱) کہ اے ایمان والو! تم ہمارے رزق میں سے حلال اور طیب کھاؤ (اور حرام سے بچو)''۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے ذکر فرمایا ایک ایسے آدمی کا جو طویل سفر کر کے (کسی مقدس مقام پر) ایسے حال میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں اور جسم اور کپڑوں پر گردوغبار ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اے میرے رب! اے میرے پروردگار! اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے اور اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس حرام ہے، اور حرام غذا سے اس کا نشو نما ہوا ہے تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہو گی''۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حلال کمائی اور حلال کے کھانے اور کپڑے کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی طرح ایمان والوں کو بھی حلال رزق کے کھانے کا حکم دیا ہے اور اس کے بغیر دعاؤں کی قبولیت روک دی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حلال حاصل کرنے کی فکر و کوشش فرض کے بعد فریضہ ہے''۔ (طبرانی بیہقی)

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ کسب یعنی کمانا فرض بھی ہے اور مستحب بھی اسی طرح مباح بھی ہے اور حرام بھی۔ چنانچہ اتنا کمانا فرض ہے کہ جو کمانے والے اور اس کے اہل و عیال کی معاشی ضروریات کے لئے اور اگر اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کی ادائیگی کے لئے کافی ہو جائے، اس سے زیادہ کمانا مستحب ہے بشرطیکہ اس نیت کے ساتھ زیادہ کمائے کہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت سے جو کچھ بچے گا وہ فقراء و مساکین اور اپنے دوسرے مستحق اقرباء پر خرچ کروں گا، اس طرح ضروریات زندگی سے زیادہ کمانا اس صورت میں مباح ہے جب کہ نیت اپنی شان و شوکت اور اپنے وقار کی حفاظت ہو، البتہ محض مال و دولت جمع کر کے فخر و تکبر کے اظہار کے لئے زیادہ کمانا حرام ہے اگر چہ حلال ذرائع ہی سے کیوں نہ کمایا جائے۔

(حق نمبر۳)

کاروبار کو فروغ دینے کے لئے ہمیشہ سچائی اختیار کرنا اور جھوٹی قسموں سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنا

نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ اس شخص سے بات کرے گا نہ اس کی طرف منہ اٹھا کر دیکھے گا اور نہ اس کو پاک صاف کر کے جنت میں داخل کرے گا جو جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنے کاروبار کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے''۔

(مسلم)

قسمیں کھانے سے بچو...! یہ چیز وقتی طور پر تو ترقی کی معلوم ہوتی ہے لیکن آخر کار کاروبار میں برکت ختم ہو جاتی ہے۔ (مسلم)

حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ (ایک بار) نبی کریم ﷺ کے ساتھ عید گاہ کی طرف نکلے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ (بازار میں) لوگ اپنے کاروبار میں مصروف ہیں، آپ ﷺ نے آواز لگائی:

''اے تاجر لوگو...!'' فوراً سب لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور گردنیں اونچی کر کے نظریں اٹھا اٹھا کر آپ ﷺ کی طرف دیکھنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن تاجر لوگوں کا حشر، فاجروں (یعنی جھوٹ بولنے والو اور نافرمان لوگوں) کے ساتھ ہوگا، ہاں (وہ تاجر اس سے مستثنیٰ ہوں گے) جنہوں نے پرہیزگاری اختیار کی، (یعنی خیانت اور فریب دہی وغیرہ میں مبتلا نہ ہوئے) اور نیکی کی (یعنی اپنے تجارتی معاملات میں لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا) اور سچ پر قائم رہے''۔ (ترمذی وابن ماجہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء علیہم السلام اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا''۔ (ترمذی)

(حق نمبر ۴)

کاروبار میں ہمیشہ دیانت وامانت اختیار کرنا

کبھی کسی کو خراب مال دے کر یا دھوکہ دیکر معروف نفع سے زیادہ غیر معمولی نفع لے کر اپنی حلال کمائی کو حرام نہ بنایئے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''سچا اور امانت دار تاجر قیامت میں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا''۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں: دو شریکوں کا (کاروباری ساجھیوں کا) تیسرا میں شریک

(نگہبان) ہوتا ہوں چار شریک ہوں تو پانچواں شریک اور (نگہبان میں ہوتا ہوں) جب تک کہ کوئی شریک ان میں سے اپنے ساتھی سے خیانت نہ کرے، جب کوئی خیانت کرلیتا ہے تو میں ان کے درمیان سے ہٹ جاتا ہوں''۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان ان کے درمیان آجاتا ہے''۔

''ان کے درمیان میں سے ہٹ آتا ہوں'' کا مطلب یہ ہے کہ جب شرکاء میں بددیانتی کے جراثیم پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ خیانت کرنے لگ جاتے ہیں تو میری محافظت و برکت کا سایہ ان پر سے ہٹ جاتا ہے اور اس کے بجائے شیطان ان پر تسلط جمالیتا ہے جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ شرکاء مکمل نقصان و تباہی کے کنارے پہنچ جاتے ہیں اور ان کے مال ورزق سے برکت ختم ہوجاتی ہے۔

(حق نمبر ۵)

خریداروں کو اچھے سے اچھا مال فراہم کرنے کی کوشش کرنا

جس مال پر آپ کو اطمینان نہ ہو وہ ہرگز کسی خریدار کو نہ دیجئے اور اگر کوئی خریدار آپ سے مشورہ طلب کرے تو اس کو مناسب مشورہ دیجئے۔

(حق نمبر ٦)

خریداروں کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کرنا

خریداروں کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کرنا تا کہ وہ آپ کو اپنا خیر خواہ سمجھیں۔ آپ پر بھروسہ کریں اور ان کو پورا اطمینان ہو کہ وہ آپ کے یہاں کبھی دھوکہ نہ کھائیں گے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس نے کمائی پر گذارہ کیا، میری سنت پر عمل کیا اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھا تو یہ شخص جنتی ہے، بہشت میں داخل ہوگا''۔ لوگوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ...! اس زمانے میں تو ایسے لوگ کثرت سے ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد ایسے لوگ کم ہوں گے''۔ (ترمذی)

(حق نمبر ۷)

وقت کی پابندی کا پورا خیال رکھنا

وقت پر دکان پہنچ جایئے اور جم کر صبر کے ساتھ بیٹھئے کیوں کہ انسان تدبیر کو اپنائے ہوگا، وہی جو مقدر میں لکھا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''رزق کی تلاش اور حلال کمائی کے لئے صبح سویرے ہی چلے جایا کرو کیوں کہ صبح کے کاموں میں برکت اور کشادگی ہوتی ہے اور اس امت کی برکت صبح میں ہے''۔

اسکے علاوہ اگر ملازمت پیشہ انسان ہے تو اس کو وقت کی تنخواہ مل رہی ہے اگر وہ وقت میں سستی کر رہا ہے یا جس کام کی ذمہ داری ہے اس میں جی چرا رہا ہے یا مقررہ ذمہ داری کے علاوہ کوئی دوسرا کام کر رہا ہے تو وہ اپنی تنخواہ کو حرام کر رہا ہے۔ اگر کہیں جانا ہو یا تاخیر ہو یا طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ذمہ داری پوری کرنے میں دشواری ہو تو اجازت لے لی جائے۔

(حق نمبر ۸)

ملازمین کے حقوق فیاضی اور ایثار کے ساتھ ادا کرنا

ہمیشہ ان کے ساتھ نرمی اور کشادگی کا سلوک کریں، بات بات پر غصہ کرنے، گالی دینے اور شبہ کرنے سے پرہیز کریں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ اس امت کو پاکیزگی سے نہیں نوازتا جس میں کمزوروں کو ان کا حق نہ دلوایا جائے''۔

اور اپنے ملازمین کو وقت مقررہ سے پہلے ہی تنخواہ دیدی جائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ جن سے میں قیامت کے دن جھگڑوں گا، اور جس سے میں جھگڑوں گا اس کو تباہ و برباد کر کے رکھ دوں گا، ایک تو وہ شخص ہے جس نے میرے نام کے ذریعہ (میری قسم کھا کر) کوئی عہد کیا پھر اس کو توڑ ڈالا، دوسرا وہ شخص ہے جس نے

آزاد شخص کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی اور تیسرا شخص وہ ہے جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر لگایا اور اس سے کام لیا (یعنی جس کام کیلئے لگایا تھا وہ پورا پورا کام اس سے کرایا) لیکن اس کو اس کی مزدوری نہیں دی"۔ (رواہ البخاری، وابن ماجہ وغیرھما)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے اس کی مزدوری ادا کر دیا کرو"۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اجیر اور مزدور جب تمہارا کام پورا کر دے تو اس کی مزدوری فوراً ادا کر دی جائے تاخیر بالکل نہ کی جائے۔

(حق نمبر ۹)

خریداروں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا معاملہ کرنا

خریداروں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا معاملہ کریں اور قرض مانگنے والوں کے ساتھ نہ سختی کریں نہ انہیں مایوس کریں اور نہ ان سے تقاضے میں شدت کریں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے گا جو خرید و فروخت اور تقاضا کرنے میں نرمی اور خوش اخلاقی سے کام لیتا ہے"۔ (بخاری) اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو روزِ قیامت کے غم اور گھٹن سے بچائے تو اسے چاہئے کہ تنگ دست قرض دار کو مہلت دے یا قرض کا بوجھ اس کے اوپر سے اتار دے"۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ کی رحمت اس بندے پر جو بیچنے میں خریدنے میں اور اپنے حق کا تقاضا کرنے اور وصول کرنے میں نرم اور فراخ دل ہو"۔ (بخاری وابن ماجہ وترمذی)

اور ایک روایت میں ہے کہ "تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی جب وہ بیچتا تھا تو نرمی برتتا تھا اور اپنا حق وصول کرتے وقت بھی نرمی سے ہی کام لیتا تھا"۔ (ترمذی)

(حق نمبر۱۰)

مال کا عیب چھپانے اور خریدار کو دھوکہ دینے سے پرہیز کرنا

مال کی خرابی اور عیب خریدار پر واضح کر دیجئے۔ایک بار نبی ﷺ غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے۔آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر میں ڈالا تو انگلیوں میں کچھ تری محسوس ہوئی۔آپ ﷺ نے غلے والے سے پوچھا: ''یہ کیا؟'' دوکان دار نے کہا: ''یارسول اللہ! اس ڈھیر میں بارش ہوگئی تھی''۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم نے بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہیں رکھ دیا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے جو شخص دھوکہ دے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں''۔ (رواہ مسلم وابن ماجہ والترمذی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو ہمارے اوپر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں، اور جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں''۔ (رواہ مسلم)

(حق نمبر۱۱)

قیمتیں چڑھنے کے انتظار میں کھانے پینے کی چیزیں اسٹاک (Stock) کر کے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو پریشان کرنے سے سختی کے ساتھ بچنا

نبی ﷺ نے فرمایا: ''ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہے''۔ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ذخیرہ اندوزی کرنے والا کیسا بُرا آدمی ہے۔جب اللہ تعالیٰ چیزوں کو سستا فرما دیتا ہے تو وہ غم میں گھلتا ہے اور جب قیمتیں بڑھ جاتی ہیں تو اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے''۔ (مشکوٰۃ)

(حق نمبر۱۲)

ناپ تول میں دیانت داری کا اہتمام کرنا

ناپ تول میں دیانت داری کا اہتمام کریں اور لینے اور دینے کا پیمانہ ایک

رکھئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ”جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ ناپ تول میں سب سے بدتر تھے، اللہ تعالیٰ نے اس وقت سورۃ التطفیف نازل فرمائی، اس کے بعد سے انہوں نے اپنی ناپ تول بہت اچھی کرلی“۔

فائدہ: سورۂ تطفیف میں اللہ کا ارشاد ہے:

”تباہی ہے کم کرنے والوں کے لئے ان کیلئے جب وہ ناپ تول کر لیتے ہیں تو پورا بھر لیتے ہیں اور جب ناپ تول کر دیتے ہیں تو گھٹا دیتے ہیں کیا یہ لوگ اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ ان کو دوبارہ زندہ ہونا ہے اس بڑے دن کے لئے جس دن کھڑے رہیں گے لوگ تمام جہانوں کے مالک کے سامنے خبردار! (ایسے بے فکر ہرگز نہ رہیں) بلاشبہ گناہ گاروں کا اعمال نامہ سجین میں ہے اور تجھے کیا خبر سجین کیا چیز ہے؟ ایک رجسٹر ہے لکھا ہوا“۔ (سورۃ التطفیف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ناپ تول کرنے والے (کاروباری) لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

”تمہیں ایک ایسا کام ملا ہے جس میں (بے احتیاطی کر کے) تم سے پہلے گزشتہ امتیں تباہ ہو چکی ہیں۔ (اس لئے احتیاط سے کام لیا کرو)“۔ (رواہ الترمذی)

فائدہ: گزشتہ امتوں میں خاص طور پر حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم مدین کی طرف اشارہ ہے جو ناپ تول کی بے ایمانی میں بری طرح مبتلا تھی جس کو حضرت شعیب علیہ السلام نے بہت سمجھایا مگر وہ وہ کسی طرح نہ مانے تو ان کو اللہ تعالیٰ نے آسمانی کڑک اور زمین کے کے زلزلوں سے تباہ کر دیا

(حق نمبر ۱۳)

تجارتی کوتاہیوں کا کفارہ ضرور ادا کرتے رہنا

اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کھول کر صدقہ و خیرات کرتے رہا کریں۔ نبی ﷺ

نے تاجروں کو ہدایت فرمائی کہ: ''اے کاروبار کرنے والو....! مال کے بیچنے میں لغو بات کرنے اور جھوٹی قسم کھا جانے کا بہت امکان رہتا ہے تو تم لوگ اپنے مالوں میں صدقہ ضرور کردیا کرو''۔ (ابوداؤد)

(حق نمبر ۱۴)

حلال کمائی کی ترغیب اور فضیلت

کمانے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی کمائی کو اپنی ذات پر اور اپنے اہل و عیال پر اس طرح خرچ کرے کہ نہ تو اسراف میں مبتلا ہو اور نہ بخل و تنگی کرے۔ جو شخص کمانے اور اپنی روزی خود فراہم کرنے پر قادر ہو اس پر لازم ہے کہ وہ کمائے اور جس طرح بھی ہو سکے حلال ذرائع سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی آبرومندانہ زندگی کے تحفظ کے لئے معاشی ضروریات خود فراہم کر کے دوسروں پر بار نہ بنے۔ ہاں جو شخص کسی بھی مجبوری اور عذر کی وجہ سے کسب و کمائی پر قادر نہ ہو تو پھر اس کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ دوسروں سے سوال کر کے اپنی زندگی کی حفاظت کرے اگر اس صورت میں کوئی شخص محض اس وجہ سے کہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا اس کی غیرت کو گوارا نہیں، اس نے سوال نہ کیا یہاں تک کہ بھوک و افلاس نے ان کی زندگی کے چراغ کو گل کر دیا تو نہ صرف یہ کہ وہ اپنی موت کا خود ذمہ دار ہوگا بلکہ ایک گنہگاری کی موت مرے گا، نیز جو شخص خود کما کر پیٹ بھرنے سے عاجز ہو تو اس کا حال جاننے والے پر یہ فرض ہے کہ وہ اس معذور شخص کی خبر گیری کرے بایں طور کہ اس کا پیٹ بھرے یا وہ خود اس انسانی فریضہ کی ادئیگی پر قادر نہ ہو تو کسی ایسے شخص سے اس کی مدد کی سفارش کرے جو اس کی مدد کرنے پر قادر ہو۔

(حق نمبر ۱۵)

بکی ہوئی چیز گاہک کے کہنے سے واپس کرنا

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس

نے اپنا بکا ہوا مال اپنے (خریدار) مسلمان بھائی (کی خواہش) سے واپس لوٹا لیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزشیں بخش دے گا"۔ (ابوداؤد و ابن ماجہ)

لہٰذا اگر خریدار کسی وجہ سے مال واپس کرے تو اس اجر کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔

(حق نمبر ۱۶)

بلا ضرورت قرض نہ لینا

حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ (مسجد نبوی کے اس صحن میں) تھے جہاں جنازے لا کر رکھے جاتے تھے اچانک آپ ﷺ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی، پھر نظر جھکالی، اور اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ کر (انتہائی تعجب کے عالم میں) فرمایا کہ سبحان اللہ سبحان اللہ! کس قدر سختی نازل ہوئی ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم سمجھ گئے (کہ کوئی خاص بات پیش آئی ہے) اور خاموش ہو گئے، (یہاں تک کہ ایک دن پورا گزر گیا) جب دوسرا دن ہوا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ کیا سختی ہے جو نازل ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"دَین (یعنی قرض وغیرہ) کے بارے میں وہ سختی نازل ہوئی ہے، قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد کرتے ہوئے) مارا جائے اور پھر زندہ ہو، پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے اور پھر زندہ ہو، پھرے اللہ کی راہ میں مارا جائے اور اس پر قرض ہو تو وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے (یعنی اگر کوئی قرض دار بار بار بھی اللہ کی راہ میں مارا جائے تو یہ بار بار شہادت بھی اس کے قرض کا کفارہ نہیں ہو سکتی)"۔ (نسائی و طبرانی)

حضرت ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "قرض روئے زمین پر اللہ کا جھنڈا (یعنی ذلت کا نشان) ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ذلیل کرنا چاہتے

ہیں تو یہ (ذلت کا طوق) اس کے گلے میں ڈال دیتا ہے"۔ (حاکم)

(حق نمبر ۱۷)

اگر کسی سے قرض لیا ہے تو جلد ادا کرنا

"صاحب استطاعت کا (ادائیگی قرض میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو صاحب استطاعت کے حوالہ کیا جائے تو اس حوالہ کو قبول کر لینا چاہئے"۔ (بخاری و مسلم)

آج کل یہ گناہ اتنا عام ہو چکا ہے کہ لوگوں کے پیسے دبائے ہوتے ہیں اور حج اور عمرے کر رہے ہیں، دیگر جگہوں پر خرچ کر رہے ہیں۔ ایسی عبادات اور نیکیوں سے اللہ کی رضا کی امید نہ رکھی جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنا خوف امت مسلمہ کے تاجروں کو نصیب فرما۔ (آمین)

☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆

استادوں کے حقوق

(حق نمبر ۱:)

استادوں کے سامنے عاجزی برتنا

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: علم حاصل کرو علم کیلئے متانت اور وقار پیدا کرو جس سے تعلیم حاصل کرو اس سے خاکساری برتو:

ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ بوڑھے مسلمان اور عالم حافظ قرآن، بادشاہ عادل اور استادوں کی عزت کرنا تعظیم خداوندی میں داخل ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اسکا غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف سکھا دیا اگر وہ مجھے چاہے تو بیچ دے اور اگر چاہے تو آزاد کر دے یا غلام رکھے ایک شاعر کہتا ہے:

رأیت احق الحق حق المعلم   واو جبه حفظا علی کل مسلم
لقد حق ان یهدی الیه کرامة   لتعلیم حرف واحد الف درهم

(سب سے بڑا حق تو معلم کا ہے جس کی رعایت تمام مسلمانوں پر فرض ہے واقعی وہ شخص جس نے تم کو ایک لفظ سکھا دیا اس کا مستحق ہے کہ ہزار درہم اس کے لئے ہدیہ کئے جائیں بلکہ اسکے احسان کے مقابلہ میں تو ہزار درہم کی بھی کوئی حیثیت نہیں)

(آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۲:)

استادوں کا ادب کرنا

ابن وہاب ؒ کہا کرتے تھے امام مالک کے ادب سے مجھے جو کچھ ملا علم سے اتنا نہیں ملا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ کا بیان ہے کہ میں لگاتار دو برس تک ارادہ کرتا رہا کہ امیر المومنین عمر فاروق ؓ سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کروں گا مگر ادب اور رعب کی وجہ سے ہمت نہ پڑتی تھی، ایک مرتبہ حج کے موقع پر مرالظہر ان میں جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر واپس ہونے لگے تو میں نے ہمت کر کے عرض کیا کہ، امیر المومنین ایک حدیث کے بارے میں دو برس سے سوال کرنا چاہتا ہوں مگر آپکا رعب بولنے نہیں دیتا، فرمایا یہ نہ کیا کرو جب کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لیا کرو علم ہو گا تو بتادونگا ورنہ کہدوں گا کہ میں نہیں جانتا کسی اور سے پوچھ لو۔ اسی طرح سعید ابن مسب نے فرمایا کہ میں نے سعید ابن مالک سے کہا: آپ سے کچھ دریافت کرنا ہے مگر ہیبت کی وجہ سے زبان نہیں کھلتی، فرمایا کہ بھائی! مجھ سے ہرگز مرعوب نہ ہو جو کچھ پوچھنا ہو بے کھٹکے پوچھ لیا کرو، عرض کیا: پوچھنا یہ ہے کہ رسول ﷺ نے غزوہ تبوک میں تشریف لے جاتے وقت حضرت علیؓ سے کیا فرمایا تھا؟ جواب دیا یہ فرمایا تھا کہ، اے علیؓ! تم کیا پسند نہیں کرتے کہ مجھ سے تمہاری وہی نسبت ہو جو موسیٰ سے انکے بھائی ھارون کو تھی۔

ایک مرتبہ امام احمد کسی مرض کی وجہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اثنائے گفتگو میں ابراہیم بن طہمان کا ذکر نکل آیا انکا نام سنتے ہی امام احمد سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ یہ نازیبا بات ہوگی کہ بڑوں کا نام لیا جائے اور ہم ٹیک لگا کر بیٹھے رہیں۔

امام ربیعؒ فرماتے ہیں کہ اپنے استاد امام شافعیؒ کی نظر کے سامنے مجھ کو کبھی پانی کی جرت نہ ہوئی امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کے سامنے میں ورق بھی آہستہ الٹتا تھا کہ اسکی آواز انکو سنائی نہ دے۔

بغیر اجازت استاد سے بات نہ کرے اور اس کے سامنے بلند آواز سے نہ بولے، اس کے آگے نہ چلے، اس کے بیٹھنے کی جگہ پر نہ بیٹھے، اس کی منشا معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ اور اس کے مطابق عمل کرے اور اگر کسی وقت استاذ کی طبیعت مکدر ہو تو اس وقت اس سے کوئی بات نہ پوچھے، کسی اور وقت دریافت کرلے، استاد کو دستک دے کر نہ بلائے بلکہ اس کے نکلنے کا انتظار کرے۔ (تعلیم المتعلم)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں انصار کے پاس سے مجھے زیادہ علم ملا، میں انکے دروازے پر دوپہر کی گرمی میں پڑا رہتا تھا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو وہ مطلع ہونے پر فوراً نکل آتے مگر مجھے ان آرام کا خیال رہتا تھا، جب وہ باہر آتے تو اس وقت میں ان سے دریافت کرتا۔

حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے بارے میں متعدد حضرات نے بیان کیا کہ کوئی بات دریافت کرنی ہوتی یا کتاب کا مضمون سمجھنا ہوتا تو حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے مکان کے دروازے پر جا کر بیٹھ جاتے جب حضرت گھر سے باہر نکلتے تو اس وقت دریافت کرتے، اور یہ تقریباً روزانہ ہی کا معمول تھا۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۳:)

اساتذہ کے سامنے کم بولنا

استاد کے سامنے زیادہ بولنے کے بجائے اسکی بات کو توجہ سے سنئے! اس کے

سامنے زیادہ بولنا بے ادبی ہے کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو ادب کے ساتھ دریافت کرے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ کو نصیحت کی استاد کی صحبت میں خود بولنے سے زیادہ سیکھنے کی کوشش کرنا۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۴:)

اساتذہ کا نام نہ لینا

امام احمد بن حنبل ادب کی وجہ سے اپنے استاذ کا نام نہ لیتے تھے بلکہ انکا ذکر انکی کنیت کے ساتھ کرتے تھے (تہذیب)

خطاب کے وقت حضرت یا استاد جی کہہ کر بات کرنا اور غائبانہ اولا کوشش کرنا کہ کنیت وغیرہ سے تذکرہ کیا جائے اور مجبوری میں حضرت مولانا یا فضیلۃ الشیخ جیسے القاب استعمال کرنا۔

(حق نمبر ۵:)

استاد کی صحبت کو غنیمت سمجھنا

امام بخاری رحمہ اللہ سے ایک بار کسی نے پوچھا کہ آپکے دل میں کوئی خواہش ہے فرمایا: خواہش یہ ہے کہ میسرے استاذ علی بن مدینی رحمہ اللہ حیات ہوتے اور میں جا کر انکی صحبت اختیار کرتا۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ٦:)

استاد کی سختی کو برداشت کرنا بلکہ نعمت سمجھنا

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: انسان پر اپنے استاد کی مدارات واجب ہے اسکی تندی سختی کو برداشت کرے استاد کوئی اچھی بات بتائے یا کسی بری بات پر تنبیہ کرے تو اسکی شکرگزاری ضروری ہے جب وہ کوئی نکتہ بتائے تو تمہیں اگر وہ پہلے سے معلوم ہو جب بھی یہ ظاہر نہ کرو کہ مجھے پہلے سے معلوم ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی دامت برکاتہم کو انکے شامی استاد نے معمولی سی بات پر جو غلط فہمی پر مبنی تھی بہت زیادہ مارا تھا لیکن اس وقت اور اس کے بعد مولانا کے دل میں ذرا بھی تکدر نہ ہو پھر عرب اور عجم میں حضرت مولانا کا جو مقام ہوا اور اللہ پاک نے دین کی خدمت جو ان سے لی دنیا نے اسکو دیکھا ہے۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۷)

استاذ کے برابر نہ بیٹھنا

بزرگوں نے فرمایا کہ استاذ کے سامنے ادب سے بیٹھو، اس کے برابر نہ بیٹھو۔ وہ کہے تب بھی نہ بیٹھو، جب نہ بیٹھنے پر اس کو صدمہ ہو تب مضائقہ نہیں۔

(حق نمبر ۸)

فراغت کے بعد بھی استاذوں سے تعلق رکھنا

استاذ کا یہ بھی حق ہے فراغت کے بعد بھی اس سے ملاقات کرتا رہے۔ شرح الطریق المحمد یہ میں واقعہ لکھا ہے کہ جس وقت امام حلوانی بخارا سے دوسری جگہ تشریف لے گئے تو امام زرنوجی کے علاوہ اس علاقے کے تمام شاگرد سفر کر کے ان کی زیارت کو گئے۔ مدت کے بعد امام زرنوجی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے غیر حاضری پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے معذرت پیش کی کہ ماں کی خدمت کی وجہ سے نہیں آسکا۔ اس وقت امام حلوانیؒ نے فرمایا کہ عمر تو ضرور نصیب ہوگی مگر درس نصیب نہیں ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب محدث صدر المدرسین مظاہر علوم کا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے، فرماتے ہیں کہ میں اپنے وطن سے جب سہارنپور پڑھنے کیلئے آیا تو ہر استاد سے مل کر آیا تھا۔ ایک استاد جن سے ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔ جب سہارنپور آکر پڑھنا شروع کیا تو کتاب بالکل سمجھ میں نہ آئی حالانکہ میں اپنی جماعت میں سمجھدار سمجھا جاتا تھا۔ اس کے اسباب پر غور کیا اللہ نے

رہنمائی فرمائی اور استاد کی خدمت میں خط لکھ کر معافی مانگی اور ملاقات نہ ہو سکنے کی وجہ لکھی۔انہوں نے جواب میں فرمایا: ''میرے دل میں خیال ہوا تھا کہ مجھے چھوٹا سمجھ کر شاید تم نہیں ملے لیکن تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ یہ بات نہیں تھی اس کے بعد دعائیہ الفاظ لکھے۔حضرت مولانا نے فرمایا کہ اساتذہ کے احترام ہی کا نتیجہ ہے کہ تمہارے سامنے ترمذی پڑھا رہا ہوں''۔درس کا یہ عالم تھا کہ سب کا اس پر اتفاق تھا کہ ان سے بہتر اس وقت ترمذی پڑھانے والا پورے ملک میں کوئی نہیں۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۹)

غلطی ہونے پر خود استاد سے معافی مانگ لینا

استاد کو کبھی ناراض نہ کرنا چاہیئے۔اگر اس کی شان میں خدانخواستہ کوئی بے ادبی اور گستاخی ہو جائے تو فوراً انتہائی عاجزی کے ساتھ معافی مانگ لے۔اگر استاد کا دل مکدر ہو گیا تو اس سے فیض نہیں حاصل کر سکتا۔

ایک بزرگ نے فرمایا اپنے اساتذہ کو برا نہ کہو ورنہ تمہارے تلامذہ تمہیں بُرا کہیں گے۔

(آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۱۰)

استاد کی اولاد اور متعلقین کی تعظیم کرنا

طالبعلم کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ استاد کی اولاد اور اس کے متعلقین کی بھی تعظیم کرے۔تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ صاحب ہدایہ نے ائمہ بخارا میں سے ایک بڑے عالم کا یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک دن ایسا ہوا کہ یہ عالم درس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یکا یک کھڑے ہو گئے، دریافت کرنے پر فرمایا کہ میرے استاد کا لڑکا بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا جب کھیلتے ہوئے مسجد کی طرف آیا تو یہ اس کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے۔

حضرت مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم نے ایک مرتبہ اپنی مجلس مین بیان فرمایا کہ حضرت شیخ الہندؒ نے حجِ بیت اللہ کا ارادہ فرمایا تو روانگی سے قبل حضرت مولانا قاسم

صاحب ؒ کی اہلیہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوکر دہلیز کے پاس کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اماں جی! اپنی جوتیاں مجھے عنایت فرمادیں۔ چنانچہ ان کی جوتیاں لیکر سر پر رکھ کر دیر تک روتے رہے اور فرمایا کہ میں اپنے استاد کا حق کما حقہ ادا نہ کرسکا، شاید میرا یہ عمل اس کوتاہی کی تلافی کر سکے۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۱۱)

استاد کو کبھی تکلیف نہ دینا

جو شخص اپنے استاد کی تکلیف کا باعث ہو وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور برابر کوششوں کے باوجود علم کی دولت سے منتفع نہیں ہوسکتا۔

ؔ إنّ المعلّم والطبیب کلاھما　　لاینصحان اذا ھما لم یکرما

فاصبر لدآئک إن جفوت طبیبه　　واقنع بجھلک ان جفوت معلماً

ترجمہ: معلم اور طبیب کی جب تک توقیر اور تعظیم نہ کی جائے وہ خیر خواہی نہیں کرتے، بیمار نے اگر طبیب کے ساتھ بدعنوانی کی ہے تو اس کو ہمیشہ بیماری ہی پر قائم رہنا پڑیگا اور شاگرد نے اگر اپنے استاد کے ساتھ بدتمیزی کی ہے تو وہ ہمیشہ جاہل رہے گا۔

(حق نمبر ۱۲)

استاد کی بات غور سے سننا

استاد اگر بار بار کسی بات کو کہے تب بھی غور سے سنتا رہے، اکتائے نہیں۔ تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ جو ایک ہزار مرتبہ سننے کے بعد بھی علم کی وہی عظمت نہ کرے جیسا کہ پہلی بار کی تھی، وہ شخص اہل علم مین سے نہیں ہے۔

(حق نمبر ۱۳)

پڑھائی سے متعلق ہر بات کا استاد سے مشورہ کرے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص بھی مشورہ کرنے کے بعد ہلاک

نہیں ہوا، یہ مقولہ مشہور ہے کہ انسان تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک انسان کامل، دوسرا نصف مرد اور تیسرا جو لاشے کے درجے میں ہو۔
مرد کامل وہ ہے جو صاحب الرائے ہونے کے باوجود مشورہ کرتا ہے۔
اور نصف مرد وہ ہے جس کی رائے تو درست ہے مگر مشورہ نہیں کرتا۔
تیسرا مرد جو بالکل لاشے کے درجے میں ہے وہ ہے جو نہ درست رائے رکھتا ہے اور نہ بالکل مشورہ کرتا ہے۔
حضرت جعفر صادق ؒ نے حضرت سفیان ثوری کو نصیحت کی تھی کہ اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لیتا رہا کرو جن کے قلوب اللہ کے خوف سے لبریز ہیں۔ جب تمام معاملات میں مشورے کی ضرورت ہے تو علم جو ایک بلند ترین مقصد ہے اس میں مشورہ کرنا تو زیادہ ضروری ہے اور استاد سے بڑھ کر اس معاملہ میں کوئی صحیح رائے نہیں دے سکتا۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر۱۴)

استاد کی رضا کے بغیر دوسرے استاد کو اختیار نہ کرے

استاد اور مدرسے کے انتخاب میں خواہ کچھ دیر لگ جائے لیکن جب کسی کو انتخاب کرلیا تو جب تک استاد کی مرضی نہ ہو دوسرے مدرسے اور دوسرے استاذ کے پاس نہ جائے البتہ استاد کی دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر دوسرے کے پاس بھیجنے میں طالب علم کا فائدہ ہے تو اس میں خیانت نہ کرے اور اس کو بخوشی اجازت دے دے۔
تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ جو طلباء اساتذہ کو بدلتے رہتے ہیں، کبھی کسی کے پاس چلے گئے،، کبھی کسی کے پاس چلے گئے، اس سے علم کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔
حضرت حکیم الامت ؒ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''میرے والد صاحب کی رائے ہوئی کہ دوسرے استاذ کے پاس پڑھنے کیلئے بھیجا جائے جب مجھے معلوم ہوا تو رات بھر نیند نہیں آئی، کھانا نہیں کھایا گیا، گھر کی مستورات نے یہ حال کہا تو والد

صاحب نے اپنی رائے بدل دی۔ اور میں بدستور اپنے سابق استاد ہی کی خدمت میں رہا''۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ استاد کی عظمت ومحبت نے کیا رنگ پیدا کیا اور پھر حضرت سے اصلاح امت کا کتنا بڑا کام ہوا۔ آج کل اس کا اچھی طرح مشاہدہ ہو رہا ہے کہ طلباء کو ایک جگہ قرار ہی نہیں، دورۂ حدیث تک پہنچنے سے پہلے نہ معلوم کتنے مدارس کی سیر ہو جاتی ہے۔ اصل میں علم مقصود نہیں ہوتا تا کہ اس کے نقصان کی فکر ہو، عیش وآرام مطلوب ہے۔ جس مدرسے کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہاں زیادہ آرام ہے وہیں کیلئے بستر بندھ گیا۔ استاد کی خوشنودی کامیابی کا زینہ ہے، اس کی ایک نگاہ طالب علم کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۱۵)

اساتذہ کی خدمت کرنا

طالب علم کو چاہئے کہ استاد کی خدمت کو اپنے لئے فلاح دارین کا ذریعہ سمجھے اور استاذ کے کہنے کا انتظار نہ کرے خود ہی اس کا کام کر دیا کرے۔ اور اس میں اپنی سعادت سمجھے، جو طالبعلم اپنے استاد کی خدمت کرتا ہے اللہ پاک اس کو دینی ودنیوی ترقی عطا فرماتا ہے۔ ایسے طلباء بعد میں دین کی اشاعت کرتے ہیں، جس سے ہزاروں بندگانِ خدا کو ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ وہ زمین پر مانند ستاروں کے ہوتے ہیں ان کی صحبت میں ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ برسہا برس کا پاپی گناہوں سے توبہ کر کے خداوند تعالیٰ کی معرفت کا نور قلب کے اندر پیدا کرتا ہے انکی فراست وذکاوت سے بڑے بڑے پیچیدہ مسائل حل ہوتے ہیں۔ وہ اساطین امت ہیں جن پر زمین وآسمان فخر کرتے ہیں، وہ جس سرزمین پر قدم رکھتے ہیں۔ گمراہی دور ہو جاتی ہے اور ہدایت کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ ہر ایک کو اس کا اچھی طرح تجربہ ہے کہ جس کو جو کچھ ملا استاد کی خدمت اور اس کی عنایت ومہربانی سے ملا، دین ودنیا کی عزت ان ہی کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ (آداب المتعلمین)

حماد بن سلمہ کی ہمشیرہ عاتکہ فرماتی ہین کہ امام ابوحنیفہ ؒ ھمارے گھر کی روئی دھنتے تھے اور ہمارا دودھ ترکاری خرید کر لاتے تھے اور اس طرح کے بہت سے کام کیا کرتے تھے۔ حماد امام ابوحنیفہؒ کے استاد ہیں، اس وقت کیا کوئی سمجھ سکتا تھا کہ حماد کے گھر کا یہ خادم تمام عالم کا مخدوم ہوگا۔ (آداب المتعلمین)

صاحب تعلیم المتعلم لکھتے ہیں کہ امام فخر الدین کو میں نے مرو میں باشاہ کے پاس دیکھا کہ بادشاہ ان کی بہت تعظیم کرتا تھا اور یہ بات بار بار کہا کرتا تھا کہ میں نے یہ سلطنت اور عزت محض استاد کی خدمت کے سلسلہ میں پائی۔ کیونکہ میں اپنے استاد قاضی امام ابوزید وبوسی کی بہت خدمت کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ میں نے تیس (۳۰) سال تک متواتر ان کا کھانا پکایا اور اس میں سے کچھ کھاتا نہ تھا۔

ایک واقعہ اسی کتاب میں اور بیان کیا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے اپنے بیٹے کو حضرت اصمعیؒ کے پاس علم حاصل کرنے کیلئے بھیجا، ایک مرتبہ ہارون رشید گئے دیکھا کہ شہزادہ ان کو وضو کرا رہا ہے۔ وہ پانی ڈالتا ہے اور حضرت اصمعیؒ اعضاء دھو رہے ہیں، ہارون رشید نے اصمعیؒ سے کہا کہ میں نے آپ کے پاس علم وادب کیلئے بھیجا تھا، آپ کیا ادب سکھا رہے ہیں؟ اس کو یوں نہیں حکم دیتے کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالتا اور دوسرے ہاتھ سے آپ کا پیر دھوتا۔

شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی صاحبؒ کے حالات میں ہے کہ ان کے استاد حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے یہاں مہمان زیادہ آ گئے۔، بیت الخلا ایک ہی تھا، مہمانوں کا قیام کئی روز رہا، حضرت مدنیؒ روزانہ رات کو آ کر بیت الخلا صاف کر جاتے اور صبح کو بیت الخلا صاف ملتا۔

حضرت معن بن عیسیٰ امام مالکؒ کے شاگردوں میں ہیں اپنے زمانے کے بڑے محقق اور مفتی تھے۔ یہ مقام ان کو اپنے استاد کی خدمت کی بدولت ملا۔

حضرت امام مالکؒ ضعیف ہو گئے تھے، عصا رکھنے کی ضرورت ہوئی تو بجائے

عصا کے معن بن عیسیٰ ہوتے تھے۔امام مالک ؒ ان کے کندھے پر سہارا دیکر چلا کرتے تھے۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۱۶)

اساتذہ کے انتقال کے بعد ان کی مغفرت کیلئے دعا کرنا

امام ابو یوسف ؒ ہمیشہ اساتذہ کیلئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے جب بھی کوئی نفل نماز یا فرض نماز پڑھی تو اساتذہ کیلئے دعا ضرور کی۔

(آداب المتعلمین)

اللہ تعالیٰ تمام طالب علموں کو اپنے اساتذہ کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆

شاگردوں کے حقوق

(حق نمبر ۱)

شاگردوں پر شفقت اور نرمی کرنا

استاد کو چاہئے کہ شاگردوں پر شفقت کرے اور ان کو اپنے بیٹوں کے برابر جانے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ''میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسا کہ والد اپنے لڑکے کیلئے''

ابو ہارون عبدی اور شہرین حوشب کہتے ہیں کہ جب ہم طالب علم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرماتے، خوش آمدید وصیۃ رسول اللہ خوش آمدید سنو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''عنقریب زمین تمہارے لئے مسخر کردی جائے گی، اور تمہارے پاس کم عمر آئیں گے جو علم کے بھوکے پیاسے ہوں گے،

تفقہ فی الدین کے خواہشمند ہوں گے اور تم سے سیکھنا چاہیں گے، پس جب وہ آئیں تو انہیں تعلیم دینا، مہربانی سے پیش آنا، ان کی آؤ بھگت کرنا اور حدیث بتانا"۔

(جامع بیان العلم)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ استاد کو بردبار اور حلیم الطبع ہونا چاہئے، حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے فرمایا جب تک تیرا غصہ باقی ہے، اپنے آپ کو اہل علم میں شمار نہ کر۔

امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسے خلوص اور محبت سے پیش آؤ کہ دوسرا دیکھے تو سمجھے کہ یہ تمہاری اولاد ہیں۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس میں خصوصیت کے ساتھ غصہ سے پرہیز کرو۔ امام ربانیؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک طالب علم فرش پر بیٹھا قرآن مجید پڑھ رہا تھا، حضرت نے خیال کیا تو اپنے نیچے فرش زیادہ پایا، فی الفور زائد فرش اپنے نیچے سے نکال کر اس طالب علم کے نیچے بچھا دیا۔

قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے حالات میں ہے کہ ایک مرتبہ صحن مسجد میں درس دے رہے تھے، بارش ہونے لگی، طلبہ اپنی اپنی کتابیں لے کر اندر چلے گئے، حضرت نے ان سب طلبہ کے جوتے اٹھائے اور حفاظت کی جگہ پر رکھ دیئے۔

اگر ہمارے اسلاف اس طرح تحمل اور نرمی سے کام نہ کرتے تو علم دین ہم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا تھا، اصل بات یہ ہے کہ ان کے اندر علم دین کی اشاعت کا جذبہ تھا اس لئے سب کچھ برداشت کرتے تھے، ہمارے دل اس سے خالی ہیں۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۲)

غصہ اور طیش میں آکر بچوں کو سزا نہ دینا

کیونکہ کوئی حکیم غصہ میں بھرا ہوا مریض کے مرض کو ختم نہیں کر سکتا، غصہ میں دل قابو نہیں رہتا، جب استاد کا دل ہی قابو میں نہیں تو وہ شاگرد کو کیسے اپنے قابو میں لا سکتا ہے؟ اس میں تو اور خرابی کا اندیشہ ہے۔

اور اک بس ملا دیا بس میں ـ کی نصیحت بری طرح ناصح

تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سخت کلمات کی بہ نسبت نرم کلمات زیادہ مؤثر ہوتے ہیں، یہ حماقت ہے کہ جس برتن میں آدمی کچھ ڈالنا چاہے پہلے ہی اس میں سوراخ کردے، جب شاگرد کے دل کو اپنی سختی اور مار پیٹ سے چھلنی کردے گا تو اس میں خیر کی بات کس طرح ڈال سکے گا۔

خوف دلانے اور دباؤ ڈالنے سے خواہ وقتی طور سے کام چل جائے گا، مگر یہ کامیابی عارضی ہوتی ہے، اور آج کل تو وقتی کامیابی بھی نہیں ہوتی بلکہ ایک فتنہ کھڑا ہوجاتا ہے، جو اراکین اور ذمہ دار حضرات کے لئے انتہائی پریشانی اور مدارس کے لئے ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ نے تو سبق یاد نہ ہونے پر بھی استاد کے مارنے کو منع فرمایا ہے، چنانچہ خانقاہ میں سخت تاکید تھی کہ کوئی استاد طالب علم کو نہ مارے اس کی اطلاع تعلیم کے ذمہ دار کو دی جائے وہ مناسب سزا تجویز کرے گا، استاد کی طرف سے طالب علم کے دل میں اگر تکدر ہوگیا تو پھر اس کو فیض نہیں ہوسکتا، نیز بسا اوقات جو کچھ یاد ہوتا ہے، مارنے کے خوف سے بھول جاتا ہے، بعض اساتذہ تو چہرے پر مارنے سے بھی اجتناب نہیں کرتے، حالانکہ حدیث پاک میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے، یہ مارنے والے اس پر غور کریں کہ ہم اپنے بارے میں کیا چاہتے تھے۔

کیا طالب علمی کے زمانہ میں ہماری بھی خواہش رہی ہے کہ روزانہ بدن پر چھڑیاں اور قمچیاں لگائی جائیں، اگر ایسا نہیں ہے تو پھر شاگرد کیلئے کیوں پسند کیا جارہا ہے؟ حدیث پاک میں آیا ہے:

”لا یؤمن احدکم حتّٰی یحب لاخیہ مایحبّ لنفسہٖ“ (اس وقت تک کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کے اندر یہ بات نہ ہو کہ اپنے بھائی کیلئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے)

اگر طالب علم کوتاہی کرتا ہے پہلے اس کو شفقت اور نرمی سے سمجھائے، اس کا اثر نہ ہوتو تنبیہ کرے، اس کا بھی اثر نہ لے تو مدرسہ کے ذمہ دار کو اس کے حالات سے مطلع کرے، اگر بار بار سمجھانے اور تنبیہ کے بعد بھی اس کی حالت درست نہ ہوتو اس کے سرپرست کو مطلع کردیا جائے کہ یہاں اس کا رہنا مفید نہیں، دوسری جگہ بھیج دیا جائے۔ ممکن ہے کہ وہاں کچھ حاصل کرلے مگر یہ کوئی عقلمندی نہیں ہے کہ دوسرے کی اصلاح میں اپنے کو فاسد کردے۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر۳)

طلباء کرام سے فیس نہ لینا

استاد کو چاہئے کہ تعلیم کے بارے میں صاحب شریعت حضور اکرم ﷺ کی اقتداء کرے یعنی علم سکھانے میں اجرت کا خواہاں نہ ہو، تعلیم سے مقصود دنیا کمانا نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور آخرت کے لئے یہ کام کرے، جو کچھ مل جائے اس پر قناعت کرے، اس کی علامت یہ ہے کہ محض دنیاوی راحت اور عیش کے لئے اور تنخواہ کی زیادتی کی وجہ سے ایک درسگاہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ نہ چلا جائے، اگر ایسا کیا تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس نے علم کو دنیا کی کمائی کا ذریعہ بنایا ہے، جس کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے سخت وعید بیان کی ہے ارشاد فرمایا: ”جس نے ایسا علم سیکھا جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کی جاسکتی ہے، لیکن اس کا مقصد دنیا ہے تو ایسے شخص کو جنت کی ہوا تک نہیں پہونچے گی۔

یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ علم وحکمت سے جب دنیا طلب کی جائے تو ان کی رونق چلی جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس عالم کو دنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو اس کو دین کے بارے میں متہم سمجھو، اس لئے کہ جس کو جس سے محبت ہوتی ہے اس میں گھسا کرتا ہے۔ عالم کو چاہئے کہ دل میں حرص اور لالچ نہ آنے پائے، بسا اوقات اس

عادت کی بنا پر ذلت اٹھانی پڑتی ہے، اگر ذلت کے ساتھ ظاہری عیش کچھ حاصل ہو گیا تو کیا عقل مندی ہوئی۔

بئس المطاعمُ حين الذّل تكسبها القدر منتصبٌ والقدر مخصوص

وہ کھانے کس قدر برے ہیں جن کو ذلت کے ساتھ تو حاصل کر رہا ہے کہ ہانڈی تو چولہے پر چڑھی ہے اور عزت خاک میں مل رہی ہے۔

اگر ممکن ہو تو دین کی خدمت بلا معاوضہ کرے یا پھر کم از کم اتنا کرے کہ جو کچھ مل جائے اس پر قناعت کرے اور صبر و شکر کے ساتھ کام میں لگا رہے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے کہ جس کا کام کر رہا ہے وہ حالات سے واقف ہے، غیب سے سامان کرے گا، ہمارے اسلاف بکثرت ایسے ملیں گے۔

زکریا بن عدی جو صحاح کے راویوں میں ہیں، ان کے حالات میں ذہبی نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ان کی آنکھیں دکھنے آئیں، ایک شخص سرمہ لے کر حاضر ہوا، پوچھا: کیا تم ان لوگوں میں ہو جو مجھ سے حدیث سنتے ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: پھر میں سرمہ کیسے لے سکتا ہوں؟ کیونکہ حدیث سنانے کا معاوضہ ہو جائے گا۔

ابراہیم الحربی باوجودیکہ ان کی زندگی فقر و فاقہ کی تھی، ان کی خدمت میں متعدد بار خلیفۂ وقت معتضد باللہ نے بری بڑی رقمیں بھجیں لیکن قبول نہ کیا، قاصد سے ایک مرتبہ عاجز ہو کر کہا کہ خلیفہ سے کہہ دو کہ ہم کو پریشان نہ کریں یا تو رقم بھیجنا بند کر دیں، ورنہ ہم یہاں سے دوسری جگہ چلے جائیں گے۔

حضرت مولانا قاسم صاحب کی خدمت میں پانچ سو (۵۰۰) روپے، تنخواہ پیشکش کی گئی جو آج کل کے حساب سے کئی ہزار کی رقم ہوتی ہے، فرمایا: مجھے صاحب کمال سمجھ کر بلاتے ہیں مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا، یہ کہہ کر انکار کر دیا اور لوجہ اللہ دین کی خدمت میں لگے رہے۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۴)

شاگردوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا

استاد کو چاہئے کہ طلبہ کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑے، اس سلسلہ میں چند باتوں کا خاص طور سے لحاظ رکھیں:

(۱) اگر اس کے پاس اتنی وسعت نہ ہو کہ وہ تحصیل علم کے ساتھ اپنے قیام وطعام کا خود کفیل ہو سکے تو اس کا حتی الوسع انتظام کرے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب ان کو اس بات کا علم ہوا کہ امام ابو یوسفؒ بہت غریب ہیں، اور ان کی والدہ چاہتی ہین کہ محنت مزدوری کر کے کچھ لائیں تاکہ کھانے پینے کا انتظام ہو تو حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ان کیلئے وظیفہ اتنا مقرر کر دیا تھا کہ ان کے علاوہ ان کی والدہ کے لئے بھی کافی ہوتا تھا۔ امام صاحبؒ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ اگر کسی طالب علم کے گھر کا ایسا حال ہو اور اس کو علم کا شوق ہو تو اس کے گھر والوں کے گذر اوقات کا کوئی انتظام کر دے، اس لئے کہ اس ایک سے ہزاروں کی اصلاح ہوگی۔ اکابر نے تو یہاں تک کیا ہے کہ شاگرد کے فارغ ہو جانے کے بعد بھی جب پریشانی کا علم ہوا تو خفیہ طور پر امداد کر کے ان کو بے فکر کیا تاکہ دین کی خدمت اطمینان سے کر سکیں۔

امام محمدؒ کے حالات میں ہے کہ ایک مرتبہ اسد ابن فرات کا خرچ ختم ہو گیا، انہوں نے کسی سے ذکر نہ کیا، امام محمدؒ کو جب معلوم ہوا تو اسی (۸۰) دینار ان کے پاس بھجوائے۔ (معالم الایمان)

(۲) سبق کا ناغہ نہ کرے، اگر کسی مجبوری سے ناغہ ہو جائے یا کسی طالب علم سے مجبوراً سبق کا ناغہ ہوا ہو تو اس کی تلافی مختلف اوقات میں کر دے، اگر اس قسم کی بیماری میں طالب علم مبتلا ہے کہ اپنی قیام گاہ سے اس کے پاس نہیں آ سکتا تو اس کے لانے کا کوئی انتظام کر دے، اگر یہ نہیں کر سکا تو خود ہی طالب علم کے پاس جا کر سبق پڑھا دے، اس

معاملہ میں سلف کی زندگی اوران کی محنت کو سامنے رکھے۔ ربیع بن سلمان ؒ کہا کرتے تھے، امام شافعی ؒ نے مجھ سے کہا اگر میں تجھے علم گھول کر پلا سکتا تو ضرور پلا دیتا۔

(آداب المتعلمین)

(۳) پڑھا ہوا سبق جب تک طالب علم نے یاد نہ کرلیا ہو، اگلا سبق نہ پڑھائے اور آسانی کیلئے پڑھے ہوئے سبق کے متعلق سوالات تحریر کردے اور دوسرے دن زبانی ان کا جواب ان سے پوچھے، ہفتہ میں کم ازکم ایک دن علمی سوالات ان سے کیا کرے تاکہ ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا رہے، حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سواری پر میں ردیف تھا، آپ ﷺ نے ایک سوال کیا اور فرمایا کہ معاذ کیا تجھے معلوم ہے کہ لوگوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے۔ فرمایا: ''لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ اس کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں''۔ پھر فرمایا: ''اے معاذ! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ پر لوگوں کا کیا حق ہے؟ اگر وہ ایسا کریں''۔ میں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے۔ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس پر اس قسم کے لوگوں کا یہ حق ہے کہ انہیں عذاب نہ دے''۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگوں کو اس کی بشارت دے دوں؟ فرمایا: ''نہیں! عمل کرنے دو''۔ (مشکوٰۃ)

سعید بن مسیّب نے اپنے شاگردوں سے سوال کیا: وہ کون سی نماز ہے، جس کی سب رکعتوں میں آدمی بیٹھتا ہے؟ شاگرد جواب نہ دے سکے تو فرمایا: وہ مغرب کی نماز ہے، جب پہلی رکعت فوت ہوجائے اور دوسری رکعت میں تم شریک ہوتو ہر رکعت میں بیٹھو گے۔ (جامع بیان العلم)

(۴) اگر معلوم ہوجائے کہ سبق میں کوئی غلطی ہوگئی ہے تو فوراً رجوع کرلے اور طالب علم سے کہہ دے کہ فلاں بات میں نے غلط کہی تھی، صحیح مطلب یہ ہے۔ اور اگر طالب علم عبارت کا مفہوم صحیح بتا رہا ہوتو اس کی بات مان لے اس میں استاد کی بڑائی

ہے، اس کی توہین نہیں ہوتی بلکہ اس کی دیانت داری اور امانت کا سکہ شاگرد کے دل میں بیٹھ جائے گا۔

محمد ابن کعب قرظی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ایک مسئلہ پوچھا، آپ نے بتایا، ایک دوسرا شخص جو وہاں موجود تھا، اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! مسئلہ یوں نہیں ہے۔ حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا: بے شک تم صحیح کہتے ہو تو مجھ سے غلطی ہوگئی۔ (جامع بیان العلم)

(۵) اگر کوئی طالب علم ذہین ہو تو کند ذہن طلبہ کے ساتھ جماعت بندی کی قید میں نہ رکھے بلکہ اس کو اس کے ذہن اور استعداد کے مطابق سبق پڑھائے اور اس کے وقت کو ضائع ہونے سے بچائے۔

امام محمدؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ دن کے علاوہ رات کے وقت بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھتے تھے لیکن یہ درس عام نہ ہوتا تھا، بلکہ جو طلبہ دور دراز سے خاص ذوق لے کر ان کی خدمت میں آتے اور ان کے پاس وقت کم ہوتا، ان کیلئے یہ وقت رکھا تھا۔

(۶) اگر کوئی مضمون طالب علم کی سمجھ میں نہ آرہا ہو تو پھر دوسرے وقت اس کو سمجھا دے، اس سلسلہ میں اگر وہ کسی دوسرے استاد سے اس کو حل کرنا چاہے تو اس میں ناگواری نہ ہونی چاہئے بلکہ خود کہہ دینا چاہئے کہ مجھے اتنا ہی معلوم تھا، اگر اب بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو کسی اور سے سمجھ لینا یا میں ہی دریافت کر کے بتادوں گا اور اگر اس مضمون کو خود استاد نہیں سمجھ رہا تو صاف اقرار کرلے کہ میری سمجھ میں اس وقت نہیں آرہا، اور پھر کسی وقت سمجھا دوں گا، اس میں توہین کی کیا بات ہے، دنیا میں کون ایسا ہے جس کو ہر بات معلوم ہو۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ''لوگو! جو بات جانتے ہو وہی کہو، جو نہیں جانتے اس پر اللہ اعلم کہا کرو، کیونکہ علم کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ جو بات نہ جانتا

ہو اس میں لاعلمی کا اعتراف کرلے۔

حضرت شعبی سے ایک مسئلہ پوچھا گیا فرمایا: مجھے نہیں معلوم، یہ جواب سن کر ان کے ایک شاگرد نے کہا: آپ نے اپنی لاعلمی کا اقرار کرکے ہم کو شرمندہ کردیا، فرمایا: لیکن ملائکہ مقربین تو لاعلمی کا اقرار کرکے شرمندہ نہیں ہوئے بلکہ کہا: **"لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ۔**

(حق نمبر ۵)

شاگردوں کی تربیت کرنا

استاد کو چاہئے کہ شاگرد کو بداخلاقی سے جہاں تک ہو سکے اشارے اور پیار سے منع کرے، تصریح اور توبیخ کے ساتھ نہ جھڑکے اس لئے کہ تصریح ہیبت کا حجاب دور کردیتی ہے، اور خلاف کرنے پر جرأت کا باعث اور اصرار پر حریص ہونے کا سبب ہوتی ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ جو کل استادوں کے استاد ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: "اگر آدمیوں کو مینگنیاں جمع کرنے سے منع کردیا جائے تو ضرور جمع کریں گے، اور خیال کریں کہ ہم کو جو اس سے منع کیا گیا ہے تو ضرور اس میں کوئی بات ہے یہ انسانی فطرت ہے جیسا کہ حضرت آدم وحوّا علیہما السلام کا قصہ اس پر شاہد ہے"۔ مشہور مقولہ ہے: **" الانسان حریص فیما منع"** (جس چیز سے انسان کو روکا جائے اس میں وہ اور بھی حرص کرنے لگتا ہے۔)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: **" الدین یسرٌ"** یعنی دین آسان اور سہل ہے اور ارشاد فرمایا: **"بُعثتم مُیسّرین ولم تُبعثوا معسّرین"** یعنی تم لوگ آسانی کرنے والے مبعوث ہوئے ہو، سختی اور تنگی کے لئے نہیں مبعوث ہوئے۔

تو جب اللہ تعالیٰ نے خود آسانی کا ارادہ فرمایا اور دین بھی آسان اور سہل بھیجا اور نبی کو رحمۃ اللعالمین بنا کر مبعوث فرمایا چنانچہ آپ ﷺ نے ہر امر میں رفق وسہولت کا لحاظ فرمایا اور امت کو بھی باب اصلاح وتربیت میں خصوصیت کے ساتھ یُسر کا امر فرمایا

تو اب اس کے بعد کسی کی مجال کیا ہے؟ جو یسر اور سہولت کو نہ اختیار کرے لہٰذا اب جو کوئی بھی دین سکھلانے کا ارادہ کرے اس کو رفق و یُسر کا اختیار کرنا لازم ہے۔
(معرفت حق)

حضرت ثمامہ بن اثال جو اہل یمامہ کے سردار تھے، ان کے اسلام کا سبب حضور ﷺ کی نرمی ہی تو تھی۔ (مشکوٰۃ باب حکم الاسراء)

خواجہ شمس الملک جو خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے استاد ہیں ''تاریخ دعوت و عزیمت'' میں ان کا واقعہ لکھا ہے کہ اگر کوئی طالب علم ناغہ کرتا تو فرماتے مجھ سے کیا قصور ہوا کہ آپ نہ آئے؟ یہ جملہ سن کر کون شاگرد ایسا ہوگا جو پانی نہ ہو جائے اور پھر آئندہ اس جرم کا ارتکاب کرے۔ یہی تربیت و شفقت تھی جس کی وجہ سے پہلے زمانے کے طلبہ اپنے اساتذہ پر قربان ہونے کو تیار ہو جاتے تھے۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۶)

شاگردوں کے وقت کا لحاظ رکھنا

استاد کو چاہئے کہ طالب علم سے پہلے معلوم کرلے کہ اس کے پاس کتنا وقت ہے؟ اس کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے اسباق کا انتظام کرے، کم وقت ہو تو نصاب کا اس کو پابند نہ بنائے بلکہ دین کی اس قسم کی کتابیں پڑھاوے جس سے اس کو حلال، حرام، جائز، ناجائز کی تمیز ہو جائے اور اسلامی اخلاق کے ساتھ متصف ہو جائے، اس سلسلہ میں جو کتابیں وہ سمجھ سکے وہ پڑھائے خواہ کسی زبان میں ہو، کوئی ضروری نہیں کہ اس کو عربی زبان ہی میں پڑھایا جائے، بزرگان دین کی سوانح دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے اس کا بہت زیادہ لحاظ کیا ہے۔ ہر ایک کی استعداد اور وقت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو پڑھایا اور ان کے منصب کے مطابق دین کی خدمت ان کے سپرد کی، جس جگہ گئے روزی کا بار کسی پر نہیں ڈالا، توکل کی بنیاد پر کام شروع کیا، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ علاقہ کا علاقہ سیراب ہو جاتا تھا۔

(حق نمبر ۷)

شاگردوں کے سامنے کسی کی برائی کرنے سے اجتناب کرنا

استاد کو چاہئے کہ جس طالب علم کو پڑھا رہا ہے اس کا نفع تو اس کے سامنے بیان کرے لیکن غیبت، غمازی، کسی کی پردہ دری، افتراق بین المسلمین تو ہر ایک کے لئے ناجائز اور حرام ہے، تو پھر علماء کرام اور مقتدایان دین کے لئے یہ کس طرح جائز ہوں گی، مدارس مین جب اس قسم کی برائیاں آتی ہیں، اور اساتذہ ایک دوسرے کی برائی میں لگ جاتے ہیں تو اس کا اثر طلبہ اور عوام پر بہت بُرا پڑتا ہے پھر جب وہ درس اور وعظ میں ان معائب کی برائیاں اور ان پر وعید بیان کرتے ہیں تو ان کی اس لفاظی کا کسی کے دل پر اثر نہیں ہوتا اور فوراً ان کے کارنامے آئینہ بن کر لوگوں کے سامنے آجاتے ہیں، اور ہر ایک کی زبان پر یہ شعر ہوتا ہے

واعظاں کیں جلوہ برمحراب ومنبری کنند چوں بخلوت می روند آں جا کا دیگری کنند

(آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۸)

سبق پڑھاتے وقت شاگردوں کی سمجھ کے مطابق تقریر کرنا

استاد کو چاہئے کہ سبق پڑھاتے وقت ایسی تقریر نہ کرے جو طالب علم کی فہم اور استعداد سے بالاتر ہو، اس میں حضور ﷺ کی پیروی کرے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہم کو یہ حکم ہے کہ لوگوں کے مراتب کا لحاظ رکھیں اور ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق ان سے گفتگو کریں'' اور فرمایا کہ ''جب کوئی کسی قوم کے سامنے ایسی بات کرتا ہے کہ جس کو وہ نہیں سمجھ سکتے تو وہ بات فتنے کا سبب بن جاتی ہے''۔ حضرت علیؓ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میں بہت سے علوم ہیں بشرطیکہ ان کے سمجھنے والے ہوں یعنی میں ان کو اس لئے ظاہر نہیں کرتا کہ ان علوم کا کوئی متحمل نہیں ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ "لاینبغي للعالم أن یتکلم بالعلم عند من لا یطیقه" (عالم کیلئے مناسب نہیں ہے کہ کسی شخص کے سامنے ایسی بات کرے جس کا سمجھنا اس کی طاقت سے بالاتر ہو)۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۹)

شاگردوں سے ذاتی خدمت لینے میں احتیاط کرنا

طالب علم کی سعادت تو اسی میں ہے کہ اپنے استاد کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے لیکن خود استاد کو اس سلسلہ میں بہت احتیاط کرنی چاہئے اور بغیر کسی مجبوری کے اپنا ذاتی کام اس سے نہ لے۔ اور اگر مجبوری کی وجہ سے کبھی کوئی خدمت لے تو کسی طرح اس کی مکافات کردے، نیز اس کا لحاظ رکھے کہ اس قسم کا کام نہ لے۔ جس کی وہ سہار نہ کرسکے یا اس میں اس کے سبق یا تکرار وغیرہ کا نقصان ہوتا ہو اس لئے کہ جس مقصد کیلئے اس نے وطن چھوڑا ہے جب اس میں حرج واقع ہوگا تو بددلی پیدا ہوگی اور اخلاص کے ساتھ وہ ہرگز کام نہ کرے گا۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۱۰)

عمل کا اہتمام کرنا

استاد کو چاہئے کہ علم کے بموجب عمل کرتا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کہے کچھ اور کرے کچھ، اگر عمل علم کے خلاف ہوگا تو اس کے ذریعہ ہدایت نہ ہوگی۔ ایسے علم سے جس پر عمل نہ ہو، حضور ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔ ارشاد ہے: "اللّٰھمّ إنّی اعوذبک من علم لاینفع" (اے اللہ....! میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے)۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا: "إنّ من اشرّ الناس عند اللّٰه منزلة یوم القیامة عالم لاینتفع بعلمه" (سب سے بدترین شخص مرتبہ کے اعتبار سے اللہ پاک کے نزدیک وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع نہ ہو)۔

ایک حدیث میں ہے: ''ألا إنّ شر الشرّ شرار العلماء و إنّ خیر الخیر خیار العلماء'' (سب سے بدتر علماء بد ہیں اور سب سے بہتر لوگ علماء خیر ہیں)۔

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ اس خوف سے لرز رہا ہوں کہ قیامت کے دن حساب دینے کے لئے کھڑا کیا جاؤں اور پوچھا جائے: تو نے علم تو حاصل کیا تھا مگر اس سے کام کیا لیا؟ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں جو نہیں جانتا اس کیلئے ایک ہلاکت ہے اور جو جانتا ہے اور عمل نہیں کرتا اس کیلئے سات (۷) ہلاکتیں ہیں۔ (آداب المتعلمین)

☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆

عام مسلمانوں کے حقوق

(حق نمبر ۱)

فقراء سے محبت کرنا اور غصہ نہ کرنا:

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''یا اللہ...! مجھے مسکین طبیعت بنا کر زندہ رکھئے، مسکینی کی حالت میں میرا حشر مسکینوں کی جماعت میں فرمایئے''۔ (مستدرک حاکم)

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''مجھے کمزوروں میں تلاش کیا کرو اس لئے کہ تمہارے کمزوروں کی وجہ سے تمہیں روزی ملتی ہے اور تمہاری مدد ہوتی ہے''۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دوزخ کے ذکر کے وقت ارشاد فرمایا: ''دوزخی لوگوں میں ہر سخت طبیعت، فربہ بدن، اترا کر چلنے والا، متکبّر، مال و دولت کو خوب جمع کرنے والا اور (پھر) اس کو خوب روک کر رکھنے والا یعنی سائل کو نہ دینے والا ہے۔ اور جنتی لوگ وہ ہیں جو کمزور ہوں یعنی

ان کا رویہ لوگوں کے ساتھ عاجزی کا ہو، وہ دبائے جاتے ہوں یعنی لوگ انہیں کمزور سمجھ کر دباتے ہوں''۔ (مسند احمد، مجمع الزوائد)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تین خوبیاں جس شخص میں پائی جائیں اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے اور اسے جنت میں داخل کردیں گے۔ کمزوروں سے نرم برتاؤ کرنا، والدین سے مہربانی کا معاملہ کرنا اور غلام سے اچھا سلوک کرنا''۔

(ترمذی شریف)

(حق نمبر۲)

لوگوں سے عاجزی اور عفو کا معاملہ کرنا اور غصہ نہ کرنا

ایک جگہ ارشاد ہے: ''اور رحمان کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں''۔ (سورۃ الفرقان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''(اور برابر کا بدلہ لینے کیلئے ہم نے اجازت دے رکھی ہے کہ) برائی کا بدلہ تو اسی طرح برائی ہے (لیکن اس کے باوجود) جو شخص درگذر کرے اور (باہمی معاملہ کی) اصلاح کرلے (جس سے دشمنی ختم ہوجائے اور دوستی ہوجائے کہ یہ معافی سے بھی بڑھ کر ہے) تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے (اور جو بدلہ لینے میں زیادتی کرنے لگے تو سن لے کہ) واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتے''۔ (سورۃ الشوریٰ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور جب غصہ ہوتے ہیں تو معاف کردیتے ہیں''۔

(سورۃ الشوریٰ)

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی:

''اور (بیٹا...!) لوگوں سے بے رخی کا برتاؤ نہ کیا کرو اور زمین پر متکبرانہ چال سے نہ چلا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے، شیخی مارنے والے کو پسند نہیں

کرتے۔ اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور (بولنے میں) اپنی آواز کو پست کرو یعنی شور مت مچاؤ (اگر اونچی آواز سے بولنا ہی کوئی کمال ہوتا تو گدھے کی آواز اچھی ہوتی جب کہ) آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھوں کی آواز ہے''۔ (لقمان)

قبیلہ بنی مُشاجع کے حضرت عیاض بن حمارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری طرف اس بات کی وحی فرمائی ہے کہ تم لوگ اس قدر تواضع اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ (مسلم)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جو اللہ تعالیٰ (کی رضا حاصل کرنے) کیلئے تواضع کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند فرماتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے خیال اور اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہوتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں اونچا ہوتا ہے، اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی نگاہوں میں چھوٹا ہو جاتا ہے اگرچہ خود اپنے خیال میں بڑا ہوتا ہے لیکن دوسروں کی نظروں میں وہ کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے''۔ (بیہقی)

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اس (کی تعظیم) کے لئے کھڑے رہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے''۔ (ترمذی)

ف: اس وعید کا تعلق اس صورت میں ہے کہ جب کوئی آدمی خود یہ چاہے کہ لوگ اس کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوں لیکن اگر کوئی خود بالکل نہ چاہے مگر دوسرے لوگ اکرام اور محبت کے جذبہ میں اس کیلئے کھڑے ہو جائیں تو یہ اور بات ہے۔ (معارف الحدیث)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے میرے

رب...! آپ کے بندوں میں آپ کے نزدیک زیادہ عزت والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ بندہ جو بدلہ لے سکتا ہو اور پھر معاف کر دے''۔ (بیہقی)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ....! میں (اپنے) خادم کی غلطی کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموش رہے۔ انہوں نے پھر وہی عرض کیا: میں (اپنے) خادم کی غلطی کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''روزانہ ستر مرتبہ''۔ (ترمذی)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی تکلیفوں سے بچا لیں تو اس کو چاہئے کہ تنگدست کو (جس پر اس کا قرض وغیرہ ہو) مہلت دے دے یا (اپنا پورا مطالبہ یا اس کا کچھ حصہ) معاف کر دے''۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''غصہ نہ کیا کرو''، اس شخص نے اپنی (وہی) درخواست کئی بار دہرائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ یہی ارشاد فرمایا: ''غصہ نہ کیا کرو''۔ (بخاری)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور کھڑا ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ جائے، اگر بیٹھنے سے غصہ چلا جائے (تو ٹھیک ہے) ورنہ اس کو چاہئے کہ لیٹ جائے''۔ (ابوداؤد)

ف: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس حالت کی تبدیلی سے ذہن کو سکون ملے اس حالت کو اختیار کرنا چاہئے تاکہ غصہ کا نقصان کم سے کم ہو۔ بیٹھنے کی حالت میں کھڑے ہونے سے کم اور لیٹنے میں بیٹھنے سے کم نقصان کا امکان ہے۔ (مظاہر حق)

حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''غصہ

شیطان (کے اثر سے) ہوتا ہے، شیطان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو چاہئے کہ وضو کرلے"۔ (ابوداؤد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص غصہ کو پی جائے جبکہ اس میں غصہ کے تقاضہ کو پورا کرنے کی طاقت بھی ہو (لیکن اس کے باوجود جس پر غصہ ہے اس کو کوئی سزا نہ دے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ساری مخلوق کے سامنے بلائیں گے اور اس کو اختیار دینگے کہ جنت کی حوروں میں سے جس حور کو چاہے اپنے لئے پسند کرلے"۔ (ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اپنی زبان کو روکے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو چھپاتے ہیں، جو شخص اپنے غصہ کو روکتا ہے (اور پی جاتا ہے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنے عذاب کو روکیں گے اور جو شخص (اپنے گناہ پر نادم ہوکر) اللہ تعالیٰ سے معذرت کرتا ہے یعنی معافی چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول فرمالیتے ہیں"۔ (بیہقی)

(حق نمبر۳)

مسلمانوں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا اور مزاج میں نرمی اختیار کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنے کیلئے اس طرح ملتا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں (مثلاً خندہ پیشانی کے ساتھ) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے خوش کردینگے"۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)

ایک روایت میں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایمان والے لوگ اللہ تعالیٰ کا بہت حکم ماننے والے اور نہایت نرم طبیعت ہوتے ہیں جیسے تابعدار اونٹ، جدھر اسکو چلایا جاتا ہے، چلا جاتا ہے اور اگر اس کو کسی چٹان پر بٹھا دیا جاتا ہے تو اسی پر

بیٹھ جاتا ہے"۔ (ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ وہ شخص کون ہے جو آگ پر حرام ہوگا اور جس پر آگ حرام ہوگی؟ (سنو میں بتاتا ہوں) دوزخ حرام ہے ہر ایسے شخص پر جو لوگوں سے قریب ہونے والا، نہایت نرم مزاج اور نرم طبیعت ہو"۔ (ترمذی)

ف: لوگوں سے قریب ہونے والے سے مراد وہ شخص ہے جو نرم خوئی کی وجہ سے لوگوں سے خوب ملتا جلتا ہو اور لوگ بھی اس کی اچھی خصلت کی وجہ سے اس سے بے تکلف اور محبت سے ملتے ہوں۔ (معارف الحدیث)

حضرت معاذؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ عبدِ قیس کے سردار حضرت اَشَج رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: "تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں، ایک حلم یعنی نرمی اور برداشت دوسرے جلد بازی سے کام نہ کرنا۔ (مسلم)

امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عائشہ....! اللہ تعالیٰ (خود بھی) نرم و مہربان ہیں (اور بندوں کیلئے بھی ان کے آپس کے معاملات میں) نرمی و مہربانی کرنا ان کو پسند ہے، نرمی پر اللہ تعالیٰ جو کچھ (اجر و ثواب اور مقاصد میں کامیابی) عطا فرماتے ہیں وہ سختی پر عطا نہیں فرماتے اور نرمی کے علاوہ کسی چیز پر بھی عطا نہیں فرماتے"۔

حضرت جریرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص نرمی (کی صفت) سے محروم رہا وہ (ساری) بھلائی سے محروم رہا"۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: "رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کریگا"۔ (ابوداؤد)

(حق نمبر۴)

ہر چھوٹے بڑے کو سلام کرنا

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک مؤمن نہ ہو جاؤ (یعنی تمہاری زندگی ایمان والی زندگی نہ ہو جائے) اور تم اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، کیا تمہیں وہ عمل نہ بتا دوں جس کے کرنے سے تمہارے درمیان محبت پیدا ہو جائے؟ (وہ یہ ہے کہ) سلام کو آپس میں خوب پھیلاؤ۔ (مسلم)

حضرت ابن مسعود ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو صرف جان پہچان کی بنیاد پر سلام کرے (نہ کہ مسلمان ہونے کی بنیاد پر)''۔ (مسند احمد)

حضرت ابو اُمامہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا زیادہ مستحق وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے''۔

(ابوداؤد)

حضرت عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے''۔ (بیہقی)

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے پیارے بیٹے...! جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔ یہ تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کیلئے برکت کا سبب ہو گا''۔ (ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو اس گھر والوں کو سلام کرو اور جب (گھر سے) جانے لگو تو گھر والوں سے سلام کے ساتھ رخصت ہو''۔ (مصنف عبدالرزاق)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''چھوٹا بڑے کو سلام کرے، گذرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں''۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں میں سب سے زیادہ عاجز شخص وہ ہے جو دعا کرنے سے عاجز ہو یعنی دعا نہ کرتا ہو۔ اور لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جو سلام میں بھی بخل کرے''۔

(طبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت ابن مسعود ؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ''سلام کی تکمیل مصافحہ ہے''۔ (ترمذی)

حضرت براء ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں''۔ (ابوداؤد)

(حق نمبر ۵)

مسلمان کی جگہ پر نہ بیٹھنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں کہ کسی دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس جگہ بیٹھ جائے''۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنی جگہ سے (کسی ضرورت سے) اٹھا اور پھر واپس آ گیا تو اس جگہ (بیٹھنے) کا وہی شخص زیادہ حقدار ہے''۔ (مسلم)

(حق نمبر ۶)

مہمان کی مہمان نوازی کرنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی، ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...! مہمان کا اکرام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''(مہمان کا اکرام) تین دن ہے۔ تین دن کے بعد اگر مہمان رہا تو میزبان کا مہمان کو کھلانا اس پر احسان ہے یعنی تین دن کے بعد کھانا کھلانا بے مروتی میں داخل نہیں''۔

(مسند احمد)

حضرت مقدام ابو کریمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی قوم میں (کسی کے ہاں) مہمان ہوا اور صبح تک وہ مہمان (کھانے سے) محروم رہا یعنی میزبان نے رات میں اس کی مہمان داری نہیں کی تو اس کی مدد کرنا ہر مسلمان کے ذمہ ہے یہاں تک کہ یہ مہمان اپنے میزبان کے مال اور کھیتی سے اپنی رات کی مہمانی کی مقدار وصول کرلے''۔ (ابوداؤد)

فائدہ: یہ اس صورت میں ہے کہ جبکہ مہمان کے پاس کھانے پینے کا انتظام نہ ہو اور وہ مجبور ہو اور یہ صورت نہ ہو تو مروّت اور شرافت کے درجہ میں مہمان نوازی مہمان کا حق ہے۔ (مظاہر حق)

(حق نمبر ۷)

چھینکنے والے کو الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی کو ناپسند فرماتے ہیں۔ جب تم میں سے کسی کو

چھینک آئے تو اور وہ الحمد للہ کہے تو ہر اس مسلمان کے لئے جو اسے سنے جواب میں یرحمك اللہ کہنا ضروری ہے۔ اور جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جتنا ہو سکے اس کو روکے، کیوں کہ جب تم میں سے کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان ہنستا ہے''۔ (بخاری شریف)

(حق نمبر ۸)

مریض کی عیادت کرنا

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی بیمار کی عیادت کیلئے یا اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات کیلئے جاتا ہے تو ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے: تم برکت والے ہو، تمہارا چلنا بابرکت ہے اور تم نے جنت میں ٹھکانا بنالیا''۔ (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو وہ جنت کے خُرفہ میں رہتا ہے''، دریافت کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ.....! جنت کا خُرفہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''جنت کے توڑے ہوئے پھل''۔ (مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے اس کو دوزخ سے ستر خریف دور کر دیا جاتا ہے''۔ حضرت ثابت بَنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس ؓ سے پوچھا: ابوحمزہ...! خَریف کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: سال کو کہتے ہیں یعنی ستر سال کی مسافت کے بقدر دوزخ سے دور کر دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص بیمار کی عیادت کرتا ہے وہ رحمت میں غوطہ لگاتا ہے اور

جب وہ بیمار کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...! یہ فضیلت تو اس تندرست شخص کے لئے آپ نے ارشاد فرمائی ہے جو بیمار کی عیادت کرتا ہے، خود بیمار کو کیا ملتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں''۔ (مسند احمد)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاتا ہے وہ رحمت میں غوطہ لگاتا ہے اور (جب بیمار پرسی کیلئے) اس کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت میں ٹھہر جاتا ہے''۔ (مسند احمد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کو عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں اور جو شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں اور اسے جنت میں ایک باغ مل جاتا ہے''۔ (ترمذی)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''جب تم بیمار کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح (قبول ہوتی) ہے''۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی مسلمان بندہ کسی مریض کی عیادت کرے اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھے: اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ (میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں جو بڑے ہیں، عرش عظیم کے مالک ہیں کہ وہ تم کو شفا دے دیں) تو اس کو ضرور شفا ہو گی البتہ اگر اس کی موت کا وقت آ گیا تو اور بات ہے''۔ (ترمذی)

حق نمبر ۹

مسلمان کے جنازے میں شریک ہونا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد

فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے پانچ اعمال ایک دن میں کئے اللہ تعالیٰ اسے جنت والوں میں لکھ دیتے ہیں۔ بیمار کی عیادت کی، جنازہ میں شرکت کی، روزہ رکھا، جمعہ کی نماز کیلئے گیا اور غلام آزاد کیا''۔ (ابن حبان)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا؟'' حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: ''میں نے''۔ پھر دریافت فرمایا: ''آج تم میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا؟'' حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: ''میں''۔ پھر دریافت فرمایا: ''آج تم میں سے مسکین کو کس نے کھانا کھلایا''؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: ''میں نے''۔ پھر دریافت فرمایا: ''آج تم میں سے کس نے بیمار کی عیادت کی؟'' حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: ''میں نے''۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس آدمی میں بھی یہ باتیں جمع ہونگی وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا''۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص جنازے میں حاضر ہوتا ہے اور نماز جنازہ پڑھے جانے تک جنازے کے ساتھ رہتا ہے تو اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو شخص جانزہ میں حاضر ہوتا ہے اور دفن سے فراغت تک جنازے کے ساتھ رہتا ہے تو اس کو دو قیراط کا ثواب ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا: ''دو قیراط کیا ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''(دو قیراط) دو بڑے پہاڑوں کے برابر ہیں''۔ ایک اور روایت میں ہے کہ دو پہاڑوں میں سے چھوٹا احد پہاڑ کی طرح ہے۔ (مسلم)

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس میت پر مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نماز پڑھے جن کی تعداد سو (۱۰۰) تک پہنچ جائے اور وہ سب اللہ تعالیٰ سے اس میت کے لئے سفارش کریں یعنی مغفرت ورحمت کی دعا کریں تو ان کی سفارش ضرور قبول ہوگی''۔ (مسلم)

(حق نمبر ۱۰)

مصیبت زدہ کو تسلی دینا

حضرت عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی مصیبت زدہ کو تسلی دیتا ہے تو اس کو مصیبت زدہ کی طرح ثواب ملتا ہے''۔

(ترمذی)

حضرت محمد بن عَمرو بن حزم ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو مؤمن اپنے کسی مؤمن بھائی کی مصیبت میں اسے صبر وسکون کی تلقین کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عزت کے لباس پہنائیں گے''۔ (ابن ماجہ)

(حق نمبر ۱۱)

مسلمان کیلئے دعا کرنا

حضرت ابو درداء ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے تھے: ''مسلمان کی دعا اپنے مسلمان بھائی کے لئے پیٹھ پیچھے قبول ہوتی ہے۔ دعا کرنے والے کے سر کی جانب ایک فرشتہ مقرر ہے، جب بھی یہ دعا کرنے والا اپنے بھائی کے لئے بھلائی کی دعا کرتا ہے تو اس پر وہ فرشتہ آمین کہتا ہے اور (دعا کرنے والے سے کہتا ہے) اللہ تعالیٰ تمہیں بھی اس جیسی بھلائی دے جو تم نے اپنے بھائی کے لئے مانگی ہے''۔ (مسلم)

(حق نمبر ۱۲)

مسلمان کے لئے وہ پسند کرنا جو اپنے لئے کرتا ہے

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو''۔ (بخاری)

حضرت خالد بن عبداللہ قُسری رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا تم کو جنت پسند ہے یعنی جنت میں جانا پسند کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں...! ارشاد فرمایا: ''اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو''۔ (مسند احمد)

(حق نمبر ۱۳)

بُرائی کرنے والے سے بدلہ نہ لینا

حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم دوسروں کی دیکھا دیکھی کام نہ کرو کہ یوں کہنے لگو اگر لوگ ہمارے ساتھ بھلائی کریں تو ہم بھی ان کے ساتھ بھلائی کریں اور اگر لوگ ہمارے اوپر ظلم کریں تو ہم بھی ان پر ظلم کریں بلکہ تم اپنے آپ کو اس بات پر قائم رکھو کہ اگر لوگ بھلائی کریں تو تم بھی بھلائی کرو اور اگر لوگ برا سلوک کریں تب بھی تم ظلم نہ کرو''۔ (ترمذی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا لیکن جب اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کا ارتکاب کیا جاتا تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا حکم ٹوٹنے کی وجہ سے سزا دیتے تھے''۔ (بخاری)

حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کا کسی دوسرے شخص پر کوئی حق (قرضہ وغیرہ) ہو اور وہ اس مقروض کو ادا کرنے کے لئے دیر تک مہلت دے دے تو اس کو ہر دن کے بدلہ صدقہ کا ثواب ملے گا''۔ (مسند احمد)

(حق نمبر ۱۴)

بڑوں کی تعظیم کرنا

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: ”تین قسم کے لوگوں کا اکرام کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے میں شامل ہے۔ ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا حافظِ قرآن جو اعتدال پر رہے، تیسرا انصاف کرنے والا حاکم“۔ (ابوداؤد)

ف: اعتدال پر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کا اہتمام بھی کرے اور ریاکاروں کی طرح تجوید اور حروف کی ادائیگی میں تجاوز نہ کرے۔ (بذل المجهود)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے“۔ (مستدرک حاکم)

ف: مطلب یہ ہے کہ جن کی عمر بڑی ہے اور اس وجہ سے نیکیاں بھی زیادہ ہیں ان میں خیر و برکت ہے۔ (حاشية الترغيب)

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں اپنے بعد والے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اسے مسلمانوں کی جماعت کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے بڑوں کی تعظیم کرے، ان کے چھوٹوں پر رحم کرے، ان کے علماء کی عزت کریں، ان کو ایسا نہ مارے کہ ان کو ذلیل کردے، ان کو ایسا نہ ڈرائے کہ ان کو کافر بنادے، ان کو خصی نہ کرے کہ ان کی نسل کو ختم کردے اور اپنا دروازہ ان کی فریاد کے لئے بند نہ کرے کہ اس کی وجہ سے قوی لوگ کمزوروں کو کھا جائیں یعنی ظلم عام ہو جائے“۔ (بیہقی)

(حق نمبر ۱۵)

مسلمان کی حاجت پوری کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اپنے کسی بھائی کے کام کے لئے چل کر جاتا ہے تو اس کا یہ عمل دس سال کے اعتکاف سے افضل ہے۔ جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں۔ ہر

خندق آسمان وزمین کی مسافت سے زیادہ چوڑی ہے۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوطلحہ بن سہل انصاری رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان کی مدد سے ایسے موقع پر ہاتھ کھینچ لیتا ہے جبکہ اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو اور اس کی آبرو کو نقصان پہنچایا جارہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے موقع پر اپنی مدد سے محروم رکھیں گے جب وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا خواہشمند (اور طلبگار) ہوگا اور جو شخص کسی مسلمان کی ایسے موقع پر مدد اور حمایت کرتا ہے جب کہ اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو اور آبرو کو نقصان پہنچایا جارہا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی مدد فرمائیں گے جب وہ اسکی نصرت کا خواہشمند (اور طلبگار) ہوگا''۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرمادیتے ہیں''۔ (ابوداؤد)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس کو بھلائی کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ پریشان حال کی مدد کو پسند فرماتے ہیں''۔ (بزار، ترغیب)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایمان والا محبت کرتا ہے اور اس سے محبت کی جاتی ہے۔ ایسے شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ محبت کرے اور نہ اس سے محبت کی جائے۔ اور لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کو نفع پہنچانے والا ہو''۔ (دارقطنی، جامع صغیر)

(حق نمبر ۱۶)

مجلس کی بات کو امانت رکھنا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا: ''مجلسیں امانت ہیں (ان میں کی گئی راز کی باتیں کسی کو بتانا جائز نہیں) سوائے تین مجلسوں کے (کہ وہ امانت نہیں ہیں بلکہ دوسروں تک ان کا پہنچا دینا ضروری ہے)۔ ایک وہ مجلس جس کا تعلق ناحق خون بہانے کی سازش سے ہو، دوسری وہ جس کا تعلق زنا کاری سے ہو، تیسری وہ جس کا تعلق ناحق کسی کا مال چھیننے سے ہو''۔

(ابوداؤد)

فائدہ: حدیث شریف میں ان تین باتوں کا ذکر بطور مثال کے ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کسی مجلس میں کسی معصیت اور ظلم کے لئے مشورہ کیا جائے اور تم کو بھی اس میں شریک کیا جائے تو پھر ہرگز اس کو راز نہ رکھو۔ (معارف الحدیث)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی شخص اپنی کوئی بات کہے اور پھر اِدھر اُدھر دیکھے تو وہ بات امانت ہے''۔ (ابوداؤد)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تم سے بات کرے اور وہ تم سے یہ نہ کہے کہ اس کو راز میں رکھنا، لیکن اگر اس کے کسی اندزے سے تمہیں محسوس ہو کہ وہ یہ نہیں چاہتا کہ اوروں کو پتہ چلا کہ اس کی یہ بات امانت ہی ہے۔ اور امانت ہی کی طرح تمہیں اس کی حفاظت کرنی چاہیئے''۔ (معارف الحدیث)

(حق نمبر ۱۷)

اپنے ہاتھ اور زبان کی تکلیف سے مسلمان کی جان اور مال کی حفاظت کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں امن میں رہیں''۔ (نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مہاجر یعنی چھوڑنے والا وہ ہے جو ان تمام کاموں کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے''۔

(بخاری شریف)

حضرت جُبیر بن مُطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو عصبیت کی دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت کی بناء پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں اور جو عصبیت (کے جذبہ) پر مرے وہ ہم میں سے نہیں''۔ (ابوداؤد)

(حق نمبر ۱۸)

مسلمان کے عیب کو چھپانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص دنیا میں کسی پریشان حال کی پریشانی کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی کوئی ایک پریشانی دور فرمائے گا اور جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا۔ جب تک آدمی اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا رہتا ہے''۔ (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''آدمی کو اپنے بھائی کی آنکھ کا ایک تنکا بھی نظر آجاتا ہے لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر تک بھی اسے نظر نہیں آتا''۔ (ابن حبان)

ف: مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے معمولی عیوب نظر آجاتے ہیں اور اپنے بڑے بڑے عیوب پر نظر نہیں جاتی۔

(حق نمبر ۱۹)

مسلمان میت کو غسل اور کفن دینا

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو

شخص میت کو غسل دیتا ہے اور اس کے ستر کو اور اگر کوئی عیب پائے تو اس کو چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس بڑے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ اور جو اپنے بھائی (کی میت) کے لئے قبر کھودتا ہے اور اس میں دفن کرتا ہے تو گویا اس نے (قیامت کے دن) دوبارہ زندہ اٹھائے جانے تک اس کو ایک مکان میں ٹھہرادیا یعنی اس قدر اجر ملتا ہے جتنا کہ اس شخص کے لئے قیامت تک مکان دینے کا اجر ملتا"۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص کسی میت کو غسل دیتا ہے پھر اس کے ستر کو اور اگر کوئی عیب پائے تو اس کو چھپاتا ہے تو چالیس مرتبہ اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور جو شخص میت کو کفن دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے باریک اور موٹے ریشم کا لباس پہنائیں گے"۔ (مستدرک حاکم)

(حق نمبر ۲۰)

مسلمان سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص یہ پسند کرے کہ اسے ایمان کا ذائقہ حاصل ہو جائے تو اسے چاہئے کہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے دوسرے (مسلمان) سے محبت کرے"۔

(مسند احمد، بزار، مجمع الزوائد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بے شک ایمان (کی نشانیوں) میں سے ہے کہ ایک شخص دوسرے سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے محبت کرے جبکہ دوسرے شخص نے اس کو مال (و دنیوی فائدہ وغیرہ کچھ) نہ دیا ہو۔ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا یہ ایمان (کا کامل درجہ) ہے"۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو دو

شخص اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کریں ان میں افضل وہ شخص ہے جو اپنے ساتھی سے زیادہ محبت کرتا ہو''۔ (مستدرک حاکم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے کسی شخص سے محبت کرے اور (اس محبت کا اظہار) یہ کہہ کر کرے میں اللہ تعالیٰ کے لئے تم سے محبت کرتا ہوں پھر وہ دونوں جنت میں داخل ہوں تو جس شخص نے محبت کی وہ دوسرے کے مقابلہ میں اونچے درجے کا ہوگا اور اس درجہ کا زیادہ حقدار ہوگا''۔ (بزار۔ ترغیب)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''جو دو شخص آپس میں ایک دوسرے کی غیر موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے محبت کریں تو ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ محبوب وہ ہے جو اپنے ساتھی سے زیادہ محبت کرتا ہو''۔
(طبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمانون کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے، ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے پر شفقت ومہربانی کرنے میں بدن کی طرح ہے۔ جب اس کا ایک عضو بھی دکھتا ہے تو اس دُکھن کی وجہ سے بدن کے باقی سارے اعضاء بھی بخار وبے خوابی میں اس کے شریک حال ہوتے ہیں''۔ (مسلم)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے عرش کے سایہ میں ہونگے جس دن عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ انبیاء اور شہداء ان کے خاص مرتبہ اور مقام کی وجہ سے ان پر رشک کریں گے''۔
(ابن حبان)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حدیث قدسی بیان کرتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ بندے جو میری عظمت اور

جلال کی وجہ سے آپس میں الفت ومحبت رکھتے ہیں ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے ان پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے"۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہونگے جو عرش کے دائیں جانب ہونگے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں۔ وہ نور کے منبر پر بیٹھے ہونگے انکے چہرے نور کے ہونگے وہ نہ انبیاء ہونگے نہ شہداء اور نہ صدّیقین۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ...! وہ کون ہونگے؟ ارشاد فرمایا: "یہ وہ لوگ ہونگے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے"۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے دشمنی کرنا"۔ (ابوداؤد)

(حق نمبر ۲۱)

مسلمان کو صحیح مشورہ دینا

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس سے کسی معاملہ میں مشورہ کیا جائے اس معاملہ میں اس پر بھروسہ کیا گیا ہے (لہٰذا اسے چاہئے کہ مشورہ لینے والے کا راز ظاہر نہ کرے اور وہی مشورہ دے جو مشورہ لینے والے کے لئے زیادہ مفید ہو)"۔ (ترمذی)

(حق نمبر ۲۲)

مسلمان سے لیا ہوا قرض ادا کر دینا

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مومن کی روح اس کے قرضہ کی وجہ سے لٹکی رہتی ہے (راحت ورحمت کی اس منزل تک نہیں پہنچتی جس کا نیک لوگوں سے وعدہ ہے) جب تک کہ اس کا قرضہ نہ ادا کر دیا جائے''۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قرض کے علاوہ شہید کے سارے گناہ معاف کر دئے جائیں گے''۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص لوگوں سے مال (ادھار) لے اور اس کی نیت ادا کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کریں گے۔ اور جو شخص کسی سے (ادھار) لے اور اس کا ارادہ ہی ادا نہ کرنے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو ضائع کر دیں گے''۔ (بخاری)

ف: ''اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کر دیں گے'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ادھار کی ادائیگی میں اسکی مدد فرمائیں گے اور اگر زندگی میں ادا نہ کر سکا تو آخرت میں اس کی طرف سے ادا فرمادیں گے۔ ''اللہ تعالیٰ اس کے مال کو ضائع کر دیں گے'' کا مطلب یہ ہے کہ اس بری نیت کی وجہ سے اس جانی یا مالی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ (فتح الباری)

حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہیں یہاں تک کہ وہ اپنا قرضہ ادا کرے بشرطیکہ یہ قرضہ کسی ایسے کام کے لئے نہ لیا گیا ہو جو اللہ تعالیٰ کا ناپسند ہے''۔ (ابن ماجہ)

(حق نمبر ۲۳)

مسلمان کے احسان کا شکر ادا کرنا

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو لوگوں کا شکر گذار نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا''۔ (ترمذی)

حضرت اُسامہ بن زیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''جس شخص پر احسان کیا گیا اور اس نے احسان کرنے والے کو ''جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا'' (اللہ تعالیٰ تم کو اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے) کہا تو اس نے (اس دعا کے ذریعہ) پوری تعریف کی اور شکر ادا کر دیا''۔ (ترمذی)

ف: ان الفاظ میں دعا کرنا گویا اس بات کا اظہار کرنا ہے کہ میں اس کا بدلہ دینے سے عاجز ہوں اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہارے اس احسان کا بہتر بدلہ عطا فرمائیں۔ اس طرح اس دعائیہ کلمہ میں احسان کرنے والے کی تعریف ہے''۔
(معارف الحدیث)

(حق نمبر ۲۴)

مسلمان کا ہدیہ قبول کرنا

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''جس کو ہدیہ کے طور پر خوشبودار پھول پیش کیا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے رد نہ کرے کیونکہ وہ بہت ہلکی اور کم قیمت چیز ہے اور اس کی خوشبو بھی اچھی ہوتی ہے''۔
(مسلم)

ف: پھول جیسی کم قیمت چیز قبول کرنے سے اگر انکار کیا جائے تو اس کا بھی اندیشہ ہے کہ پیش کرنے والے کو خیال ہو کہ میری چیز کم قیمت ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کی گئی اور اس سے اس کی دل شکنی ہو۔ (معارف الحدیث)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''تین چیزوں کو رد نہیں کرنا چاہئے۔ تکیہ، خوشبو اور دودھ''۔ (ترمذی)

☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆